سلسلۂ آصفیہ

سفرِ حجاز

حج و زیارت کا مفصّل و مکمل ہدایت نامہ

از

عبدالماجد

مصنف "تصوفِ اسلام" و مرتب "ملفوظاتِ مولٰنا روم"

و ایڈیٹر "سچ" (لکھنؤ)

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی

مطبوعہ معارف پریس اعظمگڈھ

قیمت ... عار

سنہ ۱۹۳۱ / ۱۳۴۹

فہرست مضامین

دیباچہ

از مولانا الحاج سید سلیمان صاحب ندوی، ناظم دارالمصنفین،

اُس عہد سے جب سے خدا نے اس "وادی غیر ذی زرع" کے ویرانہ کو اپنی بستی فرمایا اور عالم کے بتکدہ مین اپنا یہ سب سے پہلا گھر بنایا، اور اپنے سب سے پہلے عاشق ابراہیمؑ کی زبانی آیندہ تمام دنیا کے عشاق کے نام یہ پیام بھیجا کہ سال مین ایک دفعہ یہان کی گلیان اور پہاڑیان ان کے ہجوم و ازدحام کا روز بازار بنین، خدا جانے حسنِ ازل کے کتنے شیدائی، یہان آئے اور چلے گئے، اور "محبوب نادیدہ" کے کتنے طلبگار، اس کو ڈھونڈھنے آئے، اور واپس پھرے، ہر ایک کو یہان جو کچھ نظر آیا، اُس نے چاہا کہ وہ دوسرون کو بھی دکھائے، اور جو اُس پر گذری ہر وہ دوسرون کو بھی سنائے، طور کا جلوہ دنیا نے ایک ہی دفعہ دیکھا ہی، تاہم اسکی داستانِ حسن وعشق اب تک دہرائی جا رہی ہی، اور ہمیشہ دہرائی جائیگی، مگر یہان تو یہ جلوہ ہر سال نظر آتا ہی، پھر اگر اس کی داستان ہر ملک، ہر زبان اور ہر طریقۂ ادا مین سال بسال دہرائی جاتی رہے تو تعجب انگیز کیا ہی؟

مسلمانون نے دنیا کے ہر علم وفن کو حاصل کیا، مگر جس کو حاصل کیا اپنے دین و ملت ہی کی راہ سے حاصل کیا، انکا نقطۂ نظر ہر علم وفن کی خدمت مین کتاب الٰہی ہی کی خدمت اور اسی کے حکم کی تعمیل رہی، مسلمانون نے جغرافیہ کے فن کو بیحد وسعت دی،

دنیا کے گوشہ گوشہ کو جہان تک اسلام کی روشنی پہونچی وہ اس سے پرتو مین آگے بڑھتے
گئے، مگر ان کی یہ تمام کوششین اور سرگرمیان قل سیروا فی الارض کے تحت مین تھین
اور اس کے بعد جو جاذبہ شوق ان کو بیتاب رکھتا تھا، اور دیوانہ وار ان کو اپنے گھرون
سے بے قرار نکال لیتا تھا، اور سفر کی تمام مشکلات کو ان کی نگاہون
کے سامنے ہیچ بلکہ اس راہ کی تمام تکلیفون کو راحت بنا دیتا تھا، وہ وہ
ندائے عام تھی جو حضرت ابراہیم کی زبانی سنائی گئی تھی، وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ
بِالْحَجِّ الآیۃ،

جب سے یہ ندا دی گئی ہر زمانہ مین لاکھون شیدائیون کی زبانون نے اس پر
لبیک کہا، اور جب موسم آیا لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے اپنے گھرون کو اپنے اہل و
عیال، اپنے آرام و آسایش کو چھوڑ کر مسافرانہ اٹھ کھڑے ہوئے اور صحرا و بیابان دشت
و جبل، دریا اور سمندر کو طے کر کے بادیۂ حجاز پہونچے، اور اس بے آب و گیاہ صحرا کی زیارت
سے اپنی روح کی پیاس بجھائی،

مسلمانون مین جو بھی بڑا سے بڑا سیاح گذرا ہے، اس کے دل کی اصلی منزل
اور سفر کا کعبۂ مقصود، یہی سرزمین تھی، وطن سے حج و زیارت کے لئے نکلے، راستہ کے
عجائب و غرائب، ملکون کے دلکش مناظر، اور قومون کے عجیب و غریب احوال کا مشاہدہ
کرتے ہوئے اس خطۂ پاک مین پہونچے، فرائض سے فرصت پائی، تو آگے کا رستہ لیا، اور
پھر موقع ملا، تو اسی مرکز پر لوٹ کر آگئے، اور پھر کسی دوسری سمت کو نکل گئے، ابن حوقل
بغدادی، اصطخری فارسی، حکیم ناصر خسرو، ابن جبیر اندلسی، ابن بطوطہ مغربی، اور
بیسیون سیاح اسی قسم کے ہین، جنھون نے اپنے سفر کا آغاز اسی نیت سے کیا، اور

پھر جب سیر و سیاحت کی چاٹ لگ گئی تو دنیا کے گوشہ گوشہ کو چل پھر کر دیکھ لیا، اور اپنے مشاہدات کو سفرنامہ کی صورت مین قلمبند کر دیا،

تمام دنیاے اسلام مین ہر سال ہزارون حاجی کرۂ زمین کے مختلف دائرون سے مکۂ مستقیم یہان آتے ہین اور جاتے ہین، اُن مین سے بیسیون صاحب قلم ہر سال اپنے اپنے مشاہدات کو ہر زبان مین حوالۂ قرطاس کرتے ہین، اس سے اندازہ ہوگا کہ ہر سال مشاہدات ذہنی کا کتنا بڑا ذخیرہ ہر سال دنیا مین اضافہ ہوتا ہے،

ہندوستان سے کم و بیش بیس ہزار حاجی ہر سال مکہ معظمہ جاتے ہین، ان مین دو چار ایسے صاحب ذوق ضرور ہوتے ہین جو اپنے سفر کے واقعات اور اپنے دل کے جذبات کو کاغذ کے منظر عام پر لاتے اور دوسرون کو سناتے اور دکھاتے ہین، اور اُن سے اہل ضرورت حسب ضرورت فائدہ اٹھاتے ہین،

ہندوستان مین شاید شیخ عبدالحق محدث دہلوی پہلے بزرگ ہین جنھون نے ۹۹۸ھ مین اس سفر کی یادگار مین "جذب القلوب الی دیار المحبوب" کا تحفہ اہل وطن کے سامنے پیش کیا، اور جو کچھ وہان دیکھا تھا، وہ یہان آکر دوسرون کو دکھایا، اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ۱۱۴۴ھ مین "فیوض الحرمین" وغیرہ رسائل مین اپنے روحانی مناظر و مشاہدات کی کاغذ کے صفحون پر تصویر کھینچی، لیکن سفرنامہ کی حیثیت سے شاہ صاحب کے ایک ذی رتبہ شاگرد مولانا رفیع الدین مرادآبادی قابل ذکر ہین جنھون نے ۱۲۰۱ھ مین حرمین کا سفر کیا، اور احوال الحرمین کتاب لکھی،

اس نئے عہد مین ہر سال حاجیون مین سے کوئی نہ کوئی بزرگ واپس آکر اپنا سفرنامہ عموماً ترتیب دیتے ہین، اور ان مین مختلف پہلوؤن سے ہر صاحب ذوق اپنی

پسند اور دل بستگی کی باتین لکھتے ہین، خصوصیت کے ساتھ قاضی سلیمان صاحب پٹیالوی مرحوم کا سفرنامہ سبیل الرشاد، اور بریلی صاحب کا سفرنامہ صراط الحمید ذکر کے قابل ہین۔

ہمارے صاحب دل اور درد آشنا دوست مولینا عبد الماجد صاحب دریا بادی کی زندگی مین مدت سے بتدریج جو انقلاب ہو رہا تھا، میرے خیال مین اسکی تکمیل ۱۳۴۸ھ مین ہوئی جب وہ حجاز کے سفر کے لئے روانہ ہوئے، اور جو احوال و مشاہد اُنھون نے کتابون مین پڑھے تھے، اُنکا سفرِ حج مین جاکر برای العین مشاہدہ کیا، اور وہان جو عینی مشاہدات، قلبی کیفیات، اور روحانی تاثرات ان پر وارد ہوئے، انھون نے اپنے اخبار سچ کے صفحات مین خطوط کی صورت مین منعکس کیا، موجودہ مجموعہ انھین مسلسل مضامین کا یکجا ذخیرہ ہے،

اس سے پہلے جو سفرنامے لکھے گئے تھے، یا وہ صرف عالم جذبات کی باتین تھین یا محض ایک سیاح و وقائع نگار کے روزنامچے تھے، یا فقیہانہ مسائل اور حج و مناسک کے ہدایت نامے تھے، یا حجاز و سفرِ حج کے لئے مسافرون کی گائڈ بکین تھین، اس سفرنامہ کی خصوصیت ان سب متفرق حیثیتون کی دلکش جامعیت ہے، سفرنامہ کے مختلف ابواب اور مباحث مین اسکا مصنف کہین مورخ ہے، کہین فقیہ، کہین محدث، کہین صوفی، کہین شاعر اور کہین سیاسی، غرض اس کتاب مین وہ سب کچھ ہے جسکی حاجی کو اپنے سفر کے اتار چڑھاو کی مختلف حالتون اور کیفیتون مین ضرورت پیش آتی ہے، سفر کے واقعات، حج و مناسک کے مسائل، مختلف مقامات کی دعائین، سفر کے ضروری ہدایات، حجاز کے ملکی حالات، آمد و رفت اور سفر کے وسائل، سواری، پانی، کرایہ، مکانات، مطوفین، از آسے مکہ معظمہ، اور مدینہ منورہ کے شہری حالات، اماکنہ مقدسہ، اور وہان کے ضروری آداب

یہ تمام معلومات اس مین یکجا ہین،

لیکن اس سفرنامہ کی اصلی حیثیت اور حقیقی عزت میری نگاہ مین دو باتون سے ہے، ایک اسکی انشا پردازی کہ مصنف کے قلم نے اسمین انتہائی سادگی کا کمال حسن دکھایا ہی، سہل الفاظ، سادہ ترکیبین، اور پھر شاعرانہ تخیل، اس لئے انشا کی حیثیت سے اس کی اہمیت بہت کافی ہی، دوسری چیز وہ تاثرات اور وجدانیات ہین، جو اس کتاب کے فقرہ فقرہ سے نمایان ہین، ایسا معلوم ہوتا ہی کہ صاحب دل مصنف نے کاغذ کی سطح پر اپنے دل کے ٹکڑے پھیلا دیئے ہین،

مین تو سفرِ حجاز کی یہ بھی برکت سمجھتا ہون کہ اُن کے قلم نے ان کے دل کی ایسی ترجمانی کی ہی، اور روح نے جسم کا ایسا قالب اختیار کیا ہی، کہ باطن ظاہر، محجوب منکشف، اور نادیدہ، دیدنی ہوگیا ہی، مجھے امید ہی کہ فاضل مصنف کی تصنیفات مین ان کے قلم کی یہ سرسری تحریرین، سب سے زیادہ دیرپا، سب سے زیادہ سودمند اور سب سے زیادہ مقبول ہونگی،

مسئلہ حجاز مین موصوف کے سیاسی مسلک سے ہرچند ہمکو پورا اتفاق نہ ہو تاہم اس سے انکار نہین ہوسکتا، کہ انھون نے یہ صفحات لکھکر ہماری زبان، ادب، تاریخ، جغرافیہ، فقہ اور تصوف سب پر احسان کیا ہی، اور ظاہر و باطن، لفظ و معنی اور روح و جسم کے مختلف مناظر و مظاہر کا ایک ایسا دلکش نظارہ گاہ تیار کیا ہی، کہ ہر خیال و ذوق کا آدمی اپنے اپنے خیال و ذوق کے مطابق اس سے بہرہ ور ہو سکتا ہے،

ہمارے فاضل فلسفی، اور لایق انشاپرداز دوست کا مذہبی رنگ و نیرنگ

پختہ ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ کہیں کہیں صوفیانہ رواداری اور "صلح کل" کی وسیع شاہراہ سے نکلکر فقیہانہ تشدد کے تنگ کوچہ میں کھڑے نظر آتے ہیں، کیا عجیب بات ہے کہ ایک پرانی تعلیم گاہ کا مولوی دوست نئی تعلیم گاہ کے گریجویٹ دوست کی حد سے زیادہ مولویت کی شکایت کر رہا ہے، وتلک الایام نداولہا بین الناس،

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے ان صفحات کے لکھنے والے کو اجر جزیل اور پڑھنے والوں کو بیش از بیش توفیق نیک عطا فرمائے،

سید سلیمان ندوی

۷ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الوداع

واتموا الحج والعمرۃ للہ (بقرہ ع ۲۴) الحج اشھر معلومات (بقرہ ع ۲۵) ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان آمنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین (آل عمران۔ رکوع ۱)

عن عائشۃ انھا قالت یا رسول اللہ نری الجہاد افضل العمل افلا نجاھد قال لا لکن افضل الجہاد حج مبرور (بخاری) عن ابن مسعودؓ قال رسول اللہ صلعم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانھما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذھب والفضۃ ولیس للحجۃ المبرورۃ ثواب الا الجنۃ (ترمذی) عن ابی امامۃ قال رسول اللہ صلعم من لم تمنعہ من الحج حاجۃ ظاھرۃ او سلطان جائر او مرض حابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یھودیا وان شاء نصرانیا (جمع الفوائد)

(لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک)

لہ منقول از سچ، مورخہ ۸ مارچ ۱۹۲۹ء

یہ الوداع، ماہ رمضان کی سالانہ الوداع نہین، ناظرین سچ سے ان کے خادم مدیر سچ کی الوداع ہے،

حج بیت اللہ، چند شرائط کے جمع ہوجانے پر، ہر مسلمان پر اُسی طرح فرض عین ہے جسطرح ہر روز پانچ وقت کی نماز، یہان نماز ہی کا فریضہ کب ادا ہو پاتا ہے؟ جسمین نہ کچھ خرچ ہے، اور نہ کوئی خاص محنت، کہ فریضۂ حج کے نہ ادا کرنے کا رونا رویا جائے! عمر کی گھڑیان خاموشی اور تیزی کے ساتھ گذرتی ہین، دن ہفتون مین، ہفتے مہینون مین، مہینے برسون مین تبدیل ہوتے رہے، اور اس فریضہ کی ادائی کا خیال تک نہ آیا، کلام مجید کی آیات مین اور رسول برحق کی احادیث مین، خدا معلوم کتنی بار ادائے حج کی فرضیت اور تاکید نظر سے گذری، اور عدم ادائے حج کی وعیدین بار بار پڑھین، پر قلب کی غفلتون نفس کی شرارتون اور ہوش وخرد کی ہرزہ کاریون نے ہمیشہ مشورہ یہی دیا، کہ یہ اوامر و احکام دوسرون ہی کے لئے ہین، اپنے کو ان سے کیا تعلق! اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہ عمر کی کتنی بیش بہا فرصتین، اور زندگی کی کتنی جا کر نہ آنے والی مہلتین، اسی غفلت، اسی بے حسی، اور اسی قساوتِ قلب کی نذر ہوگئین!

ہندوستان کے طول وعرض مین بے شمار سفر، بے ضرورت اور بلا ضرورت کر ڈالے، لیکن جو ایک ہی جگہ سفر کرنے اور حاضری دینے کی تھی، وہان سر کے بل چلنا کجا، پیرون کے بل بھی جانا نصیب نہ ہوا، ؟ (مین نہ آیا)! بنگلون اور کوٹھیون، حویلیون اور ڈیوڑھیون کے گرد چکر لگانے مین ایک عمر گذر گئی، پر وہ آستان پاک، جو اس قابل تھا کہ اس کے گرد طواف کرنے مین ساری عمر تمام کردی جاتی، اور اسی پر پروانہ وار اپنی جان نثار کردی جاتی، گردش تقدیر نے محروم رکھا تو اسی کی جبین سائی سے! ملک کے گوشہ گوشہ کی سیر کر ڈالی، پر نہ توفیق ہوئی تو ایک اس سرزمین کی زیارت سے مشرف ہونے کی جس کی سربلندی پر آسمان کو بھی رشک

ہے، جہاں کھڑے ہو کر اللہ کے خلیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنے رب کی توحید کی منادی کی تھی، اور جس کی ریگ کے ذرون پر اللہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نقشِ قدم آج تک ثبت ہین!

محرومیون کی حکایت دراز، اور کوتہ سنجیون کا سلسلہ طویل، لیکن، رحمت باری بے حساب اور فضل خداوندی بیکران، بڑے بڑے مجرم اپنی سیہ کاریون کی پوٹ کی پوٹ لیکر آئے اور اور بحرِ کرم کے ایک قطرہ نے سارے دفترون کی سیاہیان دم بھر مین سفیدی سے بدل دین، روتے کانپتے آئے اور ہنستے کھلکھلاتے واپس گئے، اقلیمِ سخن کے تاجدار خسرو نامدار نے اسی مضمون کو یون ادا کیا ہے، ؎

قطرۂ زآب رحمتِ تو بس است شستنِ نامۂ سیاہ ہمہ!

اور ایک دہقانی کج مج زبان نے اپنی بولی مین یون عرض کیا ہے، ؎

سمجھے تھے سیہ کاری اپنی ہے فزون حد سے دیکھا تو کرم تیرا اس سے بھی سوا پایا!

بالآخر، جس کی رحمت ابرِ کرم بنکر سوکھی کھیتیون کو آن کی آن مین سرسبز و شاداب کردیتی ہے، اسکی مشیت اسکی متقاضی ہوئی، کہ ایک محرومِ عمل، مردہ قلب کو اپنے حرم محترم کی حاضری و طواف، اور اپنے حبیب پاک صلعم کی آرامگاہ کی زیارت سے مشرف فرمادے، چنانچہ ارادہ ہوا، منصوبہ بندھے، اور زبان پہلی بار لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک کے تلفظ پر کھلی!

اللہ اللہ! کجا ایک ننگِ خلایق اور کہان وہ قدسیون اور نورانیون والی سرزمین! کہان ایک روسیاہ کے ناپاک قدم اور کہان وہ معصومون اور ملکوتیون کی سجدہ گاہ!

ایاز قدرِ خود بشناس عقل اس خوش قسمتی پر دنگ، خرد اس بو العجبی پر حیران!

ہے آرزو کہ ابر و پُر خم کو دیکھئے!
اس حوصلہ کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے!

لیکن ربوبیت کے عجائب کاروبار ہین، اپنا نام رب العالمین ارشاد فرمایا ہی، رب الصالحین نہین فرمایا، مرتبۂ کمال پر صرف اتقیا، و صالحین، ابرار و اخیار ہی نہین پہونچائے جاتے، ربوبیت کا تعلق اشرار و فجّار سے بھی ہے، دستگیری صرف نیکون ہی کی نہین، بدون اور بدتر سے بدتر بدون کی بھی ہوتی رہتی ہے، ہوائے بہار جب چلتی ہے تو چمن کے خوشبو دار پھولون اور چراگاہ کی گھاس کی پتیون دونون کو مہکا دیتی ہے، ؎

اے بدر ماندگی پناہِ ہمہ، کرمِ تست عذر خواہِ ہمہ!

غرض نیت قائم ہو چکی ہے، حج کے مہینے تین ہین، شوال، ذیقعدہ، وعشرۂ اول ذی الحجہ، الحج اشھر معلومات، جس تاریخ کو ماہ مبارک رمضان ختم ہوتا ہی ٹھیک اسی تاریخ سے موسم حج کی ابتدا ہو جاتی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ یکم شوال کو گھر سے نکلنا ہوگا اور ۳ شوال کو ۱ بجے شب کے اکسپرس سے لکھنؤ سے بمبئی کے لئے روانگی، اور ۵ شوال کو بمبئی پہونچ کر مغل کمپنی کے پہلے جہاز سے عزم سفر، پہلے زیارت دیارِ حبیبؐ و حاضری روضۂ انور جتنے دنون تک بھی قسمت یاوری کرے، پھر آغازِ ذی الحجہ مین فریضۂ حج کیلئے مکہ معظمہ، بعد ادائے فریضہ قصدِ مراجعت، اور اگر زندگی باقی ہے، تو انشاء اللہ اول عشرۂ محرم مین واپسی وطن، یہ سارے ارادے اپنے ہین، اور بندون کو اپنے ارادون کے نفاذ پر جو قدرت ہی، اُس کا حال معلوم! ہوگا وہی جو کچھ بندہ کا چاہا نہین بلکہ بندون

کے پروردگار و مالک کا چاہا ہو گا، کیا ایک مشتِ خاک اور کیا اُس کے ارادے! ارادہ کا حق تو اُسی کو ہے، جس کے ہاتھ مین موت و زندگی، عافیت و سلامتی کی کنجیان ہین، مولا کی شانِ کریمی دیکھئے، کہ مولانا مناظر احسن صاحب جیسے صاحبِ ذوق و صاحبِ علم بزرگ اور بعض اور عزیزون اور مخلصون کی معیت کی سعادت اور رفاقت کی دولت بھی نصیب مین آرہی ہے، انشاء اللہ العزیز،

سچ اس مدت مین کیونکر جاری رہ سکے گا؟ افسوس ہے کہ اسکی کوئی قابلِ اطمینان صورت نہ نکل سکی، مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑا، کہ اسکی اشاعت بارہ تیرہ ہفتون کے لئے بند رہے، وسطِ جون تک اس خادم کی واپسی کی توقع ہے، ایک آدھ ہفتہ کے آرام کے بعد شروع جولائی سے پھر اسی خدمت کا اجراء ہو سکتا ہے، البتہ وسطِ مارچ سے آخر مارچ تک کے پرچون کے مضامین فراہم کئے جاتا ہون، میری عدم موجودگی مین مولوی ظفر الملک صاحب ان پرچون کو شایع فرماوین گے، اس حساب سے ناظرین کو صرف تین مہینے کے لئے زحمتِ انتظار برداشت کرنی ہوگی، سچ سے محبت و حسنِ ظن رکھنے والے بھائیون کے لئے یہ مدت بھی بہت ہے، اور خوب جانتا ہون، کہ انھین اس قدر انتظار بھی نہایت شاق گذریگا، لیکن سچ پوچھئے، تو التوا کی مدت کون ایسی بڑی مدت ہے، اور سچ کا نکلتے رہنا ہی کیون اتنا اہم اور ضروری فرض کر لیا گیا ہے، جو اس کی سہ ماہہ التوا پر اس قدر رنج و غم کیا جائے! آخر

غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہین!

دورانِ سفر مین کچھ لکھنے کی نوبت ہی کیون آنے لگی، لیکن اگر کچھ لکھنے کی نوبت آئی تو اسکی اشاعت کے اولین حقدار روزنامہ ہمدرد (دہلی) کے صفحات ہین،

آداب سفر حج سے ہے، کہ اس سفر کو سفر آخرت کا نمونہ سمجھے، احرام کی چادرون کو کفن کی چادرون کا نمونہ تصور کرے، اور چلتے وقت اپنے تمام ملنے والون اور اپنے سے تمام تعلق رکھنے والون سے اپنی خطاؤن کی معافی طلب کرے، ناظرین سچ تک فرداً فرداً پہونچنا ممکن نہین، ان کے حقوق کی ادائی مین مدیر سچ کی جانب سے خدا معلوم کتنی غفلتین اور کتنی کوتاہیان ابتک ہوئی ہونگی، اور خدا معلوم کتنون کی دل آزاریان اوراق کے ذریعہ سے ہو چکی ہونگی، سب کی خدمت مین بمنت وسماجت گذارش ہے کہ اپنے اس خادم کی بڑی اور چھوٹی، دانستہ اور نادانستہ ساری خطاؤن کو اللہ کے واسطے صدق دل سے معاف فرمائین، وہ جو حاکمون کا حاکم ہے، ان کی خطاؤن کو بھی معاف فرمائیگا اس دربار کے سچے سفیر کی بشارتین اور وعدے موجود ہین،

التماس عفو کے بعد دوسری گذارش سچ کی برادری سے یہ ہے کہ اس خادم کو دعائے خیر سے محروم نہ رکھا جائے اور زاہد و فاسق سب کی سننے والے کی بارگاہ مین بار بار عرض کیا جائے، کہ اس گنہگار کو حج مبرور اور زیارت مقبول نصیب ہو! حکم ملا ہے کہ توشہ سفر کا سامان رکھو، اور پھر خود ہی ارشاد ہوا ہے، کہ بہترین توشہ سفر تقویٰ ہی ہے، (وتزودوا فان خیر الزاد التقویٰ) یہان تقویٰ کا سایہ بھی نہین پڑنے پایا، سہارا جو کچھ ہے وہ کسی رؤف و رحیم کی رحمت بے حساب اور کرم بے اندازہ کا ہی، اور اس کے بعد اگر کسی توشہ کی طلب و ہوس ہے، تو وہ اہل دل کی دعائین ہین، زہے نصیب، اس کے جس کے نصیب مین یہ توشہ آجائے!

شان کریمی کے حوصلے دیکھنا! کیسے نامۂ سیاہ کو نوازا جا رہا ہے! کس ننگ خلائق

کو سرفراز کیا جا رہا ہے! شاعر نے صدیوں پیشتر اپنی تخیل کی رو میں کہا تھا ؎

بطواف کعبہ رفتم بہ حرم رہم نہ دادند	تو برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی!

وہاں تو شاعری تھی، یہاں اپنی طرف دیکھ کر دل دھڑک رہا ہے، اور ہمت جواب دے رہی ہے کہ کہیں اپنے حق میں یہ شاعری ماجرائے حقیقت نہ بن جائے! مولیٰ ہر بیکس کی لاج تیرے ہاتھ میں ہے! ہر مفلس کا آسرا تیرا ہی دست کرم ہے! بلایا ہے تو اپنے در سے محروم نہ واپس کرنا! اپنے اس قہر و غضب سے پناہ میں رکھنا کہ اس آستان پاک تک پہونچکر بھی تیرا بھکاری خالی ہاتھ واپس آئے! اندھے کی آنکھیں روشن کر کے رہنا، نہ ہو کہ خانہ تک پہونچکر صاحب خانہ کے دیدار سے محرومی رہے، نہ ہو کہ مکان پر حاضری کے بعد بھی لامکان والے مکین کی تجلیات حجاب ہی میں رہیں! بیت کے ساتھ رب البیت کے انوار جمال کی زیارت نصیب ہو! مردوں کو جلانے والے مالک! مایوسوں کو خوشخبری دینے والے مولیٰ! بیکسوں کی دستگیری کرنے والے آقا! دلوں کے زخم پر مرہم رکھنے والے پروردگار! تجھ سے بھاگا ہوا تیرا نافرمان غلام تیرے اور تیرے حبیب کے آستان پاک پر سر رکھنے کو حاضر ہو رہا ہے، دعاؤں کا قبول کرنا تیرے ہی ہاتھ میں ہے، اور دعاؤں کی توفیق دینا بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہے!

اے خدا پاک بے انباز و یار	دست گیر و جرم ما را درگذار
یاد دہ ما را سخنہائے رقیق	کہ ترا رحم آورد آن اے رفیق
ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو	ایمنی از تو مہابت ہم ز تو
گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن	مصلحی تو اے تو اصلاح سخن

سبحان اللہ الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر

باب (۱)

روانگیِ بمبئی

عید ہر سال آتی ہے، اب کی عید ہر سال کی معمولی عید نہ تھی، کسی کے آستانے پر ذوقِ جبین سائی دل کو بیتاب کئے ہوئے تھا کسی کے دربار مین حاضری کا دن ایک ایک کرکے گنا جا رہا تھا، رمضان ختم ہوا عید آئی، انتظار کی گھڑیاں کٹین، وعدۂ دیدار پورا ہونے کی ساعت آئی، ہجر کے بعد وصل مہجوری کے بعد حضوری، انتظار کے بعد دیدار، پیاس کے بعد سیرابی، جس کارفرمائے فطرت نے ازل سے یہ قانون رکھدیا ہے اسی نے ماہِ مبارک کا خاتمہ موسمِ حج کے آغاز پر رکھا ہے، الحج اشھر معلومات، حج کا مشہور و معروف موسم عین اس وقت سے شروع ہوتا ہے، جب آخری روزہ اور آخری افطار آخری تراویح اور آخری سحری سے فراغت ہو چکتی ہے، مبارک ہین ماہ مبارک کی راتون کی وہ بیداریان، جو کسی کی آرزوے دید مین بسر ہون، اور مبارک ہین ماہ مبارک کے بھوک اور پیاس ضعف اور تڑپ والے وہ دن، جنکا خاتمہ کسی کی گلی کے طواف و سعی پر ہو!

انبساطِ عید دیدن روے تو!

عیدگاہِ ما غریبان کوے تو!

سفر سیر و تفریح کے لئے نہ تھا، تحصیلِ "علوم" و تکمیلِ "فنون" کے لئے نہ تھا، علمی و ادبی تحقیقات
تاریخی و آثری تفتیش کے لئے نہ تھا، کشمیر و شملہ کا نہ تھا، لندن و پیرس، آکسفورڈ و کیمبرج
کا نہ تھا، ہاں وہاں کے لئے بھی نہ تھا، جہاں گرج گرج کر تقریریں کیجاتی ہین اور جھگڑ
جھگڑ کر رزولیوشن پاس ہوتے ہین! سفر جلجلاتی ہوئی ریگ والی زمین کی طرف تھا،
گرمی کے موسم مین اس آسمان کی چھت کے نیچے تھا جس کا آفتاب تمتمایا ہوا ہوتا ہے، ہوٹلون
اور پارکون، آبشارون اور سبزہ زارون کی طرف نہ تھا، خشک اور چٹیل میدانون،
بے آب و گیاہ ویرانون، اور آگ اور خاک برسانے والے ریگستانون کی جانب تھا!
ایک گنہگار امتی، اپنے شفیع اور شفیق آقا کے آستانے پر حاضر ہو رہا تھا، بندے کی حاضری
اپنے مولا کے دربار مین تھی، بھاگا ہوا غلام، تھک کے اور ہار کر، پچھتا کر اور شرما کر، پھر اپنے
مالک کی طرف رخ کر رہا تھا، ذرہ آرزومند تھا، کہ آفتاب کی تابش سے جگمگا اٹھے،
قطرے کو ہوس ہوئی کہ بحر بیکران کے وصل کا لطف اٹھائے، مشتِ خاک کو یہ دماغ
ہوا کہ نورِ پاک کے جاروب کشون کی فہرست مین اپنا نام لکھائے، جو کچھ نہ تھا اسے
یہ ولولہ ہوا، کہ جو سب کچھ ہے، اس سے تعلق و پیوند پیدا کیجئے!

ہے آرزو کہ ابروے پرخم کو دیکھئے!
اس حوصلے کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے!

حاضری کا حکم دینے والے کا حکم ہے، کہ زادِ راہ ساتھ لے کر چلو (تزودوا)
اور خود ہی زادِ راہ کی تشریح بھی فرما دی ہی، کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے، فان
خیر الزاد التقویٰ، یہان قحط تھا، تو اسی جنس کا، محرومی تھی تو اسی سرمایہ سے

تہیدستی تھی تو اسی توشۂ راہ سے! دل ہچکچایا، طبیعت رکی، ارادہ کا قدم ڈگمگایا، مگر معاً یاد آیا کہ وہ خدائے قدیر و رحیم جو ہر روز تاریکی کو نور میں بدلتا رہتا ہے، سڑے ہوئے فضلہ اور عفونت پھیلانے والی کھاد سے طرح طرح کے رنگا رنگ گل بوٹے، پھل پھول میوے اور غلے وغیرہ اگاتا رہتا ہے، بیجانوں میں جان پھونکتا رہتا ہے، کیا وہ تباہ کاروں کو اپنے دربار میں حاضری کی نعمت سے سرفراز کرنے پر قادر نہیں ہے؟ کیا درماندوں اور خستہ حالوں کے دامن کو گوہرِ مراد سے بھر دینا اس کے فضل و کرم سے کچھ بھی بعید ہے؟ کیا وہ صرف نیکوں اور پاکوں، پارساؤں اور پاکبازوں ہی کا والی و وارث، رب اور مالک ہے؟ اور مدہوشانِ غفلت اس کے لطف و رحمت سے، خدانخواستہ ہمیشہ محروم ہی رہیں گے؟

ٹوٹی ہوئی ہمت بندھی، دھڑکتا ہوا دل تھما، ڈگمگاتے ہوئے پیر سنبھلے، چند روز قبل حیدر آباد جانا ہوا تھا، وہاں کے متعدد اہلِ دل بزرگوں کی گفتگوئیں اور صحبتیں دل میں شوق اور ولولہ پیدا کرچکی تھیں، اس سے قبل دہلی کے زندہ جاوید محبوب الٰہی نظام الدینؒ کے دربار سے اجازت مل چکی تھی، ماہ رمضان المبارک میں دیوبند اور تھانہ بھون کے دو زندہ خاصانِ حق کی زبان سے مزید حوصلہ افزائی ہو گئی، اتنی ساری تائیداتِ غیبی کے بعد بھی اگر کوئی بدبخت ازلی سوچتا اور ہچکچاتا رہ جاتا، تو وہ انسانوں کے بجائے جمادات میں شمار کرنے کے قابل تھا، اعظم گڑھ، لکھنؤ اور حیدر آباد سے بعض کرمفرماؤں نے اپنے اپنے تجربوں کے مطابق ضروریاتِ سفر سے متعلق یادداشتیں بھی مرتب کرکے روانہ

کرد ی تھی یکم شوال کو بعد ادائے ظہر ادعیۂ مسنونہ و ماثورہ پڑھتا ہوا گھر سے باہر نکلا، مسجد سے رخصت ہوا، جد اعلیٰ حضرت شیخ محمد اشرف چشتی نظامی (م ۹۵۷ھ) اور دوسرے بزرگوں کے مزارات پر فاتحہ پڑھی، قصبہ کے مسلمان، ساری دنیا کے مسلمانوں کی طرح اس وقت سخت باہمی زور آزمائی میں مصروف ہیں، ہر فریق دوسرے کی عزت و آبرو کا دشمن، یہاں تک کہ آج عید کا دن بھی انھیں گلے نہ ملا سکا تھا، لیکن مقلب القلوب کی کارسازی، کہ اپنے ایک ناکارہ و ننگ وطن ہموطن کو رخصت کرنے کے لئے ہر فریق اپنی پوری محبت و خلوص کے ساتھ آمادہ ہوگیا، عین عید کی مشغولیت میں تیز دھوپ میں پا پیادہ، سب کا دو میل تک آنا، اور رہ رہ ہر قدم پر اپنے جوش محبت کا ثبوت دیتے رہنا کوئی معمولی بات نہ تھی،

وطن سے روانگی کے بعد پہلی منزل لکھنؤ کی تھی، اور لکھنؤ بھی اپنے گوناگوں تعلقات کے لحاظ سے بمنزلہ وطن ہی ہے، یکم شوال کو شب میں یہاں پہونچے تھے اور ۳ر شوال (۱۵ مارچ) یوم جمعہ کو شب ہی میں یہاں سے روانہ ہوئے، دوپہر سے بزرگوں اور دوستوں کی تشریف آوری کا جو سلسلہ شروع ہوا، تو ٹھیک اس لمحہ تک، کہ جب تک دس بجے شب کو گاڑی چھوٹ نہ لی، برابر جاری رہا، امام ضامن[1] کے روپیے اور "ناشتہ" کے خوان پر خوان چلے آرہے ہیں، اور رخصت کرنے والوں میں شہر کے نامور بیرسٹر اور وکلاء، اطباء اور ڈاکٹر، اخبارات کے اڈیٹر، رسالوں کے منیجر،

---

[1] مولانا سید سلیمان ندوی، پروفیسر ہارون خان شروانی (جامعہ عثمانیہ) مولوی ظفر الملک صاحب علوی اور مولوی شاہ محمد الیاس برنی کی امداد اس سلسلہ میں شکر گذاری کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے،

ندوہ کے علما، انگریزی کالجون کے پروفیسر اور طلبہ، فرنگی محل کا سارا خاندان، عام احبا و اعزہ ـــــــ کوئی کس کس کے نام گنائے، اور سب کی مکمل فہرست یاد رکھنے کا دماغ کس کو ہے، بڑے اور چھوٹے، عالم اور عامی، سب نے جس خلوص و محبت کیساتھ رخصت کیا ہے، اس کی یاد کا نقش جلد مٹنے والا نہین، احادیث نبوی مین جمعرات اور ہفتہ کا سفر مبارک بتایا گیا ہے، کریم کی کریمی ملاحظہ ہو، کہ دریاباد اسٹیشن سے گاڑی ایسے وقت چھوٹی کہ چہار شنبہ کا آفتاب غروب ہو رہا تھا، اور شب پنجشنبہ کا آغاز ہونے کو تھا، اور لکھنؤ سے روانگی کے وقت شب شنبہ کو شروع ہوئے کئی گھنٹے گذر چکے تھے، راستہ مین بھوپال اسٹیشن پر دوستون اور عزیزون ہی نے نہین، بلکہ ایسے مہربانون نے بھی جنکی خدمت مین اس کے قبل نیاز تک حاصل نہ تھا، جس مسافر نوازی کا ثبوت دیا، اُس کا معاوضہ بجز دعاے خیر کے اور کیا ہو سکتا ہی، اللہ تعالیٰ سب کو دارین مین فائز المرام کرے!

---

۱۷ مارچ یکشنبہ، کو علی الصباح بمبئی پہونچے، ناواقفون کے لئے بمبئی کا مرحلہ بھی کچھ کم کٹھن نہین، اَن پڑھ دیہاتیون کا ذکر نہین، اچھے اچھے پڑھے لکھے شہری، اگر انکا کوئی دوست یا آشنا یہان موجود نہین تو پہلی دفعہ بمبئی پہونچکر چکرا جاتے ہین، بمبئی مین حاجیون کے لئے متعدد وسیع آرام دہ مسافرخانے بنے ہوئے ہین، جہان آدمی بغیر کسی کرایہ کے ٹھہر سکتا ہی، حاجی سیٹھ صابو صدیق مرحوم کا مسافرخانہ کرافرڈ مارکٹ (جہان دنیا بھر کی چیزین بکاتی ہین) سے متصل اور بڑے اسٹیشن (وکٹوریہ ٹرمنس) سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہی، یہ سب

زیادہ آرام دہ ہی، اس کے داروغہ مولوی حضرت اللہ صاحب جن کے چہرہ کی نورانیت
ان کی باطنی پاکیزگی کا آئینہ ہے، اور اُن کے نائب منشی عبدالستار صاحب سیح کے غایتہ
کرم فرماؤن مین تھے، خیال تھا، کہ قیام اسی مسافرخانہ مین ہوگا ۱۹۱۲ء مین والد
ماجد مرحوم مع والدہ صاحبہ کے جب حج کو تشریف لے گئے تھے، تو وہ بھی یہین مقیم
ہوئے تھے، لیکن ابھی بڑا اسٹیشن دور تھا اور پوری طرح صبح بھی نہین ہونے
پائی تھی کہ بھائی کلہ اسٹیشن پر مولانا شوکت علی مع اپنے رفقاء کے نمودار ہوئے،
اور حکم ہوا کہ وکٹوریہ ٹرمنس پہنچ کر دارالخلافۃ چلنا ہوگا، کس کی مجال تھی کہ باباے خلافت
کے حکم کی تعمیل نہ کرتا،

"دارالخلافۃ" کوئی مسافرخانہ یا مہمان سرا نہین، مرکزی خلافت کمیٹی کے دفتر
کا نام ہی، خدا کا شکر ہے کہ کرایہ پر بیشمار روپیہ صرف کرنے کے بعد اب جمعیۃ خلافت
کے پاس اپنا ذاتی مکان ہوگیا ہی، یہ مکان بھائی کلہ اسٹیشن سے دو فرلانگ پر،
لولین (کسی نے اس کا ترجمہ کوے جانان "خوب کیا ہے) مین واقع ہے، وسیع
دو منزلہ عمارت، صحن کشادہ، خاموش و پُرسکوت فضا، بمبئی مین ایسی عمارت
ہاتھ آجانا خوش قسمتی ہے، مرکزی عمارت کے حصۂ زیرین مین دفتر جمعیۃ خلافت
و دفتر روزنامۂ خلافت، بالاخانہ پر مولانا شوکت علی کی فرودگاہ، نیز "معزز" مہذب"
مہمانون کے لئے آراستہ و مرصع ڈرائینگ روم، اور دوسرے کمرے (یہان یہ
سوال نہ پیدا کیجئے کہ جمعیۃ خلافت کو ان پر تکلف آرایش و زیبایش سے کیا واسطہ،
قرن صحابہ کی خلافت راشدہ اور چودھوین صدی ہجری کی خلافت کمیٹی مین اب کیا

اتنا فرق بھی نہ ہو) پہلو کی دوسری عمارت کا بالاخانہ مولانا محمد عرفان کی فرودگاہ، اور اسلامی سادگی کی سچی تصویر، نیچے کے حصہ مین خلافت بکڈپو، اور روزنامہ خلافت کے ایڈیٹوریل اسٹاف کے لئے کمرے، مرکزی عمارت کے نیچے کے دو کمرے ہمارے قافلہ کیلئے خالی کردیئے گئے، ان مین عورتین اطمینان وآرام سے رہین، مرد دن بھر ادھر اُدھر رہتے، رات کو کچھ صحن اور برآمدہ مین لیٹ رہتے، اور کچھ زبردستی مولانا عرفان کے کمرے پر قابض ہو جاتے، مولانا شوکت علی کا تار لکھنؤ ہی مین مل گیا تھا، کہ کوئی اچھا جہاز شروع شوال مین نہین جائیگا، بمبئی پہونچکر معلوم ہوا کہ دس بارہ روز کا انتظار ناگزیر ہے ـــــــ دل کا شوق مضطرب مہینون کی مدت دنون مین اور دنون کا وقت منٹون مین کس طرح کٹ جائے! لیکن بلانے والا اگر خود ہی حکم بھیجدے، کہ دوڑتے ہانپتے ہوئے نہین، راستہ مین دم لیتے ہوئے، اور قدم قدم پر ستاتے ہوئے دربار مین حاضر ہو، تو فرمایئے، جانے والے کا دل آخر کیون کرٹھے ؟

بمبئی، ہندوستان کا شاید سب سے بڑا "یاجوجی" شہر ہے، لندن اور پیرس، نیویارک اور شکاگو کی زیارت سے جو لوگ مشرف نہین ہوئے ہین، وہ ان کا ایک ہلکا سا نمونہ بمبئی مین دیکھ سکتے ہین، ویسی ہی ہر طرف آسمان سے باتین کرنے والی اونچی اونچی عمارتین وہی روپیہ کی گرم بازاری، وہی دوکانداری مین انہماک، وہی عیش کی فراوانی، وہی جسیتی ونفس پرستی، وہی برق ودخان کی پرستاری، وہی ملون، انجنون، اور کارخانون کا زور، وہی ریل، ٹریم، اور موٹر کارون کا شور، وہی صبح سے لیکر رات تک اور شام سے لیکر صبح تک چیختے اور چلاتے ہوئے، شور مچاتے اور دھوان اڑاتے، ڈھکیلتے اور کچلتے ہوئے یاجوج کی بجینی اور

اور بے قراری، بھاگ دوڑ، شور وغل، چیخ پکار، شورش و اضطراب! دن کو چین نہ رات کو سکون، اور اسی کا نام اس دور یاجوجی مین "ترقی" و "تہذیب" ہے! حیرت صرف اس پر ہے، کہ اس غلبۂ یاجوجیت کے باوجود اب تک یہان کی مسجدین کیونکر اس قدر آباد و پر رونق ہین، اور اتنے نمازی اور دیندار مسلمان یہان کیسے نظر آتے ہین!
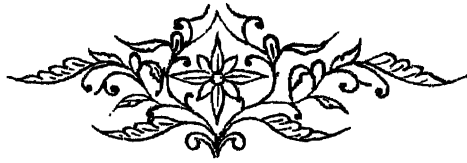
باب (۲)

بمبئی - جہاز

سفر کا ایک اہم جزو، رفقائے سفر ہوتے ہین، سفرِ حج مین یہ اہم جزو بہت زائد اہم ہوجاتا ہے، مین نے جس وقت سے سفرِ حج کا ارادہ کیا تھا، اسی وقت سے بیوی بھی آمادہ تھین، اور آمادگی محض زبان تک محدود نہ تھی، بلکہ اپنا زیور علیحدہ کرکے روپیہ کا بھی انتظام کرلیا تھا، خوشدامن صاحبہ (والدۂ خان بہادر شیخ مسعود الزمان بیرسٹر باندہ) بھی عرصہ سے تیار تھین، میرے آرام کے خیال سے انھون نے ایک مرد ملازم میرے ہی گھر کا پروردہ ہمراہ لیا، رامپور کی ایک عزیزہ بہن ساتھ چلنے کو کہہ رہی تھین میری درخواست پر ان کے حقیقی بھائی بھی جو حیدرآباد مین منصف ہین بڑی تیزی و مستعدی کے ساتھ آمادۂ رفاقت ہوگئے، اس طرح میرا اصلی قافلہ کل چھ شخصون کا ہوا، جنکا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، لکھنؤ کی ایک اور عزیزہ (بیوۂ ڈپٹی نہال الدین احمد مرحوم) بھی مع اپنے بھائی شیخ حیدر علی قدوائی کے ہمراہ ہولی تھین، انکے علاوہ گدیہ کے مولوی عبدالباری صاحب ندوی (استاد جامعہ عثمانیہ) مع اپنے والدین اور چار دوسرے اشخاص کے ہمراہ ہولئے، اور اسی قافلہ مین مولانا سید مناظر احسن صاحب (شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ) بھی شامل تھے، جنکا تعارف ناظرین سچ سے بالکل غیر ضروری ہے،

اس طرح مل ملا کر ہم سب ۱۶ سولہ آدمی ساتھ تھے، لیکن میرا اصلی قافلہ وہی چھ آدمیون کا تھا، سفرِ حج کا ساتھ بڑا نازک ساتھ ہوتا ہے، اچھے اچھے گھرے دوستون کی مدۃ العمر کی دوستیان اس سفر مین ٹوٹتے دیکھی ہین، اور بھائی سے بھائی کو، باپ سے بیٹے کو، پیر سے مرید کو، اس سفر مین چھوٹ جاتے سنا، اسی خوف سے مین نے شروع سے بڑی احتیاط رکھی، کہ قافلہ بہت بڑا نہ ہونے پائے، اور جو لوگ ساتھ ہون بھی، وہ حتی الامکان اپنا اپنا انتظام دوسرے سے علٰحدہ رکھین، آیندہ کے تمام عازمانِ حج کی خدمت مین مخلصانہ گذارش ہی، کہ جب تک کسی دوست یا عزیز پر یہ اعتماد نہ ہو کہ وہ غیر معمولی تحمل دبے نفسی اور صفاتِ اطاعت وانقیاد کا مالک ہی ہرگز اسے شریکِ قافلہ نہ بنایا جائے، اور کھانے پینے، رہنے سہنے کا الگ الگ انتظام تو واجبات مین سے ہی!

بمبئی مین شروع شروع بحمد اللہ اپنے کو مخفی رکھنے مین کامیاب رہا، لیکن قیام جون جون بڑھتا جاتا تھا، اخفار کا اہتمام دشوار تر ہوتا جاتا تھا، آخر ایک روز ایک صاحب یہ پیام لیکر آئے، کہ انگریزی روزنامہ انڈین ڈیلی میل کے نمایندہ صاحب مع کیمرہ کے تشریف لانے کا ارادہ فرما رہے ہین یعنی میرا بیان شایع کرنے کیساتھ ساتھ مجھ عجیب الخلقت کی تصویر سے بھی روشن خیال ناظرین کی ضیافتِ طبع کیجائیگی! گویا اکبر کے اس الہام کی ایک تازہ شرح شایع ہو کر رہیگی، ؎

عشاق کو بھی مالِ تجارت سمجھ لیا اس قہر کو ملاحظہ للہ کیجئے،
بھرتے ہین میری آہ کو فوٹوگراف مین کہتے ہین فیس لیجئے اور آہ کیجئے!

یہان بجائے "فونوگراف" کے "فوٹوگراف" سے کام لیا جانے والا تھا، اور پیام

کے ساتھ ہی ساتھ "فیس" کی جانب بھی اشارہ تھا، جواب مین عرض کیا گیا، کہ تصویر کھنچوانا، اور اخبار کے لئے بیان لکھوانا الگ رہا، یہان تو آغازِ سفر سے اخبار پڑھنا ہی سرے سے ترک کر دیا گیا ہے، یہان تک کہ ایک روزنامہ (خلافت) کے دفتر مین پہنچنے کے باوجود اُس اخبار کو آج تک ہاتھ نہین لگایا ہے، اور اپنے روزنامہ (ہمدرد) کی تو شکل تک بھی نہین دیکھی، خیر یہ مصیبت تو ٹل گئی، لیکن مسیح کی محبت اور قدر افزائی جس گروہ کے دل مین اللہ نے ڈال دی ہے، اُس کی نظر سے بچے رہنا کیونکر ممکن تھا، بالآخر ان محبت کرنے والے بھائیون کی آمد و رفت شروع ہوئی، خود اپنے اپنے کاروبار کا ہرج کر کر کے آتے تھے، اور اپنے گھرون پر لیجا کر کھانا کھلاتے تھے، عزیزی معین الدین حارث، جامعہ ملیہ کے ایک قابلِ فخر گریجویٹ ہین، اور اب اپنا ایک روزانہ اخبار بھی نکال رہے ہین، انھون نے اور ہمین برادری کے ایک نوجوان احمد عبد اللہ "غریب" صاحب نے سادگی و خلوص کے ساتھ "دعوتِ شیراز" کا نمونہ دکھادیا، ان کے ہان کی سادگی کا پورا مقابلہ حاجی قاسم نور محمد چھاپرا صاحب تاجر چوب کی ضیافت کے تکلفات نے کر دیا، حاجی صاحب کو مسیح سے خدا معلوم کیون اتنا حسنِ ظن پیدا ہو گیا ہے، پہلے قیامگاہ پر تحائف لیکر آئے، پھر اپنے ہان دعوت دھوم دھام سے کی، اور پھر جہاز پر پھلون کی بڑی سی ٹوکری خود لیکر آئے، اور ہر موقع پر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنی طرف سے کسی عنایت یا احسان کا احساس مطلق نہین رکھتے، بلکہ اپنی خدمت گزاریون کو اپنے لئے باعثِ فخر و سرمایۂ سعادت سمجھ رہے ہین!

بمبئی مین قیام بارہ دن کرنا پڑا جہاز کی روانگی کی روز امید بندھتی تھی مگر ہر صبح کی خبر شام کو غلط نکلتی تھی، یہ بارہ دن کی مدت ضروریاتِ سفر کی فراہمی اور سامان کی خریداری مین گذری، حجاز مین اب ہر قسم کی چیزین ملنے لگی ہین، جہاز پر بھی کھانے کا فی الجملہ انتظام ہوگیا ہی، اس لئے سامان بجائے زیادہ لیجانے کے، کم سے کم لیجانا چاہئے، ورنہ ایک تو باربرداری مین خرچ اچھا خاصہ پڑجاتا ہی، دوسرے اس کی حفاظت ونگہداشت کی فکر مین قلب کو ہر وقت تشویش رہا کرتی ہے، اور پھر چیزون کے ٹوٹنے پھوٹنے سے نقصان الگ ہوتا رہتا ہی، چنانچہ یہی ارادہ تھا، کہ سامان بہت مختصر اور ہلکا لیا جائیگا، اور اسی ارادہ سے بمبئی کے بازارون مین خریداری کے لئے نکلے، لیکن پھر بھی سولہ آدمیون کی ضرورتین پیش نظر تھین، ہوتے ہوتے کل سامان کا انبار اچھا خاصہ ہوگیا، بستر، کپڑون کے کئی کئی جوڑے (اگر ایک آدھ رنگین جوڑا بھی ساتھ رہے تو بہت آسانی رہتی ہے) اور پیچش بدہضمی، بخار وغیرہ کی مجرب دوائین، گھر سے ہمراہ لیکر نکلے تھے باقی سامان بمبئی مین خرید کیا، ہر شخص کی ضروریاتِ سفر دوسرے سے مختلف ہوتی ہین، تاہم حسب ذیل سامان بمبئی سے خرید کرنا غالبًا علی العموم مفید ثابت ہوگا

احرام کی چادرین (یا تولئے) ڈک چیر (کپڑے کی کرسی) تھرماس، چٹائی، (بہت کام آتی ہی) ٹارچ (چور بتی) لالٹین، ہینڈ بیگ، انگیٹھی، کوئلہ، کیتلی، ٹین کا پیپا (پانی رکھنے کے لئے) مشکیزہ، منجمد دودھ، دلیا، ستو، کھچڑی، چائے، اور پھل، اور جنکو فرش پر سونے مین زیادہ تکلیف محسوس ہوتی ہو، وہ سفری چارپائیان بھی خرید لین، اس سارے سامان کی فراہمی مین بہت زیادہ مدد سیٹھ محمد روشن صاحب

(دناجرچوب) اور اُن کے صاحبزادے میان سراج احمد سے ملی جنھون نے اپنے وقت اور اپنے موٹر کوئی دن، کئی کئی گھنٹے ہم غریب الوطنون کی خدمت کے لئے وقف رکھا اور جن کی رہبری سے ہر سودے مین بڑی کفایت رہی،

حج اور سفر حج صحیح معنی مین ایک مجاہدہ ہے، خودی پر ضرب پوری قوت و شدت کے ساتھ پڑتی ہی، اور بندہ کو بندگی پوری طرح سکھائی جاتی ہی، اسی کا ایک کرشمہ ہے کہ بندہ کا ارادہ قدم قدم پر توڑا جاتا ہی، اور کوئی نقشۂ اوقات (پروگرام) خواہ کتنے ہی غور وفکر کے بعد تیار ہوا ہو، سالم وثابت نہین رہنے دیا جاتا، دریاباد سے قصد یہ تھا، کہ موٹر لاری پر روانگی ہوگی اور راستہ مین بانسہ کی مشہور ومتبرک درگاہ پر حاضری دیتا ہوا لکھنؤ پہونچونگا، لاریان دریاباد سے روزانہ ایک نہین تین تین روانہ ہوتی رہتی ہین، مگر اُس روز ہر امکانی تلاش وکوشش کے بعد ایک بھی نہ مل سکی، مجبوراً ٹرین سے روانہ ہونا پڑا تھا، گاڑی اس قدر لیٹ آئی، کہ راستہ مین اتر کر بانسہ حاضر ہونے کا وقت باقی نہین رہا، یہ سب کچھ تو عین آغازِ سفر کے وقت پیش آیا تھا، لکھنؤ سے ۳۰ شوال کو شب کے وقت روانگی کا قصد مصمم تھا، ۱ر کی سہ پہر کو بمبئی سے تار پہونچا کہ جہاز ابھی نہین جا رہا ہے، چند روز کے لئے ارادہ ملتوی کر دو، اُسی وقت جوابی تار دیکر مزید تفصیل دریافت کی، ۳ر کی دوپہر تک کچھ جواب نہ ملا، دفتر خلافت کو ٹیلیفون دینا چاہا، معلوم ہوا کہ ٹیلیفون کا سلسلہ ٹوٹا ہوا ہی، غرض روانگی سے صرف چند گھنٹے قبل تک تذبذب وتردد ہی رہا تھا! یہی صورت بمبئی مین بھی قائم رہی، ہر روز جہاز کے دفتر ہی سے مستند ومعتبر اطلاعین موصول

ہوتی تھین، لیکن ہر پچھلی پہلی اطلاع کو غیر مستند و غیر معتبر ثابت کر دیتی تھی!
انسانی خودی کا سب سے بڑا مظہر اُس کا ارادہ ہوتا ہے، اسی ارادہ کو چکنا چور کیا جاتا
ہے، مغرور و ناداں انسان، حج کے قصد سے نکلا ہے، پھر بھی اپنے ہی ارادہ کو غالب
و حاکم رکھنا چاہتا ہے! اپنی بےبسی کے اعتراف اور اپنی ہیچ مایگی کے اقرار کو اٹھا
ہے، پھر بھی اپنے ہی کو اختیار و قدرت والا ثابت کرنا چاہتا ہے، عبدیت و بیچارگی، بندگی
و بیکسی کا سبق لینے کو چلا ہے، پھر بھی اپنی ہی خدائی قائم رکھنا چاہتا ہے! ——
انکسار و افتقار، درماندگی و شکستگی کی تعلیم اگر اس سفر مین بھی نہ ہوگی، تو کب ہوگی؟

بارہ دن تک ہماری پوری پارٹی دار الخلافۃ مین مہمان رہی، مہمانی کے یہ معنی
نہین کہ اتنے روز تک ہم سب کا بار خلافت فنڈ پر پڑتا رہا، اس کے برعکس ہم سب کے
کھانے پینے کے بل برابر تیار ہوتے رہے، اور چلتے وقت ہم سب اپنے اپنے حسابات
آنہ پائی سے بیباق کر کے آئے، بلکہ اکثر مہمانون نے اصلی حساب سے زائد ہی خلافت فنڈ
کی خدمت مین نذر کر دیا، جس قدر کفایت یہان ٹھہرنے مین ہوئی، بمبئی کے کسی
ہوٹل مین ممکن نہ تھی، اور جس قدر آرام یہان ملا، یہ بھی اتنے خرچ مین بمبئی کے
کسی ہوٹل مین ممکن نہ تھا، مولانا شوکت علی ہر وقت جس طرح خاطر داریون مین
لگے رہتے تھے، اور اُن کی وجہ سے ہر معاملہ مین جتنی سہولت رہی، اس کا شکریہ الفاظ
کے ذریعہ سے ادا کرنا دشوار ہے، عزیزی زاہد علیخان سلمہٗ جو 'زاہد خشک نہین' اس باب
مین شاید باپ سے بھی کچھ قدم آگے ہین، مولانا عرفان (ناظم مالیات خلافت) قمر صاحب
(ایڈیٹر روزنامۂ خلافت) مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دہلوی، ان سب کی کوششین

اور عنایتین ہمی شکریہ کی حدود سے بالاتر ہین،

اکثر حاجیون کے سامنے ایک سوال، روپیہ کے رکھنے کا ہوتا ہے، نقد روپیہ سب اپنے ساتھ رکھئے، تو خواہ مخواہ ایک بار اور ہر وقت کی فکر حفاظت کا اضافہ ہوتا ہے، ہندوستان مین متعدد کوٹھیان اور ایجنسیان ایسی ہین جہان روپیہ بآسانی جمع ہو جاتا ہے اور حجاز مین بحفاظت تمام ملجاتا ہے، دہلی کے حاجی علیجان مرحوم کی کوٹھی، اس بارے مین قدیم اور سب سے زیادہ مشہور ہے، ان کا کاروبار بڑے پیانہ پر ہے، اور مکہ و مدینہ دونون جگہ ان کے معزز و دیانتدار کارکن موجود ہین ہم لوگون کو اس توسط کی ضرورت نہین پڑی ہم نے اپنا بیشتر روپیہ بمبئی کے مشہور سیٹھ محمد عمر بھائی چاند بھائی خازن جمعیۃ خلافت (ناگدیوی اسٹریٹ) کے حوالہ کر دیا، اور جدہ، مدینہ منورہ، و مکہ معظمہ، ان کے ایجنٹون کے نام چٹھیان لے لین، تھوڑا سا روپیہ شیخ ابراہیم عبداللہ الفضل (نیو کوئنس روڈ چوپاٹی) کے پاس بھی جمع کرا دیا، یہ ذریعہ بھی بہت معتبر ہے، شیخ عبداللہ الفضل نجدی الاصل ہین، اور سلطان ابن سعود کے خاص مقربون مین ہین، ان کے ایک بھائی شیخ عبدالرحمن الفضل، جدہ کے مشہور تاجر ہین، اور دوسرے بھائی محمد الفضل مکہ معظمہ مین نائب گورنر ہین، الفضل صاحب سے بمبئی مین ملاقات بھی ہوئی، اب کی سال یہ بھی عازم حج ہین، اور مجھ سے چند روز کے بعد روانہ ہونگے جہاز پر جو لوگ جا ہین، کپتان کے پاس بھی اپنا روپیہ امانت رکھا سکتے ہین،

بمبئی اور کراچی مین حاجیون کی جہازی کمپنیان تین ہین مغل لائین، نمازی اور شوستری، نمازی اور شوستری مسلمانون کی ہین لیکن ان پر مشترکہ کمپنیون کا اطلاق مشکل ہی ہوسکتا ہی خصوصاً شوستری تو بہت ہی چھوٹی ہی مغل لائن کسی زمانہ مین مسلمانون کی تھی، اب اس پر تمامتر قبضہ اس کے ایجنٹ مسٹر ٹرنر مارسین اینڈ کمپنی کا ہی، دراصل ان سب کے جہاز مال لادنے کے ہین، اور سال کے بیشتر حصہ مین یہی کام کرتے بھی رہتے ہین حج کے موسم مین انھین "مال گاڑیون" کو "سواری گاڑی" بنادیا جاتا ہی، اور ان پر بے جان مال واسباب کی جگہ جاندار حاجیون کو لادا جانے لگتا ہی! ٹرنر مارسین کمپنی کے چھ ڈائرکٹر ہین، ان مین صرف ایک مسلمان ہین باقی پانچون انگریز کمپنی کی شاخین رنگون سے لیکر سوئز تک خلیج بنگال، بحر ہند، خلیج فارس، بحر عرب، بحر روم، مین ۲۳ مختلف مقامات پر قائم ہین، کارکن زیادہ تر انگریز ہی ہین، لیکن بحرین، بندرعباس، بوشہر، جدہ، کراچی، کویت، مکلا، وغیرہ مین مسلمان ایجنٹ ہین، بمبئی کا ایجنٹ براؤن نامی ایک انگریز ہے، لوگ اس کے مزاج واخلاق کی تعریف کرتے ہین، کمپنی آٹھ جہازون کی مالک ہی، اور جہازون کی تعداد نیز عام انتظامات کے لحاظ سے، دوسری کمپنیون سے بڑی اور بہتر ہی، اسی کمپنی سے سفر کرنا طے پایا، اب تک اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مقابلہ کی کشمکش کے وقت بعض کمپنیان اپنا کرایہ بہت گھٹا دیتی ہین، اب کی یہ صورت اُس وقت تک نہ تھی، اور نہ آیندہ اسکی توقع رکھنی چاہیئے، ہر کمپنی کا کرایہ یکسان اور بڑی سی بڑی سرکاری شرح کے مطابق تھا، یعنی:-

تیسرے درجہ کیلئے ۱۹۵ روپیہ آمدورفت دکفایت واپسی ہی کے

سکنڈ کلاس کیلئے ۴۵۰ روپیہ آمدورفت ٹکٹ مین ہوتی ہے۔ اور
فرسٹ کلاس کیلئے ۵۵۰ " " واپسی کی مدت ۱۰ مہینے ہوتی ہے۔
جہاز کے ٹکٹ لیتے وقت وہ منظر پیش نظر ہوجاتا ہے، جو کسی میلہ کے زمانہ مین
ریلوے اسٹیشنون پر تھرڈ کلاس کے ٹکٹ گھرون کا ہوتا ہے! وہی ریل پیل، وہی
دھکم دھکا، وہی انسانیت کی جگہ حیوانیت کی نمایش اور غلبہ! پھر پاسپورٹ حاصل
کرنے کا معرکہ اس پر مستزاد، لیکن ہملوگون کے حق مین خلافت کمیٹی کا وجود آیۂ
رحمت ثابت ہوکر رہا، ع،

حلِ این نکتہ ہم از روے نگار آخر شد!

مولانا شوکت علی، اور دوسرے کارکنانِ خلافت کی نگاہِ توجہ نے اس
مشکل کو آسان کردیا، اور گھر بیٹھے ہم لوگون کو پاسپورٹ اور ٹکٹ حاصل ہوگئے۔

باب (۳)

جہاز

جہاز کی روانگی کی تاریخ خدا معلوم کتنی بار بدلی، ہماری اطلاعین براہ راست کمپنی کے دفتر سے حاصل شدہ ہوتی تھین، ٹرنر مارلیسن کے دفتر مین ایک صاحب قاری محمد بشیر اعظم گڈھی بڑے کام کے اور مستعد آدمی ہین، وہ بیچارے ہمارے ہر کام کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے، اس پر بھی ہر اطلاع غلط ہی ثابت ہوتی رہی، اور روانگی برابر ٹلتی رہی، اسمین خاصہ قصور ہم لوگون کا بھی تھا، جو اپنی ناواقفیت اور ناتجربہ کاری سے حاجیون کے جہاز کو ریل پر قیاس کئے ہوئے تھے، ان جہازون کے چھوٹنے مین بہت سے ایسے موثرات کام کرتے رہتے ہین، جنکا کئی روز قبل سے صحیح اندازہ کر لینا، کمپنی کے افسرون کے اختیار سے باہر ہوتا ہے، اس لئے بہت قبل سے کوئی تاریخ قطعی طور پر متعین نہین ہوسکتی، بہرحال ایک آدھ روز قبل متعین طور پر معلوم ہوا کہ جہاز اکبر ۱۷ مارچ کو روانہ ہوگا، یہ جہاز کچھ ایسا پرانا نہین ۱۹۲۴ء کا بنا ہوا ہے، اور کمپنی کے جہازون مین اوسط درجہ کا ہے، وزن ۴۰۴۳ ٹن ہے ۱۹۲۶ء مین خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء کے معزز ارکانِ وفد اسی جہاز پر گئے تھے، روانگی کی تاریخ کا بالآخر تعین سنکر مایوس اور پریشان حال حاجیون کی جان مین جان آگئی، ہم لوگ بھی انتظار سے اکتا چلے تھے

صبر وضبط کا امتحان کافی ہو چکا تھا، اور وہ جو گھر سے یہ امید لیکر چلا تھا، کہ وسط شوال مین ارض مبارک مین پہونچ جائیگا، اسے وسط شوال تک بمبئی ہی مین رکا رہنا پڑا تھا، ۲۷ و ۲۸ کی درمیانی شب، خاص شوق و اشتیاق مین گذری،

جمعرات، ۲۸ مارچ، ۱۶ شوال جہاز ۱۱ بجے شب کو چھوٹنے والا تھا لیکن حاجیون کو حکم یہ ملا تھا، کہ ۸ بجے صبح اپنا سامان جہاز پر رکھدین، اور خود ۳ بجے سہ پہر کو بھپارہ (ڈس انفکشن) کے لئے حاضر ہوکر قبل مغرب جہاز پر سوار ہو جائین، اس حکم کی تعمیل مین سامان صبح روانہ کر دیا گیا تھا، لیکن اسکی روانگی مین کسی قدر دیر ہو گئی تھی، ادوسرے حاجی بہت قبل سے پہونچکر ساری اچھی جگہین اپنے اسباب سے گھیر چکے تھے، حج کا سفر اللہ نے اس لئے رکھا ہی کہ بندہ کو بندہ بننے کی عادت پڑے، بندہ، بندگی، ایثار، بےنفسی کا سبق حاصل کرے، لیکن بندون مین ٹھیک اس کے برعکس خود غرضیون کا زور ہوتا ہے، اور ہر شخص اسی فکر مین لگا رہتا ہی، کہ دوسرون کو دھکا دیکر، ڈھکیل کر، ڈرا دھمکا کر، جس طرح بھی ممکن ہو اپنے لیے بہتر سے بہتر جگہ حاصل کرے، اور دوسرون کے حقوق اور انکی تکلیفون کا مطلق لحاظ نہین رہتا، عموماً کامیاب وہی رہتے ہین، جو ہاتھ پیر کے زبردست ہوتے ہین، یا پھر وہ جو جہاز کے ملازمون کو دے دلا کر اپنا کر لیتے ہین، سہ پہر کو ہم لوگ بھپارہ گھر حاضر ہوئے، جس کی عمارت پرنس ڈاک سے ایک آدھ فرلانگ کے فاصلہ پر ہے، یہان کا سمان دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی، حاجیون کی جماعت اس وقت انسانون کی جماعت نہ تھی، بھیڑ بکریون کا ایک غول تھا، جسے پولیس کے کانسٹبل، اور شفاخانہ کے ملازم جس طرح چاہین ہانکتے ہین،

سنتے ہین کہ بمبئی مین ہماری مہربان سرکار کی طرف سے کوئی محکمہ محافظِ حجاج بھی قایم ہے، "محافظت" کی نئی اور انوکھی صورت آج دیکھنے مین آئی کہ بیچارے عوام کا لانعام" کا ذکر نہین، اچھے اچھے معزز و ذی مرتبت حاجی، فرسٹ کلاس کے ٹکٹ رکھنے والے تیز دھوپ مین حیران و پریشان، ہجوم مین دھکے کھاتے پھرتے ہین! اور عورتون بیچاریون کی حالت اس سے بھی کہین ابتر! یہ سزا ہے یاجوجی حکومت کی طرف سے اس جرم کی، کہ اس بیسوین صدی کی روشنی مین بھی لندن اور پیرس، روما اور ویانا، آکسفرڈ اور کیمبرج، گلاسکو اور ایڈنبرا، نیویارک، اور واشنگٹن، کو چھوڑ کر ایک ریتیلے بیابان، اور پتھریلے ویرانہ کی طرف ذوق و شوق سے رُخ کیا جارہا ہے! حدیث نبوی مین بے شبہہ ارشاد ہوا ہے، کہ حج، یاجوج کے زمانہ مین جاری رہے گا، لیکن یاجوجی حکومتین حاجیون کے ساتھ کیا برتاؤ کرینگی، اور حاجیون پر کیا کچھ گذرتی رہیگی، اسکا تعلق سننے سے نہین، دیکھنے سے، مطالعہ سے نہین مشاہدہ سے، اور اخبار سے نہین، تجربہ سے ہے! یہ سچ ہے، کہ اللہ کے راستہ مین نکلنے والون کے لئے ہر تکلیف عین راحت، اور ہر توہین عین عزت ہے، لیکن جو یاجوجی قوتین آج اپنے دست و بازو پر نازان ہین، وہ سن رکھین، کہ یہ امتحان اللہ کی راہ مین نکلنے والون کے صبر و ضبط، کسرِ نفس و خود شکنی کا نہین، بلکہ خود زمین و آسمان کے پروردگار کے حلم کا امتحان ہے!

شوکت صاحب کل شب مین دہلی روانہ ہو گئے تھے، آج انکی جانشینی زاہد سلمہ کے حصہ مین آئی، بیچارہ اور جہاز کے سارے معرکے زاہد صاحب ہی کی مدد سے سر ہوئے، اور "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کے پرانے مقولہ کی آج نئی تصدیق حاصل ہوئی،

اللہ اس ہونہار نوجوان کو اپنے حفظ وامان مین رکھے، اور اسے پختہ دیندار مسلمان بنادے، انجمن خدام النبی کے کارکن بڑی محبت اور سیرچشمی کے ساتھ حاجیون کو برف وشربت سے سیراب کرتے ہوئے دکھائی دیئے، کاش سرکار دولتمدار کے محکمہ محافظ حجاج مین اتنی ہی ہمدردی وانسانیت ہوتی! گھنٹون کے انتظار کے بعد بھیارہ خانہ مین ہم لوگون کی بھی "ڈاکٹری" ہوئی، یعنی برائے نام ہماری نبضون پر ہاتھ رکھکر، دو سکنڈ مین اس سوانگ کو ختم کر دیا گیا، اور عصر کے آخر وقت تک سب کے سب حاجی جہاز پر سوار ہو گئے، مجموعی تعداد قریب پندرہ سو کے پہونچی، اس وقت سے لیکر شب کے گیارہ بجے تک جو جہاز کے چھوٹنے کا وقت تھا، انسانون کے اتنے بڑے مجمع کو جسمین بوڑھے اور بچے تندرست اور بیمار، توانا اور کمزور سبھی تھے، حوائج بشری سے بالکل پاک اور منزہ فرض کر لیا گیا، گویا جہاز کا عرشہ جنت کا صحن تھا، جہان کسی کو قضائے حاجت کی ضرورت نہ پیش آئیگی! جہاز مین پیشاب اور پاخانے کی جگہین متعدد بنی ہوئی تھین لیکن، اس وقت سب کی سب مقفل تھین، اور جب تک جہاز چھوٹ نہ لیا، بدستور مقفل رہین! اسا کہ جہاز جب تک گودی (ڈاک) مین لگا رہتا ہی، اس اندیشہ سے کہ کہین ساحل سمندر گندگی و غلاظت سے لبریز نہ ہو جائے، برابر اسی طرح جہازون کے پاخانے مقفل رہا کرتے ہین، ۴ بجے بھیارہ کا وقت مقرر تھا، بہت سے غریب حاجی ۲ بجے اپنے اپنے ٹھکانون سے روانہ ہوئے تھے، اُس وقت سے لیکر ۱۱ بجے تک یعنی پورے ۹ گھنٹے کی مدت مین کمزور مثانہ والے حاجیون پر کیا گذری، کیا اس کی تصریح کی ضرورت ہی؟

ٹھیک ۱۱ بجے شب کو جہاز مین حرکت ہوئی، اور اُس نے آہستہ آہستہ ساحل کو چھوڑنا شروع کیا، لیجئے دیکھتے ہی دیکھتے، قرب وجوار کی ساری عمارتین نظرون سے پوشیدہ ہوگئین، اور صرف اُنکی روشنیان باقی رہ گئین، اللہ اللہ! کیا وقت ہی! کیا سمان ہی! جہاز مین حرکت تو خیر جیسی کچھ بھی ہو، اپنے دل کی حرکت کا کیا حال ہے؟ وطن ہر لحظہ دور ہوتا جارہا ہی وطن کی دلچسپیان ساری کی ساری پیچھے چھوٹتی جاتی ہین، بیوی بیشک ساتھ ہین، لیکن بچیان وہین ہین، والدہ ماجدہ وہین ہین، بھائی وہین ہین، بہن وہین ہین، سارے اعزہ اور دوست وہین ہین، ساتھ کے کام کرنے والے وہین ہین لیکن بحمد اللہ دل مین اس وقت ان مین سے کسی کی فکر نہین، فکر اُنکی نہین، جو پیچھے چھوٹ رہے ہین، فکر ہے تو اُنکی جو آگے ملنے والے ہین! دوستو! اور عزیزو! خدا حافظ! خاکِ وطن کے ذرو، خدا حافظ! سب کو اسی مالک ومولا کے سپرد کیا، سب کو اُسی کریم ورحیم کی حفاظت مین دیا جس کے در پر جبین سائی کو یہ ننگِ وطن وننگِ خاندان اس وقت روانہ ہورہا ہی، اُس کی خطائین معاف کرو، اُس کے قصورون سے درگذرو، اُسکی بیہودگیون پر خاک ڈالو، اللہ تمھارے عیبون پر پردہ ڈالیگا، اللہ تمھارے مرتبے بلند کریگا، اللہ تمھاری خطاؤن کو معاف کریگا، لبیک اللّٰھم لبیک، اللّٰھم الیک توجھت وعلیک توکلت ووجھک اردت فاجعل ذنبی مغفورا وحجی مبرورا وارحمنی ولا تخیبنی واقض بعرفات حاجاتی انک علی کل شیئ قدیر،

خواجہ حافظ نے مدت ہوئی فرمایا تھا ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا!

لیکن حقیقت یہ ہے کہ "شب تاریک" ہی نہیں، روز روشن مین بھی، اور "بیم و موج" ہی کے وقت نہین، سمندر کے سکون کے وقت بھی، اور "گرداب" و "تلاطم" ہی کی حالت مین نہین، پوری ہمواری کی حالت مین بھی، حاجیون کے جہاز کی کیفیت کا اندازہ صرف حاجی ہی کر سکتے ہین، بغیر آپ بیتی کے "سبکسارانِ ساحل" اس کا صحیح اندازہ کرنے سے بالکل قاصر ہین! ریل کے سفر مین جو سہولتین بالعموم حاصل رہتی ہین، وہ ان جہازون مین عنقا کا حکم رکھتی ہین، تھرڈ کلاس والون کا ذکر نہین وہ مخلوق تو شاید سختیان اٹھانے اور تکلیفین جھیلنے کے لئے پیدا ہی ہوئی ہے، سکنڈ کلاس بلکہ فرسٹ کلاس والون کو بھی قدم قدم پر یہ محسوس کرایا جاتا ہے، کہ وہ عبادت کیلئے مجاہدہ کے لئے، کسرِ نفس کے لئے گھرون سے نکلے ہین، اور خدا بننے کیلئے نہین، بندہ بننے کے لئے چلے ہین! اکبر کا شمارہ اچھے خاصے جہازون مین ہے، سب سے نیچے کا حصہ ریل کی مال گاڑیون کی طرح مال کے لئے مخصوص، اس "اسفل سافلین" کے مقابلہ مین "اعلیٰ علیین" یعنی جہاز کا سب سے اونچا عرشہ، اعلیٰ فرنگی افسرون، کپتان، چیف آفیسر، انجنیر وغیرہ کے لئے مخصوص! چھوٹی چھوٹی کوٹھریان، جنمین نہ پنکھا، نہ ہوا کا گذر، نہ پاخانہ، نہ غسل خانہ، اوپر تلے دو بنچین، ان کا نام "سکنڈ کلاس کیبن" جنکا کرایہ تھرڈ کلاس سے ڈھائی گنا! فرسٹ کلاس بھی اسیقدر تنگ و مختصر، البتہ انکا مقام نسبۃً بہتر، اور پنکھا ان مین موجود، لیکن پاخانہ اور غسل خانہ ان کے ساتھ بھی نہین! اور پیشاب کی ضرورت کے لئے ہر مرتبہ، ہر فرسٹ کلاس کے مسافر کو خاصی مسافت

طے کرکے اُس عام و مشترک بیت الخلا تک جانا ہوتا ہی جس پر فرسٹ کلاس اور سکنڈ کلاس دونون کے کل مسافرون کا یکسان حق ہوتا ہی! پھر زنانہ و مردانہ کی بھی تفریق نہین سب کے لئے ایک ہی کافی! ایسی صورت مین اگر دروازہ پر دس دس منٹ تک لوٹا ہاتھ مین لئے امیدواری کرتی رہنا پڑے، تو حیرت کی کیا بات! طہارت کا انتظام بمنزلہٗ صفر، گندگی دور ہونے کے بجائے کپڑون کے نجس ہو جانے کا اندیشہ ہر وقت لگا ہوا! آرام و آسایش کا یہ معیار فرسٹ کلاس والون کے لئے ہی!

"جسکی بہار یہ ہو پھر اسکی خزان نہ پوچھ"! اگر "بہار" سے "خزان" کا اندازہ کرنا ممکن ہی، تو فرسٹ کلاس کی حالت سے تھرڈ کلاس کا بھی اندازہ کرلینا ناممکن نہین! جہاز کے اسفل سافلین سے اوپر کے دو درجے تھرڈ کلاس والون کے لئے ہوتے ہین لیکن انھین درجہ قرار دینا، خود لفظ "درجہ" کی تحقیر کرنا ہی! یہ درجے کیا ہوتے ہین بھیڑ بکریون کے باڑے ہوتے ہین جنمین بے زبان جانورون کے بجائے بے زبان (اور شاید بے جان بھی!) "کالے" آدمیون کو الٹے سیدھے، تلے اوپر، بھر دیا جاتا ہی! ادھر کوڑے کے ڈھیر، اُدھر غلاظت کے انبار! ادھر کھانا پک رہا ہی، اور دھوان ہی، کہ آنکھ اور ناک مین گھسا جا رہا ہی، اُدھر سامنے بیٹھے ہوئے چھوٹے بچے ہی نہین انکے باپ اور چچا، پیران نابالغ، ہر قسم کی شرم و غیرت کو بالائے طاق رکھے ہوئے، بلا تکلف، پیشاب اور پاخانہ کے مشاغل مین مصروف! روشنی کا گذر دشوار، اور ہوا کا گذر دشوار تر! رہے تھرڈ کلاس کے پاخانے اور غسلخانے، تو اُن کا تو تصور بھی نفس مزاجون پر بار ہوگا! جہاز کا نیچے والا عرشہ (ڈک) جہان فرسٹ کلاس کیبن ہوتے ہین

درحقیقت فرسٹ اور سکنڈ کلاس والون کا برآمدہ ہوتا ہی، جو تھرڈ کلاس والے قلیون یا جہاز والون کو کچھ دے دلاکر یہان قبضہ کر لیتے ہین، وہ مزے مین رہتے ہین اور مسافرون مین بہت خوش قسمت سمجھے جاتے ہین، میٹھا پانی اول تو ملتا بہت محدود مقدار مین ہے، پھر اُس کے ملنے کے اوقات معیّن و مختصر، یہی حال کھانا پکانے کی لکڑی کا ہی، جو جہاز پر بلا قیمت تقسیم ہوتی رہتی ہی، پانی اور لکڑی، دونون کی تقسیم کے وقت جو ہنگامہ برپا ہوتا ہی جس طرح کنستر سے کنستر اور سر سے سر ٹکراتے ہین، اور بوڑھون اور کمزورون کو جس قیامت کا سامنا ہوتا ہی اُن سب کا تعلق دیکھنے سے ہے، سننے سے نہین! —— لیکن درحقیقت صبر وشکر کا سبق بھی اللہ کی اسی بے زبان مخلوق سے لینا چاہیئے، دیکھنے والون کو ان پر ترس آرہا ہی لیکن یہ اپنے حال مین مست، اپنی دھن مین مگن! انھین نہ برقی قمقمون کی طلب، نہ پنکھے کی ہوس، نہ برف کی خواہش، نہ لائم جوس کی تمنا، کہین تلاوت ہو رہی ہی کہین وعظ کی محفل گرم، کہین دیگچیان مانجی جا رہی ہین، کہین کپڑے اپنے ہاتھ سے دھل رہے ہین، کہین روٹیان توے پر پڑ رہی ہین، اور تقریبًا سارے کے سارے بے فکر و بے غم! انکا میلاپن قابلِ نفرین، لیکن انکا صبر قابلِ رشک، انکا شکر قابلِ داد، اور انکی ہمت قابلِ آفرین!

مغرور و بر خود غلط، متمرد و سرکش، غافل و مدہوش، خاک کا پتلا، کس قدر اپنی حیثیت کو بھولا ہوا، اور اپنی حقیقت کو بھلائے ہوئے ہے، حج کا سفر، ایثار و فدویت فروتنی و نفس شکنی کا مدرسہ ہوتا ہی، اس پر بھی نفس کی فربہی مین ایک ذرہ کمی نہین

انانیت ہر ہر قدم پر زندہ، اور نفس پرستی سے وقت کا لمحہ لمحہ معمور! مصائبِ سفر کا بیشتر حصہ تو خیالی اور اپنے دماغ کا پیدا کردہ ہوتا ہے، باقی تھوڑی بہت تکلیفیں جو واقعی ہوتی ہیں، سو اے عزیز! اگر یہ علم صحیح قائم ہوجائے، کہ یہ کس کی راہ میں پیش آرہی ہیں! تو معاً تکلیف آرام سے اور درد راحت سے تبدیل ہوجائے، ہر گمرہی کی بنیاد انسان کے اس جذبہ پر ہے، کہ وہ اپنی مرضی کو سب پر حکمران دیکھنا چاہتا ہے، اسلام اسی باطل پرستی کی تصحیح کے لیے ہے، اسلام کے معنی اپنی مرضی کو اپنے پیدا کرنے والے کی مرضی کے محکوم کردینے کے ہیں، اور فریضۂ حج اسی مقصد کی تکمیل کا ایک آلہ ہے، پھر اگر راستہ میں کچھ امور ناخوشگوار پیش آئیں، تو اُن پر بے صبری کا اظہار کتنی بڑی محرومی اور بدنصیبی ہے! دنیا میں کسی کے ساتھ ذرا سا دل کا لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے، پھر دیکھئے، کہ اسکی گلی کا ہر کانٹا کس طرح پھول بنجاتا ہے، پس وہ جو سب محبوبوں کا محبوب ہے، اور سب کی محبتوں کا تاجدار ہے، اگر اُسکی راہ میں کوئی بات خلافِ مزاج یا خلافِ توقع پیش آئے، تو وہ بات ہی ایسی کیا ہوسکتی ہے جس کے چرچے زبانوں پر لائے جائیں، اور جس کے تذکرے اخبارات کے کالموں میں پھیلائے جائیں!

باب (۴)

جہاز سمندر

قافلہ کے دونون جز و ملاکر کل ہم لوگ سولہ آدمی تھے، سکنڈ کلاس کی حالت اوپر بیان کیجا چکی ہے، حاجیون کے جہاز پر سکنڈ کلاس کا ٹکٹ لینا نادانی ہی، ریل کے سکنڈ کلاس پر ہرگز اسے قیاس نہ کرنا چاہیے، وہ آرام و آسایش یہان خواب و خیال ہے، ساڑھے چارسو اور ساڑھے پانچ سو کی رقم مین کچھ بہت زائد فرق نہیین، جو لوگ صاحب استطاعت ہین، انھین چاہیے، کہ فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لین، ورنہ پھر تھرڈ ہی پر قناعت کرین، ہم لوگون نے چار ٹکٹ فرسٹ کے لئے، باقی بارہ تھرڈ کے تھے، انھین بارہ مین ہم میان بیوی بھی تھے، تھرڈ سے زیادہ کی بجٹ مین گنجایش نہ تھی، طے کر چکے تھے، کہ بری بھلی جس طرح بھی گذریگی، بہرحال ہزارون دوسری مخلوق خدا کی طرح برداشت ہی کرین گے، مگر اب خدا کی قدرت ملاحظہ ہو، شوکت صاحب خود مجھے ہمراہ لیکر ٹرنر مارسین کے دفتر مین گئے، اور لگے میرا تعارف اپنی زبان اور اپنے لہجہ مین کرنے، انکی زبان کون پکڑ سکتا تھا، جو کچھ جی مین آیا فرماتے رہے، نتیجہ یہ ہوا، کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم میان بیوی کے ٹکٹ، تھرڈ کلاس کی قیمت کے ساتھ فرسٹ کلاس کے ہوگئے! دفتر

ہی مین جہاز اکبر کا نقشہ دیکھکر ہمارے فرسٹ کلاس والے ساتھیون کے لئے دو کیبن مخصوص و نامزد ہو گئے، اور ہم میان بیوی کے لئے کمپنی والون نے سب سے اوپر کے عرشہ کا وہ کیبن مخصوص کر دیا جسکی تمنا فرسٹ کلاس والون کو بھی رہا کرتی ہی، سب سے اوپر کے عرشہ پر بجز انگریز افسرون کے اور کسی کا کیبن نہین ہوتا، صرف یہی ایک کیبن خالی ہوتا ہی جو کپتان کے کیبن سے بالکل ملا ہوا ہوتا ہی، اور خوش نصیبون ہی کے حصہ مین آتا ہے! اس طرح سب سے کم خرچ مین مین سب سے اونچی اور ہوادار جگہ پا کر صحیح معنی مین "کم خرچ بالانشین" بنا ہوا تھا،

کریم کی دستگیریان اور مشکل کشائیان ملاحظہ ہون، کمزورون اور ناتوانون کی کس کس طرح دستگیری کیجاتی ہی، اور بزدلون اور پست ہمتون کی ہمت کس کس طرح بندھائی جاتی ہی! جہاز بھر مین جو سب سے زیادہ کم ہمت اور مشقت سے بھاگنے والا تھا اسی پر سب سے زیادہ الطاف وعنایات کی بارش ہوئی، اور وہ جو قدم قدم پر راحت کا حریص اور آرام کا بھوکا تھا، اُسے کیسا کیسا نوازا گیا، اور کن کن طریقون سے بہلایا گیا، کُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا بیمار بچہ جب دوا سے، اور بدشوق بچہ جب مدرسہ سے بھاگتا ہی، تو دایہ کس کس طرح بہلاتی ہی، اور مان کیسے کیسے لالچ دلاتی ہی، پھر وہ جسکی رحمت و شفقت نے ہر دایہ سے بڑھکر چاہت، اور جسکی ربوبیت و کریمی نے ہر مان سے زیادہ ممتا، اپنے اوپر لازم کر رکھی ہے، کیونکر ممکن تھا کہ اپنی خلقت کے نادان اور نافہم، ضدی اور ہٹیلے بچون کو یون ہی بھٹکتا اور بہکتا چھوڑ دے!

اے خدا از فضلِ تو حاجت روا | با تو یادِ ہیچکس نبود روا
تلخ تر از فرقتِ تو ہیچ نیست | بے پناہت غیر پیچاپیچ نیست
دستِ ما چون پاے ما را می خورد | بے امان تو کسے جان کے برد

ہر سفر کی خوشگواری و ناخوشگواری مین خاصہ دخل سفر کے رفیقون کو ہوتا ہی، رفیق اگر ہم مذاق ہین، تو ہر سفر خوشگوار بن سکتا ہی، اور اگر رفیق ناجنس ملے، تو کلفت بھی اُسی درجہ کی ہوتی ہی، جہاز کے سفر مین، جہان ساری بیرونی دنیا سے بے تعلقی ہو جاتی ہی، اور ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو ہفتے یہ بے تعلقی قایم رہتی ہی، رفیقون کا سوال اور زائد اہم ہو جاتا ہی، ہمارے قافلہ کے جو اصلی اجزا تھے، انکا ذکر اوپر آچکا، مولوی عبد الباری صاحب ندوی کے والد ماجد حکیم عبد الخالق صاحب کی رفاقت بہت مفید ثابت ہوئی، وہ محض ایک عبادت گذار و درویش صفت بزرگ ہی نہین، بلکہ تجربہ کار طبیب بھی ہین، اور اپنے ہمراہ مجربات کا ایک پورا بکس لے گئے تھے[ل] راستے مین تھوڑا بہت بیمار پڑنا ناگزیر تھا، سارے قافلہ کو کم و بیش حکیم صاحب اور انکے مجربات کی ضرورت پڑی، اور سب کے دلون سے انکے حق مین دعاے خیر نکلی، مولانا مناظر احسن صاحب کا درد و گداز، علم و فضل، ذوق و جوش ہر موقع پر ایک نئے رنگ مین نمایان ہوتا رہا، اور اُنکی ایمان پرور تقریرین اور نظمین خدا معلوم کتنے دلون کو گرماتی، اور کتنے ایمانون کو تازہ کرتی رہین، انکے عزیز مولوی شاہ لطف اللہ مونگیری (خلف مولانا شاہ محمد علی مونگیری قدس سرہٗ)

ل افسوس ہی کہ اس سفر نامہ کی ترتیب کے وقت تک حکیم صاحب کا انتقال ہو چکا،

بھی مع اپنی پارٹی کے بمبئی سے ہمراہ ہو گئے تھے، بہار ہی کے ایک منصف نصیر الدین صاحب بھی مع اپنے صاحبزادہ ضمیر الدین صاحب کے، جو اپنے صوبہ کی خلافت کمیٹی کے ایک پر جوش کارکن معلوم ہوتے ہیں، جہاز پر ملے، اور تھوڑی ہی دیر میں ہم لوگوں سے گھل مل گئے، مولوی عین الحق صاحب پنشنر جج عدالت خفیفہ، جو ایک زمانہ میں بہاری تھے، مگر اب لکھنوی ہو گئے ہیں، والد ماجد مرحوم کے ملنے والوں میں ہیں، اور دو حج اس کے قبل کر چکے ہیں، ابکی اپنے تیسرے حج میں اسی جہاز پر ہیں، انھیں دیکھ کر قدرتِ خدا نظر آتی ہے، لباس اس درجہ سادہ! مزاج اس درجہ قانع! یقین ہی نہیں آتا، کہ یہ بی اے، بی، ال ہیں، اور بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر رہ چکے ہیں، غازیپور کے گریجویٹ وکیل مولوی رفیع اللہ صاحب بھی اسی قبیل کے انسان نظر آئے، ان کی شب بیداری، انکی سادگی، اور انکے ذوقِ عبادت پر بار بار رشک آتا ہے، سب سے زیادہ دلچسپ ہستی ہمارے وطن کے چودھری محمد علی (چمرو) تعلقدار ردولی کی ہے، جو لوگ اس ہنسنے والے اور ہنسانے والے زندہ دل رئیس سے واقف ہیں، وہ خدا معلوم اُن کے سفر حج کی خبر کو باور کیونکر کریں گے! لیکن کریم کی کریمی میں کسی کا کیا اجارہ ہے، وہ جسے چاہے دم بھر میں نواز دے! ہندوستان کی شیعی جماعت کے شاید وہی تنہا نمایندہ ہیں، جو اس جہاز پر مع اپنی سنی اور دیندار زوجۂ محترمہ کے حجِ بیت اللہ کے لئے چل رہے ہیں، ان سب رفیقوں اور جلیسوں نے مل جل کر سفر میں وطن کی شان پیدا کر دی تھی،

سنتے تھے کہ جہاز میں متلی کی شکایت عام رہتی ہے، اور اکثر دن کو چکر آتے رہتے

ہین، یہان تک کہ بعض لوگون کی حالتین خراب ہو ہو جاتی ہین، ہم لوگون نے اسکی
پیش بندی مین کاغذی لیمون بہت سے ساتھ رکھ لئے تھے بعضون کے ساتھ
املیان بھی تھین، ہلکے ترش میوے اکثر متلی اور دوران سفر مین مفید ثابت ہوتے تھے،
بعض لوگون نے ایک پیٹنٹ دوا (MOTHER SEIGATS ANTI SEA-
SICKNESS-) کے قرص بھی جو خاصے گران ملتے ہین بمبئی سے خرید کر ہمراہ لیلیے
تھے لیکن بحمداللہ ان چیزون کے استعمال کی ضرورت اکثرون کو مطلق نہین پیش آئی
اس کی ایک خاص وجہ ماہرین سفر دریائی نے یہ بیان کی کہ موسم خشک و خوشگوار تھا،
اور سمندر مین تلاطم بالکل نہ تھا، مارچ اور اپریل کا مہینہ سفر بحری کے لئے خاص
طور پر موزون ہین، سمندر اس زمانے مین خاموش و پرسکون رہتا ہی، البتہ برسات
کے موسم مین خصوصاً اُس کے آغاز مین اور اُس کے اختتام پر، سمندر مین شدید تلاطم
برپا رہتا ہے، اور طاقتور موجین ہولناک حد تک بلند ہو ہو کر جہاز سے ٹکراتی
رہتی ہین، ان سے جہاز ہنڈولے کی طرح ڈانوا ڈول ہونے لگتا ہی، یعنی دائین
اور بائین پہلوؤن پر جھکنے اور اُٹھنے لگتا ہی، اسی سے آلات ہضم مین ہیجان پیدا
ہو جاتا ہی، اور انسان دوران سر اور متلی مین مبتلا ہو جاتا ہی، ہمارا جہاز تقریباً
بالکل محفوظ رہا، اور بجز معدودے چند اشخاص کے اور کسی کو قابل ذکر شکایت
نہین پیدا ہوئی، ایک بات تجربہ سے یہ معلوم ہوئی، کہ پرخوری اور خلوی معدہ
دونون اس حالت مین مضر ہین، اور ایک طرف اگر ثقیل، و دیرہضم غذاؤن سے
بچنے کی ضرورت ہی، تو دوسری طرف بالکل بھوکے رہنے سے بھی، بجائے اسکے
کہ ایک یا دو بار کھانا خوب شکم سیر ہو کر کھا لیا جائے یا محض فاقہ کیا جائے، چائے

اور ناشتہ کی ہلکی غذائین اگر دن مین بار بار استعمال مین آتی رہین، تو انشاءاللہ جہاز کی بیماری سے نجات رہیگی، ایک اور ضروری شے تازہ ہوا ہی، تھرڈ کلاس والے بیچارے ایک بڑی حد تک اس نعمت سے محروم رہتے ہین، تاہم جس حد تک بھی ممکن ہو اسکی طرف انھین سبقت کرتے رہنا چاہیئے، میرا ذاتی تجربہ ایک یہ بھی ہے کہ نگاہ کو حتی الامکان اگر جہاز کے کنارون پر نہ جمنے دیا جائے، بلکہ سمندر کے دور سے دور کنارون پر جما یا جائے تو بھی سر کے چکر سے بہت عافیت رہتی ہی،

گوری حکومت مین گوری قوم کا ہر ہر فرد اپنے کو حاکم سمجھتا ہی، اور کوئی گورا کہین اور کسی مرتبہ پر بھی ہو، ماتحت نہین، حاکم اور خادم نہین، آقا بنکر رہتا ہی، حاجیون کے جہاز اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین ہوتے، ظاہر ہے کہ یہ کمپنیان حاجیون کے روپیہ سے زندہ ہین، اور انکا مقصد وجود حاجیون کی خدمت ہی، تاہم جہاز کے جتنے بڑے عہدہ دار تھے، سب فرنگی ہی تھے، کپتان انگریز، چیف آفیسر انگریز، سکنڈ آفیسر انگریز، انجنیر انگریز، میکینک انگریز، وایرلیس سینر آپریٹر انگریز، جونیر آپریٹر انگریز وغیرہ وغیرہ، اور غیر مسلم تو چھوٹے بڑے تقریباً سب ہی عہدہ دار تھے، اور سب کا برتاؤ حاجیون کے ساتھ وہی تھا جو "گورون" کا "کالون" کے ساتھ اور "صاحب" کا "نیٹو" کے ساتھ ہر جگہ رہا کرتا ہی، تاہم یہ شاید حاجیون کی طویل صحبت کی برکت تھی، یا کیا، کہ برتاؤ فی الجملہ نرم و مہذب تھا، اور سختیان نسبتہً کم تھین، جہاز کا سب سے بڑا افسر کمانڈر یا کپتان کہلاتا ہی، فرنگیون سے بات چیت کرنے کو اب مدت سے جی نہین چاہتا، تاہم اس جہاز کا کپتان پی ایچ، وارڈ ایک نیکدل و سادہ مزاج انگریز ہی، جو حاجیون سے ہمدردی بھی خاصی رکھتا ہے،

اُس سے اکثر بات چیت ہوتی رہتی تھی، جہاز کا چیف آفیسر گبین بھی ایک خوش مزاج نوجوان انگریز ہے، اس سے بھی کبھی کبھی گفتگو ہوتی رہتی تھی، کپتان کے دروازہ سے دروازہ ملا ہوا تھا، بار بار سابقہ پڑتے رہنا ناگزیر تھا،

حاجیوں کے جہاز پر ابتدا سے کھانے کا مسئلہ بہت اہم رہا کیا ہی جہاز پر جو ہوٹل افسران جہاز کے لئے ہوتا ہی، اول تو عام مسافروں کے لئے ہوتا نہیں، صرف فرسٹ کلاس والوں کے لئے ہوتا ہی پھر کھانے کے دام زائد، اور کھانا انگریزی مذاق کا اس لئے عموماً حاجیوں کے لئے اس کا وجود بیکار ہی ثابت ہوتا ہی، اور ہر حاجی کو کھانے، اور کھانا پکانے کا سارا سامان لاد کر لیجانا پڑتا ہی آٹا دال چاول، گھی، مسالہ دیگچیاں برتن چولھا، سل بٹہ، لکڑی چیرنے کی کلھاڑی، اور خدا معلوم اور کیا کیا، بوریوں میں بھر بھر کر لادنا پڑتا ہی جس کی زحمت و مشقت محتاج بیان نہیں، ایکی سال خدا کے فضل سے یہ زحمت ایک بڑی حد تک دور ہو گئی تھی، مسلم پلگرم فوڈ سپلائی کمپنی کے نام سے، حاجی سیٹھ عمر بھائی چاند بھائی کے زیر اہتمام و نگرانی ٹرنر مارلین کے جہازوں پر کھانے کی دوکانیں اس سال سے کھل گئی ہیں، چنانچہ اکبر پر بھی اسی کمپنی کی طرف سے ایک مسلم ہوٹل موجود تھا، جو معتدل بلکہ ارزاں نرخ پر مسلمان یا ورچیوں کا پکایا ہوا کھانا دے رہا تھا، کسی ہوٹل کے لئے یہ ممکن نہیں، کہ وہ ہر شخص کے ذائقہ کا یکساں لحاظ رکھ سکے، اور پھر یہ ہوٹل تو ابھی بالکل نیا تھا، ناتجربہ کاری کی لغزشیں ناگزیر تھیں، پھر بھی ہونہار ہوٹل نے اپنی بساط کے موافق بہت آرام پہونچایا، اور اس کے منیجر اور اسسٹنٹ منیجر نے حاجیوں کو خوش اور مطمئن رکھنے کی اپنی

والی پوری کوشش جاری رکھی، افسوس ہے کہ کمپنی والون نے ہوٹل کو کافی مشتہر
نہین کیا تھا، اور ہوٹل کھلنے کی اطلاع صرف چند اخبارون تک محدود رہی تھی،
اس لئے حاجیون کے عام اور دیہاتی طبقہ کو اسکی اطلاع بھی نہین ہو سکی تھی، اور
وہ لوگ حسب دستور اپنے اپنے گھرون سے پورا سامان لاد کر لائے تھے، اور اپنا
کھانا اپنے ہاتھ سے پکاتے رہے، آیندہ کے لئے میرا مشورہ ہے کہ حاجی صاحبان بڑی
تعداد مین اسی مسلم ہوٹل کی سرپرستی فرمائین (بشرطیکہ یہ کمپنی مسلمانون کی عام غفلت
و بےحسی کا شکار ہو کر ٹوٹ نہ جائے) اس مین سہولت بھی رہیگی، اور کفایت بھی،
تاہم وقت ضرورت کے لئے مختصر سامان کھانے اور کھانا پکانے کا خود اپنے ساتھ
بھی رکھنا ضروری ہے، محض ہوٹل کے بھروسہ پر رہنا غلطی ہے، اور کمزور معدہ والون
کو تو ہرگز کسی ہوٹل کے بھروسہ پر نہ رہنا چاہئے، جو لوگ خوشحال ہین، اور جن کے
معدہ اور ذائقہ کو انگریزی کھانا ناموافق نہین پڑتا، وہ جہاز کے انگریزی ہوٹل
سے اپنے کھانے کا انتظام رکھ سکتے ہین، کھانے کی شرح غالباً تین روپیہ یومیہ ہے،

جہاز پر جہاز کے سو ڈیڑھ سو ملازمین کے علاوہ، مسافرون کی تعداد قریب
پندرہ سو کے ہے، گویا ایک چھوٹے قصبہ کی پوری آبادی ہے، سب سے بڑی تعداد
دیہاتی بنگالیون کی ہے، خصوصاً مشرقی بنگال والون کی، جو بیچارے اپنے جسم
اور دماغ دونون کی کمزوری کی بنا پر، بلا ارادہ دوسرون کے لئے باعث تکلیف
بنے ہوئے ہین، تھوڑے تھوڑے لوگ بہار، یوپی، ملابار، گجرات اور بمبئی کے
بھی ہین، ان ڈیڑھ ہزار مین، سو دو سو ایسے ہین، جو جوان ہین، تندرست ہین،

تعلیمیافتہ ہین، آسودہ حال ہین، اور دنیوی وجاہت ومنصب رکھتے ہین، باقی عموماً بیچارے ایسے ہین، جو بوڑھے ہین، کمزور وبیمار ہین، غریب ہین، لکھنے پڑھنے سے معذور ہین، جاہ ومنصب سے محروم ہین، گمنام ہین، اور خود دنیا کو ترک نہین کرتے ہین، بلکہ دنیا انھین ترک کر رہی ہے، کیا حج بیت اللہ انھین بیچارون کے لیے فرض رہگیا ہی؟ اور وہ جو اونچی اونچی کوٹھیون مین رہتے ہین، جو سجے سجائے بنگلون مین بستے ہین، جو نفیس نفیس موٹرون پر سوار پھرتے رہتے ہین، جنکے بڑے بڑے کھاتے بینکون مین کھلے ہوئے ہین، جو دو دو ہزار، اور چار چار ہزار ماہوار کی تنخواہین رکھتے ہین، جو بڑے بڑے تعلقون اور زمینداریون کے مالک ہین، جو یورپ اور ہندوستان کی یونیورسٹیون کی بڑی بڑی ڈگریان رکھتے ہین، جو نامور بیرسٹر ہین، جو مشہور ڈاکٹر ہین، جو نامی انجنیر ہین، جو کامیاب ایڈیٹر ہین، جو خان بہادر ہین، جو سی، آئی، ای ہین، جو نواب اور نوابزادے ہین، جو کونسلون کے ممبر ہین، جو تھیٹر اور سینما، اور ناچ اور ہر فرنگی "آرٹ" کے شیدائی ہین، جو اپنی اولاد کو لندن اور پیرس، برلن اور ویانا، آکسفرڈ اور کیمبرج بھیجتے رہتے ہین ——— شاید ان سب سے فریضۂ حج ساقط ہو گیا ہی!

سمندر کا ھراں

۲۹ مارچ، ساحل بمبئی سے جہاز اسی شب کو چھوٹا تھا، رات تو خیر جون
تون کٹ گئی صبح اٹھکر دیکھا، تو ہر طرف عالم آب، جہان تک بھی نظر کام کرتی
ہے، بجز پانی کے اور کچھ نہین دکھائی دیتا، اپنی عمر مین یہ منظر کبھی کا ہے کو دیکھا تھا،
بڑے سے بڑے دریا جو اب تک دیکھے تھے، وہ بھلا سمندر کے مقابلہ مین کیا حیثیت
رکھتے ہین! صبح سے دوپہر، دوپہر سے شام اور شام سے پھر صبح، نہ کہین جہاز رکتا ہے!
نہ کوئی اسٹیشن آتا ہے! ہر وقت ایک ہی فضا محیط، ہر سمت ایک ہی منظر قائم! دن
طلوع ہوتے ہین، اور ختم ہوجاتے ہین، راتین آتی ہین اور گذرتی جاتی ہین، نہ کوئی
خط نہ کوئی تار، نہ اخبارات نہ ڈاک کے انبار! نہ کسی عزیز کی خبر نہ دوست کی
نہ اپنون کا حال معلوم نہ بیگانون کا! اپنا مٹی کا گھروندا ہے، کہ ہر لحظہ پیچھے چھوٹتا
جا رہا ہے، یہ وہ گھر جیسے لامکان کے مکین نے اپنا گھر کہکر پکارا ہے، ہر آن نزدیک
سے نزدیک تر ہوتا جا رہا ہے! زمین چھوٹ گئی، لیکن آسمان نہین چھوٹا، ادھر
جہاز ہوا اور پانی سے ہچکولے کھا رہا ہے، ادھر دل کی کشتی ہے، کہ یاس و امید
کی کشمکش مین ابھی ڈوبی اور ابھی ابھری (خدا نہ کرے کہ کبھی بھی ڈوبے!) دل ابھی

اپنی اس خوش نصیبی پر نازان، کہ کسی کی کشش کس کو کہان سے کہان لئے جا رہی ہے!
اور ابھی اس خوف سے لرزان، کہ اپنی محرومیوں اور شور بختیوں سے دیکھئے، اب بھی
نجات ملتی ہے، یا نہین! ابوجہل اور ابولہب آخر عمر بھر اسی بیت اللہ کے جوار مین
رہے، پھر انھین تو کچھ بھی حاصل نہ ہوا، مدینہ کے منافق بردزانہ دیدار رسولؐ
سے مشرف ہوتے رہے، پھر اُن کے دلون کے پتھر تو نہ پسیجے! ـــــــ لیکن یہ
کیا وسوسہ آرائی و پریشان خیالی ہے، وہ کریم، جو اپنے گھر مہمان بلا رہا ہے، کیا اپنے
در کے گداگرون کی جھولی مین بھیک بھی نہ ڈالے گا؟ اسکی رحمت کی فراوانی
اور کرم کی ارزانی نہ حق کو دیکھتی ہے نہ استحقاق کو، اسے تو محض عطا و بخشش، محض
نوازنے اور سرافراز کرنے سے سروکار ہے، اور بس!

گھنٹہ دو گھنٹہ نہین، دن دو دن بھی نہین، پورا ایک ہفتہ ہوگیا، اور خشکی
کا کہین نشان نہین! جنگل کے درندے نہ سہی، باغ و صحرا کے چرندے نہ سہی،
ہوا کے پرندے تک نہین! ادھر پانی، اُدھر پانی، آگے، پیچھے، داہنے، بائین، ہر
سمت پانی ہی پانی! اوپر نیلا آسمان، نیچے نیلا سمندر! زمین کی بے بساطی اب
جاکر محسوس ہوئی! خشکی کے بڑے بڑے شہر اور صوبے، آبادیان، اور بستیان،
جنگل اور پہاڑیان، سڑکین اور ریل کی پٹریان، ریگ کے تودے، اور
پہاڑون کی چوٹیان، جنکی وسعت اور کثرت، عظمت و ہیبت ابتک دماغون
مین رچی، اور آنکھون مین بسی ہوئی تھی، اب معلوم ہوا، کہ خالق کے بحر قدرت
کے سامنے نہین، بلکہ اپنی ہی جیسی، ایک دوسری مخلوق کے سامنے کتنی

حقیر اور کیسی بے حقیقت چیزین ہین! جل جلالہٗ! جس سمندر کو دیکھتے دیکھتے آنکھین تھک جاتی ہین، جو معلوم ہوتا ہی کہ اب کبھی ختم نہ ہوگا، وہ دنیا کے پانچ بڑے سمندرون مین سے صرف ایک سمندر ہی! اور اُن پانچون مین بھی سب سے بڑا نہین، بلکہ دوسے چھوٹا ہی! پھر ظاہر ہی، کہ وہ بھی پورے کا پورا بہ یک وقت پیشِ نظر نہین، بلکہ اسکا ایک مختصر جزو آنکھون کے سامنے ہے! اللہ اکبر! جب جزو اور ادنیٰ اجزو مین یہ ہیبت رکھ دی گئی ہی، تو کُل کے مشاہدہ سے کیا کیفیت طاری ہوتی ہو گی! آج یہ مہیب اور لق ودق سمندر، اور کرۂ ارض کے سارے معلوم سمندر" یاجوج" کے قبضہ مین ہین، وہ جسے چاہے اسمین جہاز اور کشتی چلانے کی اجازت دے، اور جب اور جس کو چاہے، اللہ کی کاریگری کے اس نادر نمونہ سے فائدہ اٹھانے سے روک دے" خلق" خدا کی ہو تو ہو، لیکن سمندر اور سمندرون کے بندرگاہ، جہاز اور انکے بیڑے محکمۂ بحری (ایڈمرالیٹی) اور خداوندانِ بحر (SED LORDS) تارپیڈو اور ڈریڈ ناٹ، کروزر اور ڈسٹرائر، آج ہانکے پکارے کہہ رہے ہین، کہ" امر" اور" حکم" (نعوذ باللہ) یاجوج کا ہی ——— پھر اگر ایسے حال مین آپ کسی سچے کا قول سنتے ہین کہ" یاجوج و ماجوج سمندر کا پانی پی جائین گے" تو آپ اس پیشینگوئی کے پورے ہونے کے لئے کسی زمانۂ مستقبل کا کیون انتظار کرنے لگتے ہین!

قُل لَّوۡ كَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىۡ وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهٖ مَدَدًا، دل نے کہا کہ یہی وہ سمندر ہے جس کی بابت ارشاد ہوا ہے، کہ اگر سارا سمندر روشنائی بنجائے، اور اسی جیسا ایک اور سمندر بھی روشنائی

بنا دیا جائے جب بھی قدرت الٰہیہ کے بحر بیکران کے کلمات لکھنے سے قاصر رہیگا!
لیکن یہ روشنائی آیندہ ہی کیون بنے، روشنائی تو یہ اب بھی بنا ہوا ہی نیلی روشنائی
ہی کی طرح نیلا ہی بحرِ قدرت وصنعت کے اتھاہ اور بے پایان ہونے کا یہ کیسا نادر
نمونہ ہی! اسی کے ساتھ ہی نظروں کے سامنے یہ سمان بھی آگیا، کہ ایک روز یہ سارا
بحرِ اعظم، یہ سارا لق ودق سمندر موجین مارتے ہوئے پانی کے بجائے، آگ کے لپکتے
ہوئے شعلون، اور دھوئین کے تیرہ وتار بادلون مین تبدیل ہوکر رہیگا! یہ وہ دن
وہ ہوگا جب "یاجوج" اپنے بایۂ ناز جنگی جہازون اور آبدوز کشتیون، اپنے تیل کے چشمون
اور اپنے پٹرول کے خزانون کی بھڑکائی ہوئی آگ کے شعلون سے، ایکا کے
راون کی طرح خود ہی جل رہا ہوگا، اور جب اُسکی حرص وہوس، اُسکی ملک گیری
اور زر پرستی، اسکی قیصریت (امپیریل ازم) اور کیپٹل ازم (سرمایہ داری) کے انگارے
سمندر مین آگ لگا لگا کر خود اسی مادی دنیا مین اسے دوزخ کا نمونہ دکھارہے
ہونگے! یہ وہ دن ہوگا، جب ارشادِ ربانی و اذا البحار سجرت کی تفسیر وتاویل
کے لئے نہ تفسیرون کے اوراق الٹنے کی ضرورت ہوگی، نہ اہلِ لغت کے کلام سے
سند لانے کی، بلکہ عالم وعامی سب اپنی آنکھون سے مجاز کا نہین حقیقت کا مشاہدہ
کرلین گے! آج "یاجوج" کو مہلت ہی، آج وہ جتنا بھی چاہے ہمارے دلون اور
دماغون کو، ہماری عقلون اور ذہنون کو، ہماری آنکھون اور کانون کو اپنے اقبال
وحشم سے اپنی تہذیب اور تعلیم سے، اپنے علوم اور اپنے فنون سے، اپنے ڈاکٹرون اور
اپنے انجینیرون سے، اپنے سائنس اور اپنے آرٹ سے، اپنی توپون اور اپنی قلعون
سے، اپنی مشین گن اور اپنی سنگینون سے، اپنے خزانون اور اپنے طیارون سے مرعوب

اور مخبوط اور مفلوج کرے لیکن یہ مہلت سدا رہنے والی نہین، اور کسے خبر کہ پردہ اٹھنے کا وقت قریب ہی آن لگا ہو!

۴- اپریل، جمعرات، آج سہ پہر سے دور دور کے پہاڑی ساحل دکھائی دینے لگے ہین، اور آبادی کے دیکھنے کو آنکھین ایسی ترسی ہوئی ہین، کہ آبادی کی ان بعید اور دھندھلی علامتون کو بھی غنیمت سمجھکر بڑے شوق و اشتیاق کے ساتھ آنکھین پھاڑ پھاڑ کر اور دوربینین لگا لگا کر اُنھین دیکھا جا رہا ہی، شب مین جہاز عدن کے قریب سے بغیر لنگر انداز ہوئے گذر گیا، ۵ اپریل جمعہ آج آٹھ بجے صبح کامران مین لنگر انداز ہوا، کامران، چار ہزار کی آبادی کا ایک چھوٹا سا جزیرہ ہی، جو جنگ عمومی کے بعد سے ترکون سے نکل کر انگریزی قبضہ مین آگیا ہی، ایک انگریز حاکم برٹش ملٹری ایڈمنسٹریٹر کے نام سے رہتا ہی، جن حاجیون کے جہاز عدن مین نہین رکتے، عرب کی سرزمین پر انکا پہلا قدم یہین پڑتا ہی، اصلی نام قمران تھا، مگر اب شاید اسی مناسبت سے، کہ یہ زمین حاجیون کی کامرانی کا پہلا نشان ہی، اس کا نام بھی عام زبانون پر کامران ہو گیا ہی، یہان حاجیون کا "قرنطینہ" ہوتا ہے، یعنی سرکار برطانیہ کو اپنی غریب رعایا کی جان و صحت کا اس قدر درد رہتا ہی، کہ اگرچہ ہر حاجی گھر سے چیچک کے ٹیکہ کا ڈاکٹری سرٹفکیٹ لیکر چلتا ہی اور باوجود اس کے کہ بمبئی (یا کراچی) مین سوار ہوتے وقت ڈاکٹری معائنہ ہو چکتا ہے پھر بھی حاجیون کے جہاز یہان روک کے جاتے ہین، اور حاجی یہان غسل اور ڈاکٹری معائنہ کے لئے مجبور کئے جاتے ہین، کاش اس "دلسوزی" اور "غمخواری" کا عشر عشیر بھی ہندوستان کے مسافرون کے حصہ مین آتا!

جس مقام پر جہاز لنگر انداز ہوتا ہی، وہان سے ساحل میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہی، اتنی مسافت کشتی پر طے کرنی ہوتی ہی، جہان کشتی رکتی ہی، وہان سے مقام غسل تک بھی دو تین فرلانگ کا فاصلہ ہے، چنانچہ ہم لوگ بھی اتارے اور پہونچائے گئے،

کامران، گویا حاجیون کا غسل خانہ ہی، غسل عموماً تفریح وانبساط کا ذریعہ ہوتا ہی، مگر یہ سرکاری غسل جو بڑے بڑے ڈاکٹرون کی نگرانی واہتمام مین دیا جاتا ہی بجائے لطف وتفریح کے، انقباض وتکلیف کا ایک آلہ ہوتا ہی! حاجی اپنے اپنے سامان کا بیشتر حصہ جہاز ہی پر چھوڑ آتے ہین، صرف مختصر سامان لے کر اترتے ہین، سب سے پہلے انھین غسل خانہ کے برآمدہ مین لاکر بٹھایا جاتا ہی، اور جس وقت اُنکی ٹولی کی باری آتی ہی، ایک بڑے کمرے کے اندر ان سب کو داخل کر کے ان کے سارے کپڑے اتروا کر ایک مختصر سی لنگی، جو ناف سے گھٹنے تک شاید ہی پہونچ سکتی ہو، باندھنے کو عنایت ہوتی ہی، اسی کو نہاتے وقت باندھنا، اسی کو نہانے کے بعد باندھے رہنا، اسی سے بھیگا ہوا جسم خشک کرنا، یہ ساری ضرورتین ماہرینِ فن اطباء سرکاری کے نزدیک اسی "چار گِرہ کپڑے" سے پوری ہوسکتی ہین! جن قومون کے دماغ سرے سے ستر پوشی کے مفہوم ہی سے ناآشنا ہین اور جن کے ہان علانیہ سب کے سامنے، برہنہ غسل کرنے کا رواج ہی، وہ اگر مشرقی و اسلامی جذبات کا اتنا بھی لحاظ کر لیتی ہین تو یہ انکا غایتِ کرم اگر نہین تو اور کیا ہی؟ (جن خوش نصیبون کے ساتھ، میری طرح خاص رعایت و نوازش مدنظر ہوتی ہی، انھین بجائے ایک کے دو لنگیان عنایت فرما دیجاتی ہین!) یہ لنگوٹی جسم پر لپٹوانے کے بعد سب کے سرون پر حمام کی ٹونٹیان کھولدی جاتی ہین، اور سب کو دو دو بار (ایکبار دواؤن کے پانی سے اور ایکبار سادہ سرد پانی سے) نہلایا جاتا ہی، اس ٹھنڈے

غسل کے معاً بعد دوسرے کمرہ (جامہ خانہ) مین لاکر بجلی کے پنکھے کھول دیئے جاتے ہین، اور نہائے ہوئے حاجیون کے بھیگے ہوئے اور تربتر جسم کو جس کے خشک کرنے کیلئے کسی حاجی کے پاس قطعاً کوئی کپڑا نہین ہوتا، پنکھے کی ہوا سے خشک کیا جاتا ہی! اور اکثر حاجیون کو چونکہ دوسری لنگی نصیب نہین ہوتی، اس لئے اس حالت مین وہی بھیگی ہوئی لنگی اُن کے جسم سے بدستور لپٹی ہوئی رہتی ہی!

اس کا نام اہتمام صحت ہی! یہ "سرکار" کی طرف سے حاجیون کی جان اور زندگی کے رکھ رکھاؤ کا انتظام ہی! یہ اونچی اونچی تنخواہین اور الاؤنس پانے والے ہندوستان اور یورپ کی ڈگریان رکھنے والے حاذق ڈاکٹرون کے اہتمام و نگرانی مین طریقۂ غسل ہی! لیکن اب بھی پڑھنے والے کے سامنے "غسل" کا پورا نقشہ نہین آیا، جامہ خانہ مین آنے کے بعد جامہ تلاشی "شروع ہوتی ہی! یعنی حاجیون کے جسم سے، قبل غسل جو سارے کپڑے اتروالئے گئے تھے، اور اتروا کر اُس ٹولی کے بیسیون دوسرے حاجیون کے کپڑون کے ساتھ بھپارے مین ڈال دیئے گئے تھے، وہ اب ایک بڑے گھٹر مین بھیگے بھاگے سارے دوسرے کپڑون کے ساتھ خلط ملط لائے جاتے ہین، اور ہر حاجی اس انبار مین سے اپنے کپڑے تلاش کرنا شروع کرتا ہی! "سرکار" کا جامہ خانہ اس وقت اچھا خاصہ دھوبی خانہ معلوم ہوتا ہی، (خدا نہ کرے کوئی دھوبی اتنا پھوہڑ بدسلیقہ اور تکلیف دِہ ہو) گیلے اور تربتر کپڑون کا ایک اژدحام سامنے ہوتا ہی، اور بھیگے ہوئے تربتر جسم پر بھیگی تربتر لنگیان باندھے ہوئے، حاجی پنکھے کی ٹھنڈک مین اپنے اپنے کپڑون کی تلاش مین مصروف! کپڑون کی جگت بنجاتی ہے! اسے چھوڑیئے، خود انسانون

کی جو گت اس وقت بنی ہوتی ہے، ذرا اس کا تصور کیجیے! اور اپنی شفیق و مہربان "سرکار" کو دل سے دعائیں دیجیے! پانچ پانچ دس دس منٹ اس تلاشی مین لگجاتے ہین، اور اس کے بعد اگر سب کپڑے، بستر دھوئے ہوئے مل بھی گئے، تو نہایت بھیگے ہوئے کپڑون کو بھیگے ہوئے جسم پر پہنکر، ہوا اور دھوپ مین حاجیون کو اپنے اپنے خس پوش بارکون مین جانا پڑتا ہے، جو قریب سے قریب بھی نصف فرلانگ کے فاصلہ پر ہین، ورنہ عموماً ایک ایک فرلانگ پر! اقرنطینہ جہان کہین بیماری بھگانے کے لئے ہوتا ہوگا، ہوتا ہوگا، کامران مین حاجیون کے لئے تو یقیناً بیماری بھگانے کی نہین بیماری بلانے کی پوری کوشش ہوتی ہے، اور یہ سنکر ذرا بھی حیرت نہ کیجیے، کہ یہ کوشش عموماً کامیاب رہتی ہے! چنانچہ ہمارے جہاز کے حاجی دو چار نہین، خدا معلوم کتنے، کامران سے واپس آتے ہی بیمار پڑے! ایک صاحب کو دمہ کا دورہ پڑگیا، لکھنؤ کی ایک صاحبہ کو اتنا شدید بخار چڑھا، کہ ان کی جان ہی لیکر اترا، اور نزلہ، زکام، و حرارت سے تو شاید ہی کوئی بچا ہو!

یہ جو کچھ کیفیت بیان ہوئی، مردانہ غسلخانہ کی تھی، جو پھر بھی غنیمت ہے، اصلی بیہودگی زنانہ غسلخانہ کے لئے اٹھا رہتی ہے، یہان نہلانے والیان شاید خاص طور پر اپنی مہیب صورتون اور مہیب تر سیرتون کی بنا پر انتخاب کرکے رکھی گئی ہین، ان کے ہاتھون شریف و حیادار خاتونون پر جو کچھ گذرتی ہے، اسکا تذکرہ اخبارات کے صفحات پر لانا آسان نہین، نہلاتے وقت یہی نہین کہ انکے جذبات حیا و شرافت کی مطلق کوئی پرواہ نہین کیجاتی، بلکہ ہر قسم کی سختی، درشتی، اور

بد تہذیبی بھی ان کے ساتھ بے تکلف روا رکھی جاتی ہی، چنانچہ ہمارے قافلہ کی جتنی عورتین غسل خانہ سے نکلین، سب نہایت برہم و نالان، گویا روتی ہوئی نکلین، وہ تو کہئے کہ حج بیت اللہ کا شوق ہر مومن اور ہر مومنہ کو کچھ ایسا مست رکھتا ہی کہ اس مقصد کے آگے اپنی کسی تکلیف و توہین کی پرواہی نہین رہتی، ورنہ اگر کوئی دوسرا موقع ہو، تو ہمارے ہان کی بے زبان عورتین بھی، اس برتاؤ پر، اتنی بے زبان اور اس قدر بے دست و پا ثابت نہ ہون! ـــــ سنا ہی، کہ اسمبلی کے بعض مسلمان ممبرون کی تحریک پر حج کمیٹی، حاجیون کی مشکلات کے رفع و انسداد کے لئے قایم ہوئی ہے، امید ہی کہ اس کمیٹی کے سامنے حاجی صاحبان کامران سے متعلق اپنے ذاتی تجربات تفصیل سے بیان کرین گے، اور اسکی لغویتون کے مٹانے مین جد و جہد کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھین گے[1]،

لیکن کیسی تکلیف اور کہان کی مصیبت! ایک اہل دل مدت ہوئی ہندوستان سے سفر حج کے لئے تشریف لے گئے، بمبئی اور کامران دونون جگہ قرنطینہ کی بلائین پیش آئین اور وہ بزرگ باوجود اس کے کہ ریاضات و مجاہدات کے خوگر تھے، تاہم انھین یہ کہنا پڑا کہ یہ قرنطینے حاجیون کیلئے "سخت قید خانے" ہین جب لوگون نے یہان کی دقتین زیادہ بیان کرنا شروع کین، تو انھون نے فرمایا کہ "میان سفر حج سے ملکون کا سیر و تماشہ

---

[1] سنہ ۲۹ء کے آخر مین، حج کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے معزز حاجیون نے اپنی آپ بیتی سنا سنا کر قرنطینۂ کامران کی شدید و پر زور مخالفت کی، اس متحدہ صدائے احتجاج کا نتیجہ اس قدر تو بہرحال ظاہر ہوا کہ سنہ ۳۱ء سے حاجیون کے ہر جہاز کے لئے یہان کا قرنطینہ لازمی نہین رہا، بلکہ صرف حسب ضرورت رکھ دیا گیا، میر تر نگ صاحب (انبالہ) کی کوششین اس باب مین خاص شکریہ کی مستحق ہین،

مقصود نہین، بلکہ یہ نفوس کے تزکیہ اور تجلیہ کے لئے ایک مجاہدۂ عظیم ہی، پہلا قرنطینہ بہ ارادۂ الٰہی اس لئے قائم ہی، کہ دلون پر جو ظلمت اور کدورت چھائی ہوئی ہی، یہان کے آلام جسمانی و روحانی سے ان کا تصفیہ ہو جائے، کامران کا قرنطینہ اس غرض سے ہی کہ یہان کے قیام سے عرب کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جائے، اور حصول برکات کی قابلیت حاصل ہو جائے، اس کا نام تجلیہ ہی، حکیم مطلق کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہین ہوتا، جو کچھ ان بزرگ نے فرمایا، وہ بالکل صحیح ہے، جسم کی بیماریان دور ہوتی ہون یا نہ ہون، بدن کی کثافتین دھلتی ہون یا نہ ہون، لیکن اس عجیب قرنطینہ اور عجیب تر غسل سے ہر حاجی کو اضطرارًا ایک مجاہدۂ عظیم پر مجبور ہو جانا پڑتا ہی، بہت سے گناہون کا کفارہ ہو جاتا ہی، اور روح آلائشون سے یقینًا بہت کچھ پاک ہو جاتی ہی،
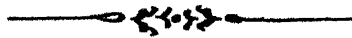
باب (۶)

کامران احرام

کامران کی مستقل لغویت کے تذکرہ کو کہان تک پھیلایا جائے، جو کچھ بھی پیش آتا ہی، بہ ارادۂ الٰہی کسی مصلحت وحکمت ہی کی بنا پر پیش آتا ہی، صبر کے سوا چارہ نہین، شکر سے بہتر مداوا نہین، لیکن یہ جو کچھ لکھا گیا یہ "جگ بیتی" تھی، "آپ بیتی" یہان بھی سفر کی دوسری منزلون کیطرح، نسبتہ بڑے مزے کی رہی، ادھر ہماری کشتی کنارے سے لگی، اُدھر اُسی لمحہ ڈاکٹر کی سرکاری موٹر لانچ بھی پہونچی، اور ساحل پر قدم رکھتے ہی ڈاکٹر قاسم چوہان سے تعارف ہوا، یہ چیف میڈیکل آفیسر کہلاتے ہین، اور یہان کے سیاہ وسپید کے مالک ہین، ان کے "اوصافِ حمیدہ" حیدر آباد کے بعض دوستون سے خوب سُن چکا تھا، تاہم میرے ساتھ تو فی الجملہ مہربانی ہی سے پیش آتے رہے، دوسرون کو صرف ایک لنگی ملتی تھی، مجھے دو لنگیان عنایت فرمائین، دوسرون کو غسل کے لئے پون پون گھنٹہ انتظار کرنا پڑتا ہی، میرے لئے جلدی کرادی، دوسرون کو چھپرون کے نیچے رہنا ہوتا ہی، مجھے پختہ بارک مین بلا کرایہ رہنے دیا، ان ڈاکٹر صاحب کی خدمت مین دوستانہ گذارش ہی کہ اگر اپنے وسیع اختیارات کے اظہار مین کسی قدر کمی فرمادین، تو خود انھین کے حق مین بہتر ہوگا، ان کے ماتحتون مین ڈاکٹر حاجی خان

کا برتاؤ تمام حاجیوں کیساتھ اچھا دیکھنے مین آیا ڈاکٹر، فقیر اللہ بھی بھلے آدمی معلوم
ہوئے، جزیرہ کا بڑا حاکم برٹش ملٹری ایڈمنسٹریٹر کہلاتا ہی، اس وقت جو حاکم ہی اس کا
نام ای ڈیکم ہے، فوجی کپتان کا عہدہ رکھتا ہی خلیق اور خوش مزاج ہی، مین غسل کرکے
بھیگی لنگی باندھے ہوئے ابھی جامہ خانہ مین کھڑا اپنے کپڑے تلاش کر رہا تھا، کہ
ایک انگریز کو مین نے اپنے پاس کھڑا ہوا پایا، جو اردو مین مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ "سب
اچھا ہی؟" ڈاکٹر جوہان بھی پاس ہی ٹہل رہے تھے انھون نے بتایا کہ یہ انگریزی
جانتے ہین، اس کے بعد انگریزی مین باتین ہونے لگین، اور تھوڑے تھوڑے وقفہ
کے ساتھ بہت دیر تک جاری رہین، بڑی بے تکلفی سے سیاسیات حاضرہ سے لیکر
اپنے بیوی بچون تک ہر مسئلہ کو اپنا موضوع گفتگو رکھا، علی برادران کا بھی ذکر آیا،
اور "بڑے بھائی" خدا معلوم اس خبر کو کس دل سے سنین گے، کہ جتنی دیر تک ان کا
ذکر خیر رہا، اس سے کہین زیادہ دیر تک "چھوٹے بھائی" اور ان کے اخبار ہمدرد
کا رہا!

کیمپ مین ایک چھوٹی سی مسجد بھی بنی ہوئی ہی، جمعہ کی نماز اسی مین پڑھی، عرب
کی سرزمین پر یہ پہلی نماز اور پہلا جمعہ نصیب ہوا، سہ پہر تک کیمپ کے "بازار" مین سناٹا
تھا، یعنی بجز خشک روٹی اور چائے کے کوئی شے نہین ملتی تھی، شام سے کچھ قبل کچا
گوشت فروخت ہونے لگا، جو قیمت مین خاصا گران تھا، اور جسے پکانا صرف انھین
لوگون کے لئے ممکن تھا، جو پکانے کا پورا سامان اپنے ہمراہ لیکر جہاز سے اترے
تھے، کیمپ کے ایک گوشہ مین پانچ یا چھ پاخانے بنے ہوئے ہین، صبح کے وقت

جب ڈیڑھ دو ہزار انسانون کا مجمع، جسمین بدتہذیب اور گنوار مرد بھی شامل ہوتے ہین، اور پردہ نشین شریف خاندانون کی حیادار اور شرمیلی بہو بیٹیان بھی، لوٹا ہاتھ مین لئے ہوئے ان چند پاخانون پر حملہ آور ہوتا ہی، تو اس وقت کی کشمکش اور چقلپش دیکھنے کے لائق ہوتی ہی! ——— لیکن اس کی شکایت ہی کیا، اور اسکا شکوہ کیون؟ یہ کیمپ آخر حاجیون ہی کا کیمپ ہوتا ہی، اور حاجی غریب کسی یا جوجی حکومت سے راحت و آسایش کی توقع ہی کیون رکھے؟ اس کا کام تو فی کس عہ کے حساب سے قرنطینہ کامران کی فیس دیدینا ہی، اور بس! راحت و آسایش ہی کا اگر خیال ہی، تو اس روشنی اور روشن خیالی کے زمانہ مین حج وغیرہ، طواف و سعی، زیارت و عبادت کے لئے سفر ہی کیون اختیار کیا جائے؟

جسکو ہو دین و دل عزیز اسکی گلی مین جائے کیون!

کیمپ کا وسیع احاطہ لوہے کے تارون سے گھرا ہی، جس کے باہر قدم رکھنا ممکن نہین، کامران مین انگریزی ڈاکخانہ بھی ہی، بہت سے لوگون نے خطوط لکھکر یہان وطن روانہ کئے، شب یہین بسر کی، ۶ اپریل کی صبح کو اس "قید فرنگ" سے نہ سہی "قرنطینۂ فرنگ" سے نکلنے کی اجازت ملی، اور خاص عنایت و اہتمام سے کام لیکر سب سے پہلی کشتی ہماری ہی ٹکڑی کو دلائی گئی، سب مسافرون کے جہاز تک پہونچنے مین کوئی چار گھنٹے لگے ہون گے، دس بجے کے قریب جہاز نے لنگر اٹھا دیا، اور روانہ ہوا،

کامران کی بے احتیاطیان، اب رنگ لائین، سرکاری غسلخانے مین ہر شخص

ڈاکٹرون کے زیر ہدایت ونگرانی جو بدپرہیزیان کرائی گئی تھین، اُنکا اثر ظاہر ہونا تو کامران ہی سے شروع ہو گیا تھا، اب پوری طرح منودار ہو گیا، کسی کو کھانسی کسی کو حرارت، کتنون کو زکام، اور کتنے اچھے خاصے تیز بخار مین پڑ گئے، لکھنؤ کی ایک بیوی کو جو پہلے سے بھی کسی قدر علیل تھین، اتنا تیز بخار چڑھا، کہ چند روز کے بعد اُنکی جان ہی لیکر اترا، انا للہ، مولوی عبدالباری بیچارے کو دمہ کا دورہ پڑ گیا، غرض جس کسی کو دیکھیے، کامران کی یادگار کوئی نہ کوئی بیماری لئے ہوئے، یہ نتیجہ ہی سرکاری اہتمام صحت کا! یہ ثمرہ ہی حاجیون کے ساتھ سرکار کی ہمدردی وغمخواری کا! کامران کے قریب کا سمندر بھی کسی قدر پُرشور ہی، اس لئے اب جو جہاز چلا، تو اُسمین حرکت بھی زیادہ محسوس ہونے لگی، اور بہت سے لوگ دورانِ سر اور متلی مین مبتلا ہو گئے، لیکن بحمد للہ یہ شکایت بہت زائد بڑھنے نہین پائی، اور رات تک از خود سکون ہو گیا،

---

۷ اپریل (۲۶ شوال) یکشنبہ، آج جہاز یلملم کے سامنے سے گزرنے والا ہی، جو اہلِ ہند کا میقات ہی، میقات اُس مقام کو کہتے ہین، جہان سے عازمانِ حج اپنا معمولی لباس اتار کر احرام باندھتے ہین، جہاز جب یلملم کے مقابل آجاتا ہی، تو حاجیون کی اطلاع کے لئے زور سے سیٹی دیدیجاتی ہی، آج حاجیون کی خوشی کا کیا پوچھنا ہی، جہاز یلملم کے سامنے تو کہین پانچ بجے سہ پہر کو پہونچے گا، اور جہاز کی سیٹی اسی وقت ہوگی، لیکن حاجیون مین چہل پہل صبح ہی سے شروع ہو گئی ہی، حجامتین بنوائی جا رہی ہین، غسل کئے جا رہے ہین، خوشی خوشی احرام کی نئی نئی

اجلی اجلی چادرین نکالی جارہی ہین نفل نمازین پڑھی جارہی ہین، جہاز پر بہت سے معلم یا اُن کے ایجنٹ بمبئی ہی سے ہمراہ ہولئے ہین، سب اپنے اپنے حاجیون کی ٹولیان بنائے ہوئے اُنھین احرام باندھنے کی نیت تلقین کرا رہے ہین، احرام بندھوا رہے ہین، لیجیے، دوپہر تک سب کے احرام بندھ گئے، سب کے سب اپنے ہاتھون ہنسی خوشی گویا کفن پوش ہو گئے، دل مسرت سے باغ باغ ہوئے جاتے ہین، ایک دوسرے کو مبارکبادین دیجارہی ہین، اور ہر طرف سے "لبیک" "لبیک" کی صدائین بلند ہونی شروع ہو گئی ہین!

آپ نے دیکھا؟ دیکھتے ہی دیکھتے، پوشش و لباس کے سارے امتیازات مٹ گئے! سنتے چلے آئے ہین، کہ اَلنَّاسُ بِاللِّبَاس انسان اپنی پوشاک سے پہچانا جاتا ہی، اور اُس کے مرتبہ کا اندازہ اُس کے لباس سے لگایا جاتا ہی، لیکن آج اس قاعدہ پر عمل کیونکر ہوگا؟ آج کس لباس سے خادم کو مخدوم سے پہچانا جائیگا، اور کس پوشاک سے غلام کو آقا سے الگ کیا جائیگا؟ ابھی کل تک اس وسیع آبادی مین بڑے بھی تھے اور چھوٹے بھی، امیر بھی اور فقیر بھی، رئیس بھی اور مزدور بھی، خوشحال بھی اور مفلس بھی، عالم بھی اور جاہل بھی، نامور بھی، اور گمنام بھی، تعلقدار بھی اور رعایا بھی، مجسٹریٹ بھی اور چپراسی بھی، پر آج کس کو کس سے شناخت کیا جائیگا؟ —— سب سے بڑے مہاراجہ کی راجدھانی کے حدود شروع ہو گئے، اب نہ کوئی راجہ ہی نہ کوئی ٹھاکر، سب کے سب اسی کی پرجا، کل کے کل اُسی کے چاکر، سارے کے سارے اُسی کی رعایا ہین! مالک کے

دربار کی سرحدین شروع ہوگئین، اب نہ کوئی بڑا ہی نہ کوئی چھوٹا، نہ کوئی امیر ہی نہ کوئی وزیر، نہ کوئی حاکم ہی، نہ کوئی عالم، نہ کوئی خان بہادر ہی، نہ کوئی لیڈر، سارے کے سارے غلام ہین، اور سب کے سب بیکس اور بے بس بندے! اب نہ ہیٹ ہی، نہ پگڑی، نہ عمامہ ہی، نہ شملہ، نہ ترکی ٹوپی ہے، نہ گاندھی کیپ، نہ قمیص ہے، نہ عبا، نہ کوٹ ہے، نہ شیروانی، نہ کالر ہے، نہ ٹائی، نہ پتلون ہی، نہ پاجامہ، سب کی زبانون پر لبیک لبیک کے ترانے ہین، اور سب کے جسمون پر بے سلی ہوئی دو دو چادرین یہ وائسرائے کا دربار نہین، لاٹ صاحب کا ڈنر نہین، ہائیکورٹ کی عدالت نہین، یہان نہ ایوننگ ڈریس کی ضرورت، نہ گاؤن کی حاجت، نہ پاتابہ اور دستانہ کی احتیاج! یہ اللہ کے دربار کی حاضری ہے، یہ اُس قدرت اور حکومت والے اُس عزت اور جلالت والے کے دربار کی حاضری ہے، جو کلکٹر صاحب اور کمشنر صاحب، جج صاحب اور ڈاکٹر صاحب، لاٹ صاحب، اور بڑے لاٹ صاحب قیصر جرمنی اور شاہ برطانیہ، فرانس کے وزیر اعظم اور جمہوریۂ امریکہ کے صدر، اٹلی کے مسولینی اور انگلستان کے لائڈ جارج مصطفےٰ کمال، اور جواہر لال، سب کی جانون اور سب کی زندگیون کا یکسان مالک ہی! اس دربار کی وردی سب سے انوکھی، سب سے نرالی، سب سے الگ ہے، یہان قدر زرین کلاہون کی نہین، یہان عزت رنگین قباؤن کی نہین، یہان طلب صرف کفن پوشون کی ہے! ـــــ اُن کی جو جیتے جی مُردون کا لباس پہن چکے ہین، اُنکی جو اس لباس کی یاد تازہ کیے ہوئے ہین، جس کے زیبِ تن کرنے کے بعد پھر قطعاً کوئی دنیوی لباس جسم کو مس نہ کرسکے گا، مبارک ہین وہ جو زندگی مین موت کا لباس پہن چکے

ہین، مبارک تر ہین وہ جو زندگی مین اپنے نفسون کو مردہ کر چکے ہین! آج انکا لباس ہی مردون کا لباس نہین، انکا نفس بھی مردون کا نفس بن چکا ہے، لا رفث و لا فسوق و لا جدال فی الحج، لڑنا جھگڑنا، شہوتون اور خواہشون مین مبتلا ہونا زندون کا کام ہے، مردون کو بھی کسی نے رفث اور فسوق اور جدال مین مبتلا دیکھا ہے؟

لبیك اللّٰھم لبیك لا شریك لك لبیك، ان الحمد و النعمة لك و الملك لا شریك لك لبیك الہ الحق لبیك لبیك و سعدیك و الخیر بیدیك، نماز کے بعد صدائین ہین تو یہی، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، چڑھتے اترتے، ایک دوسرے سے ملتے جلتے، صاحب سلامت کرتے صدائین ہین تو یہی، ملائکہ کو اگر رشک کا موقع ہو سکتا ہے، تو یہی، آج حاجیون سے بڑھکر خوشی کس کو ہو سکتی ہے؟ جس محبوب کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا، وطن چھوڑا، دوست چھوڑے، عزیز چھوڑے سفر کی ساری کڑیان جھیلین، اس کے شہر کا پہلا پھاٹک کھل گیا، داخلہ کی اجازت مل گئی، حاجیون سے زیادہ خوش نصیب آج کون ہوگا؟ اور ان سے زیادہ خوشی اس وقت کس کو ہوگی؟ ڈیڑھ ہزار حاجیون مین سے تقریباً سب کے سب احرام پوش ہو گئے، البتہ دیوانون کی ایک مختصر جماعت ایسی تھی، جس نے اس وقت احرام نہین باندھا، اس جماعت کا ایک خادم گھر سے یہی نیت کرکے نکلا تھا، کہ جدہ پہونچ کر پہلے سیدھے آستانۂ نبوی پر حاضری دیجائیگی، اور پھر وہان سے انشاءاللہ حج بیت اللہ کی نیت کیجائے گی، حضرت بایزید بسطامیؒ

کی بابت منقول ہی، کہ آپ حج کے ساتھ ضمناً و طبعاً مدینہ منورہ کی زیارت خلاف ادب اور اپنے لئے ناجائز سمجھتے تھے، بلکہ اس کے لئے ایک مستقل سفر تازہ احرام کیساتھ اختیار فرماتے تھے، خیر، یہ تو بڑے مرتبہ کے لوگون کی باتین ہین لیکن اگر کسی ہی کو وہین سے سفرِ حج اختیار کرنے کی سعادت حاصل ہو، جہان سے اُس کے رسولِ برحق نے کیا تھا، اور اسی مقام سے احرامِ حج باندھنے کی دولت نصیب ہوجائے جہان سے خود مرشدِ اعظم نے باندھا تھا، تو اس مین شریعت و طریقت، ظاہر و باطن، حنفیت و حنبلیت، کسی کو کچھ گفتگو کی گنجایش ہی؟ اور اگر کسی کو ہو بھی، تو بہر حال اپنا اپنا ذوق اور اپنا اپنا مسلک ہی،

معلمون کی ایک خاصی جماعت (خدا ان پر رحم فرمائے اور انھین راہِ ہدایت دکھائے) جو بمبئی سے جہاز پر ہمراہ ہوگئی تھی، اس نے کامران سے غل مچانا شروع کردیا کہ جدہ سے کسی کو براہ راست مدینہ منورہ جانے کے لئے سواری نہ ملیگی، اور سعودی حکومت نے براہ راست مدینہ کا سفر حاجیون کے لئے بند کر رکھا ہی، اس لئے سب کو مکہ کے قصد سے یلیلم ہی مین احرام باندھ لینا چاہئے، اس جماعت مین سب سے پیش پیش خود ہمارے معلم عبدالقادر سکندر تھے، جو شاید کسی زمانہ مین عرب یا ترک رہے ہون، مگر اب تو سالہا سال سے لکھنو ہی ہی مین، اور بمبئی سے جہاز پر ہمراہ تھے، بہت سے نیکدل و سادہ مزاج احباب جو اپنے ہی ظرف پر معلمون کو بھی قیاس فرما رہے تھے، دھوکے مین آگئے اور معلمون کے ہنگامہ سے متاثر ہوکر جہاز پر سب کے ساتھ احرام بند ہوگئے،

لیکن بحمد اللہ ایک مختصر گروہ آخر تک اس فریب مین نہ آیا، اور مدینۂ پاک کی حاضری سے ابتدا کرنے کی نیت پر قایم رہا، موجودہ حالات حجاز کی جو "طلسم ہوشربا" سکندر صاحب نے سنانی شروع کی تھی، یہ اس کی پہلی حکایت تھی، آیندہ کیلئے تمام عازمانِ حج کی خدمت مین بڑے اصرار کے ساتھ گذارش ہی کہ اپنے معلمون کی صداقت و دیانت کے متعلق زیادہ حسن ظن ہرگز نہ قایم فرمالیا کرین، اور انکی بہم پہونچائی ہوئی اطلاعات کی تحقیق دوسرے ذرائع سے ضرور کرلیا کرین،

باب ۷

جدّہ
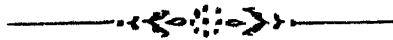
۰ ۱؍ اپریل، دوشنبہ، آج جدہ پہونچنے کا دن ہے، آج دلون کے شوق و اشتیاق کا کیا پوچھنا؟ اسباب کی بندش رات ہی سے شروع ہو گئی تھی، صبح سویرے سے جہاز کی بالائی عرشون پر حاجیون کے پرے جمے ہوئے سب کی نگاہین ساحل کی طرف لگی ہوئی، ساحل جون جون قریب آتا جاتا ہی پانی کا رنگ بجائے نیلے کے سبز ہوتا جاتا ہی، اور بحری پہاڑیان کثرت سے نمودار ہوتی جاتی ہین، دن نکلنے کے بعد ساحل سے ایک کشتی جہاز کی طرف آتی ہوئی نظر آئی، اس کشتی پر عرب کپتان سوار ہی، اندرون ساحل جہاز کی رہنمائی بھی عرب کپتان کریگا، لیجیے وہ کشتی جہاز سے آکر لگی، اور عرب کپتان دم بھر مین کھٹ کھٹ کرتا ہوا جہاز کے سب سے بالائی حصہ مین کپتان کے پاس پہونچ گیا، اب اس وقت سے جہاز کی رہنمائی کا مالک و مختار بھی عرب ہی، — شاید کارکنانِ قضا و قدر کو بھی موزونیت اسی مین نظر آئی کہ ملک عرب مین داخلہ کے وقت رہنمائی کا فرض ایک عرب رہنما ہی کے ہاتھون انجام پا رہا ہے، — آٹھ بجے ساڑھے آٹھ بجے اب جدّہ کی عمارتین صاف نظر آنے لگین، مگر شہر اب بھی

ڈھائی تین میل دور ہی، نو بجے جہاز لنگر انداز تھا، مگر بمبئی کی طرح جدہ میں جہازون کے لئے کوئی پلیٹ فارم نہین اور کیون ہونے لگا تھا؟ جدہ میں آخر حاجیون ہی کے جہاز تو ٹھہرتے ہین نہ؟ اور حاجی کیون یہ ہر مرتبہ بھول بھول جاتے ہین، کہ اس دور علم وتمدن مین انکا وجود جانورون اور چوپایون سے کچھ ہی بہتر ہے، اِساتوین صدی عیسوی کے کہنہ وفرسودہ احکام وشرایع پر عمل کرنیوالے آخر اس کی توقع ہی کیون قایم کرتے ہین، کہ زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے پر بھی اُن کے نصیب مین بیسوین صدی عیسوی کی سہولتین اور آسایشین آسکین گی؟

جہاز کی حرکت رُکی، اور جہاز پر حرکت شروع ہوئی، چیخ پکار، غل وشور، دوڑ بھاگ، ظاہر ہی کہ جہاز کہین بھاگا نہین جارہا ہی، ٹھہرنے ہی کے واسطے رکا ہی اور نہ جدہ کی زمین کہین پھسلی جارہی ہی، لیکن اتنا صبر کس کو، اور اتنے انتظار کی توفیق کسے، ؟ جہاز سے کشتیون پر اترنے کے لئے زینے صرف دو، اور ان دو زینون پر ڈیڑھ ہزار کے مجمع کا ہجوم! ہر شخص بیتاب، کہ سب سے پہلے خود ہی اتریگا، اور اپنا اسباب اتاریگا، یہ اسے گھسیٹ رہا ہی، وہ اسے ڈھکیل رہا ہی، یہ اسے دھکا دیرہا ہے، وہ اسے کہنیان مار رہا ہی، طاقتورون اور چیرہ دستون کی بن آئی ہے، باقی کمزورن اور ناتوانون، بیمارون اور بچون، بوڑھون، اور بوڑھیون پر جو کچھ گذر رہی ہی، اس کی بجز خدائے علیم وبصیر، سمیع وخبیر کے اور کسے خبر! ایک نفسی نفسی کا عالم، ہر سمت محشرِ اضطراب! یہ ان لوگون کا حال ہی، جو ایثار وبے نفسی کا سبق لینے کو نکلے ہین، ! یہ اس سفر مین پیش آرہا ہی، جسکا مقصد

ہی صبر وضبطِ نفس کی تعلیم ہے، یہ عین اُس گھڑی پیش آرہا ہے جس وقت دوسرون کی خدمت واعانت ہی سب سے بڑا مقصود ہوتا تھا ـــــ غیرون کے جو مظالم آپ پر ہوتے چلے آئے ہین، اور اس وقت ہو رہے ہین، اُنکا دکھڑا تو آپ بڑے درد کے لہجہ مین روتے ہین، لیکن للہ ایک مرتبہ ذرا آئینہ ہاتھ مین لیکر ارشاد ہو، کہ خود آپ نے اپنے اوپر ظلم کرنے مین کون سی کسر اٹھا رکھی ہی؟ و ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفوعن کثیر،

جہاز کے رکتے ہی دو موٹر لانچ (دخانی کشتیان) نمودار ہوئین، ایک مین جہازی کمپنی (گرنز مارلین) کے کچھ عہدہ دار تھے، اور دوسری مین انگریزی قنصل خانہ کے افسر، ان کے علاوہ کچھ سعودی حکومت کے نمایندے بھی تھے، ڈاکٹر وغیرہ مسافرون کو اترنے کی اجازت ملنے سے قبل ان سب حضرات کو اپنے اپنے سرکاری خدمات کے ضابطے اور رسوم پورے کرتے تھے، اور ان کے لئے خاصہ وقت درکار تھا، گرنز مارلین کے دفتر مین ہمارے جوار وطن، سیدن پور ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے قاضی عزیز الدین صاحب سالہا سال سے کارکن اور بڑے کارگذار ہین، انکی کارگذاریون کے واقعات اپنے جوار کے بعض حاجیون کی زبانی سن چکا تھا، یہ جہاز پر اپنی سرکاری ضرورتون سے آتے ہی رہتے ہین، کپتان کے کمرے سے نکلے ہی تھے، کہ مجھ سے متعارف ہوا، پردیس مین دیس کے آدمی کی شکل دیکھ کر طبیعت کو قدرةً جو خوشی حاصل ہوتی ہی، اسکا اندازہ وہی کر سکتے ہین، جنھین خود کبھی ایسی صورت پیش آچکی ہی، بیچارہ لطف و

اخلاق سے ملے چند ہی منٹ کے بعد ایک اُن سے بھی زیادہ کارآمد اور صاحب اختیار
افسر منشی احسان اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی، جو عرصہ سے جدہ کے انگریزی
قنصل خانہ مین ہین اور اس وقت شعبۂ حجاج کے ذمہ دار افسر ہین، انکی بابت مختلف
روایات وحکایات سننے مین آئی تھین، تاہم اتنے جزو پر سب کا اتفاق تھا کہ یہ جس
پر مہربان ہو جاتے ہین، اُسکا کام اپنے اثر و اقتدار سے خوب نکال دیتے ہین، آدمی
باخبر ہین، اخبارات وغیرہ پڑھتے رہتے ہین، مجھ سے واقف نکلے، اور بڑی خندہ جبینی
سے پیش آئے، بعض احباب نے اُن کے نام کے تعارف نامے بھی دیدیئے تھے لیکن
انکی خوش اخلاقی کے بعد یہ تعارف نامے غیر ضروری تھے، ان دونون جدید مہربانون
نے صلاح یہ دی، کہ اپنی پارٹی کو مع اسباب کے سردست جہاز پر چھوڑے جاؤن،
اور خود ان کے ساتھ انکی سرکاری کشتیون پر چلا چلون، بالآخر یہی طے پایا، اور
اپنے قافلہ کو جہاز پر چھوڑ کر، مین تن تنہا قاضی عزیز الدین صاحب کے ہمراہ، ٹرنر مارِیسن
کمپنی کے موٹر لانچ پر سوار ہو کر ساحل کو روانہ ہوا، اسی موٹر لانچ پر ہمارے جہاز
کے کپتان پی، ایچ، وارڈ، اور چودھری محمد علی رودولوی بھی آ گئے۔

ساحل پر قدم رکھتے ہی، قاضی صاحب تو "رو کردہ از ما یکطرف" بغیر ہمین
کوئی ہدایت دیئے کپتان کو ساتھ لئے، اپنے دفتر کی طرف چلے گئے، اور ہم نو وارد
اجنبیون کو بالکل ہماری قسمت پر چھوڑ گئے، مین تنہا تھا، چودھری صاحب کیساتھ
مستورات بھی تھین اور کچھ سامان بھی، اب محکمۂ بحری کے مختلف لوگون نے ہم سے
سوالات شروع کئے، اور زبان کی اجنبیت کا عملاً احساس اس وقت سے شروع

ہوا، وہ لوگ نہ فارسی بول سکتے تھے، نہ انگریزی نہ اردو، رہی عربی، سو عربی اول یہان آتی ہی کیا ہی، اور غلط سلط، ٹوٹی پھوٹی، ایک آدھ فقرے بولنے کی جو کوشش کیجاتی، سو اسکو وہان کے لوگ "نحوی" کہتے، اور سرے سے عربی ہی نہین تسلیم کرتے، پاسپورٹ کی دکھائی یہین ہوتی ہی، اور اس کی اصلی ضرورت سارے سفر بھر مین اسی موقع پر پیش آتی ہی، بہرحال چنگی خانہ کے مختلف عمال کے سامنے حاضری دینی پڑی، میرے پاس اسباب مطلق نہ تھا، صرف گلے مین ایک تھیلا پڑا تھا، اسمین چند خطوط اور ہنڈیان وغیرہ تھین، محکمۂ چنگی کے مختلف عمال اپنی ساری قوت تفتیش و تحقیق انھین کاغذات کی الٹ پلٹ مین صرف فرماتے رہے اور ادھر یہ اندازہ ہوتا رہا، کہ "سرخ فیتہ" (RED TAPE) خواہ بحر ہند کے ساحل پر ہو یا بحر احمر کے، ہر جگہ کچھ یکسان ہی سا ہوتا ہی! چودھری صاحب کے ساتھ چونکہ بکس وغیرہ بھی تھے، اس لئے قدرۃً اُن بیچارہ سے بازپرس بھی زائد ہوتی رہی، اور غالبًا بکس کھلوا کر دیکھے گئے، اس گیر و دار مین مین اور وہ علٰحدہ بھی ہو گئے، اور مین بغیر کسی رفیق و رہنما کے اس اجنبی مقام مین بالکل تنہا رہ گیا، بارے تھوڑی ہی دیر کی حیرانی و سرگشتگی کے بعد ہمارے وکیل کا ایک ملازم مل گیا، اور وہ وکیل صاحب کے مکان تک لے آیا، فاصلہ گو دو تین فرلانگ سے زائد نہ تھا، لیکن ایک تو عرب کی دوپہر، اور پھر مقام کی اجنبیت، اس لئے مسافت اس وقت زائد محسوس ہوئی،

سفر حجاز مین جہان تک حج و متعلقاتِ حج کا تعلق ہے، ہر حاجی کی

"عقل کل" اُس کا "معلم" ہوتا ہے، ہندوستان کے لئے حکومت حجاز کی طرف سے سیکڑون بلکہ شاید ہزارون کو "معلمی" کی اجازت حاصل ہے، اِدھر حاجی نے مکہ مین قدم رکھا اُدھر اُس کی زندگی کا ہر ہر قدم معلم کے حدود اختیار مین آگیا، مکہ مین قیام کا انتظام، طواف کا انتظام، سعی کا انتظام، منیٰ، عرفات، و مزدلفہ مین رہنے کا انتظام، قربانی کا انتظام، سواری کا انتظام، غرض چھوٹی بڑی ہر شے معلم ہی کے ذریعہ سے طے پاتی ہے، جدہ مین ہر معلم کی طرف سے ایک نمایندہ یا ایجنٹ مقرر رہتا ہے، جو یہان کی اصطلاح مین اُس کا "وکیل" کہلاتا ہے، اور جس طرح مکہ مین حاجی کے لئے معلم ہی سب کچھ ہوتا ہے، وہی حیثیت اور وہی مرتبہ یہان جدہ مین "وکیل" کو حاصل رہتا ہے، ہم سے ساحل پر اترتے ہی قبل اس کے کہ محصول خانہ اور چنگی گھر کے مرحلے طے ہون، دریافت کیا گیا تھا کہ تمھارا معلم کون ہے؟ اور جب جواب مین عبدالقادر سکندر کا نام بتایا گیا تھا تو اُن کے وکیل جدہ، صالح بسیونی نے بڑھکر ہمارے پاسپورٹ کو، بلکہ خود ہم کو اپنے قبضے مین کیا، سکندر کے وکیل کا نام محمود بسیونی ہے، مگر اب وہ کبرسنی کی بنا پر خانہ نشین ہو گئے ہین، صالح بسیونی اُن کے لڑکے ادھیڑ عمر کے ہین، اور چونکہ ہندوستان مین عرصہ تک رہ چکے ہین، اس لئے اردو بخوبی سمجھ لیتے، اور اُلٹی سیدھی بول بھی لیتے ہین، انکا نوجوان لڑکا مصطفےٰ بسیونی گو بے تکلف ہونے سے قبل اردو بولتے ہوئے شرماتا ہے، لیکن حاجیون کا کام نکالنے اور انھین آرام پہونچانے مین اپنے والد سے کہین بڑھکر ہے، ہم کو انھین وکیل صاحب کے مکان مین لایا گیا، تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سارے قافلہ کے لوگ بھی یہین پہونچ گئے،

اور دوپہر ہوتے ہوتے "چار درویش" کے چار چند یعنی پورے سولہ درویش انکے مکان میں اکٹھا ہوگئے ا

جدّہ، ہندوستان کے شہرون کے میعار سے کوئی بڑا شہر نہین، کوئی پندرہ ہزار کی آبادی ہوگی، لیکن اپنی جغرافی ہیئت کے لحاظ سے اہمیت بہت خاصی رکھتا ہے، بازار اچھا بڑا ہے، ہر قسم کی چیزین مل جاتی ہین، اور گرانی کچھ ایسی زائد نہین، سکہ ہر ملک کے چل جاتے ہین، ہندوستان کے چاندی کے سکے بے تکلف چلتے ہین، البتہ نکل کی ریزگاری نہین چلتی، ہندی سکہ کا تبادلہ حجازی سکہ سے بآسانی ہوجاتا ہے، کھانے کی دوکانین بکثرت، اور پیٹ بھرنے کے قابل کھانا قدم قدم پر مل جاتا ہے، البتہ اچھے ہوٹل ذرا تلاش کے بعد ہی ملتے ہین، اور اُن کے نرخ کا تحمل بھی ہر شخص کے بس کی بات نہین، ڈاکخانہ ہے، اسپتال ہے، مہینہ مین تین مرتبہ ہندوستان کی ڈاک نکلتی ہے، لیکن ہندوستان کے ڈاکخانون سے یہان کے ڈاکخانہ کو کوئی نسبت نہین، ہر کام توکل پر چلتا ہے، صفائی کا انتظام خاطر خواہ نہین، یہان کی مکھیان اپنی کثرت کے لحاظ سے خاص طور پر مشہور ہین، عرب کی سرزمین شروع ہوچکتی ہے، اس لئے گرمی کی بابت کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے، برف ملجاتی ہے، اگرچہ گران قیمت پر، پانی کی قدر جہاز ہی سے شروع ہوجاتی ہے، اور عرب پہونچکر تو پانی کے بارے مین ہندوستان کی پڑی ہوئی مسرفانہ عادتون کی اچھی خاصی اصلاح ہوجاتی ہے، جدّہ مین میٹھا یعنی سمندر کا صاف شدہ پانی تلاش سے اور خاصی گران

شرح پر ملتا ہی، کھاری سمندری پانی البتہ بہ افراط، مکانات کی وضع بمبئی کے
مکانات سے ملتی جلتی، یعنی صحن کا رواج برائے نام، اور اوپر تلے چار چار پانچ
پانچ منزلون کا رواج عام! انھین کمرون کو کھڑکیون کی مدد سے خاصا ہوادار
بنا لیا جاتا ہی، ہندوستان کے لوگون کو جس شے کی زیادہ تکلیف ہوتی ہے، وہ یہان
کے پاخانے ہین، مہترون کی قسم سے کوئی قوم یہان موجود نہین، نتیجہ یہ ہے کہ
ہر مکان مین بہت گہرے سنڈاس، کنوین کی طرح گہرے بنے ہوئے ہین،
انھین مین رفع حاجت کی جاتی ہے، اور ان کی عفونت مکان کے دوسرے
حصون تک پھیلی رہتی ہے، زبان، موجودہ بگڑی ہوئی عربی ہی، جسے قرآن مجید کی
عربی سے کوئی نسبت نہین، تاہم اردو بھی اچھی خاصی سمجھ لیجاتی ہی، اور محض اردودان
بھی اپنا کام نکال ہی لیتے ہین، حاجیون کے ہجوم کے زمانے مین ہر ہر گھر
مسافر خانہ بنا ہوا، ہزار ہا غریب حاجی سڑکون پہ اور گلیون پر پڑے ہوئے،
مملکت آصفیہ حیدرآباد، ریاست بھوپال اور ریاست ٹونک کی طرف سے
مکہ و مدینہ مین رباطین (قیامگاہین) بنی ہوئی ہین، اگر جدہ مین بھی ہندوستانیون
کے لئے دو ایک بڑی رباطین بنجائین، اور انتظام اچھے ہاتھون مین رہے،
تو کم سے کم حاجیون کی ایک جماعت کو تو بڑی سہولت حاصل ہوجائے، آبادی
مین ہندوستانیون کا عنصر بالکل غائب نہین، حاجی اور تجارت کے سلسلے مین
صوبہ بمبئی خصوصاً علاقہ گجرات و کاٹھیاوار کے لوگ اکثر نظر آئے، انگریزی
قنصل خانہ مین نیز موٹر کمپنیون مین صوبہ پنجاب کی نمایندگی ممتاز ہی، جہازی
کمپنیون کے دفتر مین بمبئی، بہار، اور اودھ کے چہرے اور قیافے نظر پڑے

جدّہ، سرزمین عرب کا پھاٹک ہے، حکومتِ اسلام کا پہلا شہر ہے، بُرا یا بھلا جیسا بھی ہے، اپنا ہے، اور اپنوں اور اپنے والوں کی چاہت کسے نہیں ہوتی؟ لیکن —— اے سب عزتوں کے مالک! ایک گستاخ مشتِ خاک کو یہ کہنے کی اجازت دے کہ —— اب تو کسی کو بھی "اپنا" کہتے ہوئے دل لرزتا ہے، اور زبان ہچکچاتی ہے، خیر، قرطبہ، غرناطہ کو تو مدت ہوئی بھول چکے لیکن ابھی کل کی بات ہے، کہ بصرہ اپنا تھا، بغداد اپنا تھا، حلب اپنا تھا، بیروت اپنا تھا، دمشق اپنا تھا، بیت المقدس اپنا تھا، قاہرہ اپنا تھا، استنبول اپنا تھا، اور کچھ ہی قبل شاہجہان آباد اپنا تھا، اکبرآباد اپنا تھا، لاہور اپنا تھا، ملتان اپنا تھا، لکھنؤ اپنا تھا، مرشدآباد اپنا تھا، عظیم آباد اپنا تھا، ڈھاکہ اپنا تھا، بیجاپور اپنا تھا، کرناٹک اپنا تھا، آج ان میں سے کوئی "اپنا" ہے؟ پھر جدّہ غریب کی خیر کب تک منائی جا سکتی ہے؟ یاجوج کا پھریرا گو آج ضابطہ ورسم کے ساتھ وہاں نہ لہرا رہا ہو، لیکن جدّہ کے کوچہ و بازار، در و دیوار سب یاجوج ہی کی عظمت کے نقیب بن چکے ہیں، دوکانوں میں مال ہے تو ولایتی، بازاروں میں سودا ہے تو ولایتی، مکانوں میں سامان ہے تو ولایتی، جسموں پر لباس ہے تو ولایتی، عقلیں مرعوب قلب مفلوج! کوئی کس چیز سے دل کو سمجھائے، اور کیا کہکر اپنے کو دھوکا دے! سرزمین اسلام کا اسلامی شہر، اور دل ترستا رہ گیا، کہ کسی محدث کی زیارت سے آنکھیں روشن ہوں، کسی بزرگ صاحب باطن کی نگاہ کرم دل کو گرمائے، کسی فقیہ کے حلقۂ درس و افتاء کی تازگی و شگفتگی تھکے ماندے مسافر کی خستگی و ماندگی کو دور کر دے! پر آہ، یہ کچھ بھی نہ ہوتا تھا! ہر تمنا ناکام، ہر آرزو منفعل،

ہو کر رہتی تھی، سو ہو کر رہی، مسجد مین نماز کئی وقت پڑھی، پر شہر کے عمائد و اکابر
ایک وقت بھی مسجد کے اندر نہ دکھائی دیئے، اور دل نے تاسف کے ساتھ کہا
کہ حضرت اکبر مرحوم کا تجربہ ع

"کونسل مین بہت سید مسجد مین فقط جمّن!"

صرف ھندوستان ہی تک محدود نہین، دریاے جمنا کا کنارہ ہو، یا بحر احمر کا ساحل،
آج مسجد کی آبادی جہان کہین بھی قایم ہے، یہان جمّن ہی کے دم سے ہے!

باب ۸

جدّہ — راہ مدینہ

صالح بسیونی نے ہمین اپنے ذاتی مکان مین ٹھہرایا، یہان عموماً کئی کئی منزلون کے مکانون کا رواج ہی، یہ مکان بھی کئی منزل کا ہی، ہم لوگون کو جگہ دوسری منزل مین ملی، ہمین دو کمرے ہین، ایک بڑا اور ایک اوسط درجے کا، عورتون کو بڑے کمرہ مین کر دیا، چھوٹے کمرے کو مردانہ رکھا ہی، سامان زیادہ تر نیچے کی منزل مین رکھ دیا، سولہ آدمیون کے لئے دو کمرون کی گنجایش ناکافی معلوم ہو رہی ہی، صحن نہ ہونے سے گرمی علی الخصوص محسوس ہو رہی ہی —— لیکن یہ بھی درحقیقت اللہ کی ناشکری ہی، سیکڑون ہزارون، اللہ کے بندے ایسے بھی ہین جنھین اتنی جگہ کیا معنی، اس کی آدھی بلکہ چوتھائی بھی نصیب نہین، اور وہ صبر و شکر کے ساتھ، تیز دھوپ مین تپتی ہوئی زمین کے اوپر، سڑکون اور راستون مین، بسٹر جمائے بیٹھے ہین، وہ بھی آخر انسان ہی ہین، وہ بھی حاجی ہین، وہ بھی پردیسی ہین، وہ بھی اللہ ہی کی راہ مین گھر بار، عزیزون، دوستون کو چھوڑ کر نکلے ہین، اور ان مین سب کے سب مفلس اور کنگلے ہی نہین، کیا انھین آرام کی خواہش نہین؟ کیا انھین موسم کی سختیون کا احساس نہین ہوتا؟ —— جدّہ کا رقبہ کچھ بہت بڑا نہین، اس لئے مقامات

زیادہ دور دور نہین، جہان ہم ٹھہرے ہین، بازار یہان سے قریب ہین، ڈاکخانہ بھی زیادہ فاصلہ پر نہین، اور مسجد تو بالکل پڑوس ہی مین ہے، اتفاق سے آج ہی ہندوستان کی ڈاک روانہ ہونے کا دن ہی، خطوط لکھ کر ڈاک مین ڈالے نہین گئے، بلکہ پوسٹماسٹر صاحب کے ہاتھ مین دیدیئے گئے،

سامنے ایک لق و دق، شاندار و آراستہ عمارت کھڑی ہوئی ہی، معلوم ہوا کہ شیخ محمدؐ نصیف صاحب کا مکان ہی، یہ یہان کے ایک امیر کبیر ہین، بمبئی سے ایک صاحب نے اپنی کسی ضرورت کے متعلق ایک خط اُن کے نام کا مجھے دیا تھا، اسے لیکر، مولانا مناظر احسن صاحب کے ہمراہ دوپہر کو ان کے ہان گیا، عربی وسعت اخلاق اور حجازی شان مسافر نوازی کے ساتھ پیش آئے، اردو نہین جانتے، صرف عربی مین گفتگو کرسکتے ہین، چنانچہ مولانا سے عربی ہی مین گفتگو ہوتی رہی، ایک عظیم الشان کتبخانہ کے مالک ہین، بڑی بڑی الماریون مین نفاست و سلیقہ کے ساتھ کتابین چنی ہوئی، اور گفتگو کے بعد معلوم ہوا، کہ کتابون کا ذخیرہ محض الماریون کی زینت کے لئے نہین، بلکہ دل و دماغ مین بھی اپنا گھر بنا چکا ہی، ظہر کی نماز انھین کے مکان پر جماعت کے ساتھ نجدی امام کے پیچھے پڑھی، یہین ایک صاحب سے یہ کہکر ملایا گیا کہ وہ شیخ محمدؐ بن عبد الوہاب کے پوتے ہین، اور یہ بھی کہا گیا، کہ نجد کے مشاہیر علما مین ہین، مولانا مناظر نے ان سے کچھ سوالات کئے، جوابات اُس معیار پر نہ ملے، جس کی توقع ایک صاحب نظر عالم سے ہوسکتی ہی، سنا ہے کہ سلطان ابن سعود جب جدہ آتے ہین، تو شیخ محمدؐ نصیف ہی کے ہان فروکش ہوتے ہین، ۲۶ھ مین ہندوستان کا

وفدِ خلافت، جو سلطانی مہمان تھا، وہ بھی جدہ مین شیخ موصوف ہی کے ہان ٹھہرایا گیا تھا،
بسیونی کے ہان، بند کمرون مین، شب بسر کرنے مین دقت تھی، شب مین مین نے
اور مولنا مناظر صاحب نے شیخ موصوف سے اُن کے کھلے ہوئے ہوادار چبوترہ پر لیٹ
رہنے کی اجازت مانگی، شیخ نے اپنے لطف و کرم سے بمسرت تمام اجازت دیدی،
اور ہم دونون کی رات بڑے آرام سے اور شیخ کی شکر گذاری کیساتھ بسر ہوئی،

جدہ اترتے ہی سفر مدینہ کے لئے روپیہ کی ضرورت پڑی، عمر بھائی چاند بھائی
نے جدہ مین ہنڈیان ایک ہی نام کے دو ساہوکارون شیخ جمال الدین اور
سیٹھ جمال الدین ٹینی کے نام کی دی تھین، دونون سے ملاقات ہوئی، اول الذکر
نے بڑی مستعدی اور مستعدی سے بھی بڑھکر ہمدردی و دلسوزی کے ساتھ سارا کام
کر دیا، یہی نہین کہ رقم فوراً ادا کر دی، بلکہ یہ صحیح و ضروری مشورہ دیکر کہ اندرون
حجاز، انگریزی نوٹ اور روپیہ سے کہین بڑھ کر انگریزی گنّیان کام دیتی ہین،
رقم کو نوٹ سے گنّیون مین تبدیل کر دیا، روپیہ ہاتھ مین آتے ہی چلنے کی فکر
ہوئی، جدہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اونٹ کے قافلے بھی چلتے ہین، اور اب
موٹر بھی کثرت سے چلنے لگے ہین، ہم لوگون نے موٹر ہی پر چلنا طے کیا، حجاز مین
قدم رکھتے ہی مسافر بالکل معلم یا اُن کے وکیل کے ہاتھ مین آجاتا ہی، اور بغیر انکی
وساطت کے کسی سواری کے لئے معاملت نہین کر سکتا، وکیل صاحبون کے مصالح
واغراض قدرۃً اس کے مقتضی ہوتے ہین، کہ جتنے دن بھی ممکن ہو حاجیون
کو جدہ مین پڑا رہنے دیا جائے، اور جب وہ سواری کے لئے تقاضا کرین، تو انھین

ٹال دیا جائے، یہی صورت ہمارے ساتھ بھی پیش آئی شروع ہوئی،

جدہ مین منشی احسان اللہ صاحب (نائب قنصل برائے حجاج ہند) کی ذات ہندوستانی حاجیون کے حق مین بڑی کارآمد ہی، جہاز پر ان سے تعارف ہو چکا تھا، سہ پہر کو ان سے ان کے گھر پر ملاقات ہوئی، اخلاق و محبت سے پیش آئے ہمارے وکیل صاحب کو مہمانون کی کثرت و ہجوم کی بنا پر ہم لوگون کی جانب توجہ کرنے کی فرصت کم ملتی تھی، اور سواری کے جلد بہم پہونچنے کی طرف سے تو انھون نے بالکل قطعاً مایوس کر دیا تھا، منشی صاحب سے جب ملاقات ہوئی اور ان چیزون کا تذکرہ آیا، تو انھون نے ٹیلیفون دیکر وکیل صاحب کو فوراً طلب کیا، وکیل صاحب کا اخلاق اسی لمحہ سے بدل گیا، اب ہم لوگون پر توجہ کرنے کی فرصت بھی انھین نہ تھی، اور سواری کے لئے بھی وعدہ ہو گیا کہ کل ملجائیگی، جدہ مین حکومت حجاز کی طرف سے جو حاکم اعلیٰ رہتے ہین، انکا اسم شریف حاجی عبد اللہ رضا زینل ہے جدہ مین ٹرنر مارسین کمپنی کے ایجنٹ بھی یہی ہین، بڑے متمول تاجرون مین انکا شمار ہے، بمبئی مین ان کے بھتیجے محمد علی زینل موتیون کی تجارت لاکھون روپیہ کی کرتے ہین، انھون نے از راہ عنایت اپنے چچا صاحب کے نام ایک تعارف نامہ دیدیا تھا، سہ پہر کو منشی صاحب اپنے ہمراہ ان کے ہان لے گئے، حج کمیٹی کا اجلاس ہو رہا تھا، اور وکیل صاحبون کو بد عنوانیون پر سزائین مل رہی تھین، زینل صاحب کو دیکھا، سن سفید داڑھی، چہرہ شرافت و نورانیت کی ایک تصویر، بڑی خاطر سے پیش آئے، پوچھا کہ کسی قسم کی تکلیف تو نہین؟ جدہ بھر مین صحیح و پاکیزہ عربی بولتے

ہوئے صرف دو ہی صاحبوں کو پایا، ایک شیخ نصیف کو، دوسرے حاجی عبداللہ زینل کو، ورنہ اور تو ہر شخص کی زبان سے وہ زبان سنی، جسے خدا معلوم عربی کہا ہی کیوں جاتا ہے! شام کے وقت منشی صاحب اپنے موٹر پر سمندر کے کنارے ہوا خوری کے لئے لے گئے، اور وہین نماز مغرب پڑھی، عشا کی نماز پڑوس کی مسجد مین آکر پڑھی۔

۹، اپریل سہ شنبہ، وکیل صاحب نے آج موٹر دلا دینے کا وعدہ کر لیا تھا، لیکن یہ وعدہ اطمینان و اعتبار کے لئے کافی نہ تھا، اگر آج شام کو وہ انکار کر دیتے، تو انکا تو کوئی نقصان نہ ہوتا، لیکن ہم لوگون کا ایک دن خواہ مخواہ ضایع ہو جاتا، اور نہ صرف یہ کہ مدینہ طیبہ کی حاضری مین ایک دن کی تاخیر ہو جاتی، بلکہ وہان کی مدت قیام مین بھی ایک دن گھٹ جاتا، وکیل صاحب کے لئے ہماری التجائین اور درخواستین قطعاً غیر موثر تھین، آج صبح مین مولانا مناظر احسن کے ہمراہ شیخ عبدالرحمن محمد الفضل سے ملا، جو بمبئی کے عبداللہ الفضل کے حقیقی بھائی ہین، اور جدہ کے مشاہیر، اور سلطان کے حاشیہ نشینون مین ہین، یہ بہت خوب شخص نکلے، خلافت کمیٹی علی برادران، خدام الحرمین، اور ہندوستان کے اور بہت سے مسائل پر آزادی و بے تکلفی سے باتین کرتے رہے، شرکۃ عربین کے نام سے ایک موٹر کمپنی انھیں کی ہے، سفر مدینہ کی عجلت ہم لوگون مین دیکھ کر انھون نے پورا اطمینان دلایا، کہ وکیل پر تاکید کرکے آج ہی لاری کا انتظام کر دیا جائیگا، اور شام تک قافلہ روانہ ہو جائیگا، اس کے بعد وکیل صاحب کو بھی کوئی راہ گریز باقی نہ رہی اور آج شام کو روانگی طے پا گئی، موٹر کی سرکاری شرح آمد و رفت فی کس

بندرہ گئی تھی لیکن مختلف موٹر کمپنیون مین مقابلہ جاری تھا اس لئے ارزانی ہو کر فی کس دس گنی (تقریباً ۱۳۵ روپیہ انگریزی) کی شرح آمد و رفت رہ گئی تھی، مولوی شاہ لطف اللہ صاحب مونگیری کی پانچ آدمیون کی پارٹی بھی ہمارے ہی ہمراہ چلنے پر آمادہ ہوئی اس طرح کل ۱۲ آدمی ہوئے، دو موٹر لاریان، تیرہ تیرہ نشستون کی کی گئین، اور الفضل صاحب کی عنایت سے ہمارے لئے مخصوص ہو گئین یعنی ۲۱ آدمیون کے ٹکٹ سے ۲۶ آدمیون کی جگہ مل گئی،

روانگی شام کو قرار پائی تھی عین مغرب کے وقت دونون لاریان دروازہ پر آکر لگ گئین، سب کے سوار ہونے، سامان لادنے، پوری پیشگی اجرت دیکر اس کی رسید حاصل کرنے اور حکومت و بلدیہ کے دوسرے مراحل طے کرنے مین عشا کا وقت آگیا، اور عین اُس وقت جبکہ مسجدون مین عشا کی اذانین ہو رہی تھین ہمارا قافلہ شہر کے پھاٹک سے روانہ ہوا، جدہ سے مدینہ تک موٹر راستہ مین آرام لیتا ہوا اور ستاتا ہوا ڈیڑھ دو دن مین پہونچتا ہی، اونٹون سے یہ فاصلہ دس دن مین طے ہوتا ہی، جابجا منزلین بنی ہوئی ہین، موٹر جہان عموماً ٹھہرتے ہین، اُن مین سے مشہور منزلین، طوال، قدیمہ، رابغ، مستورہ، بیر درویش، بیر حسان، مسیجد ہین، ہر منزل پر پانی، چائے، قہوہ، کی دوکانین ہین، اکثر منزلون پر روٹی اور پکا ہوا گوشت یا ابلی ہوئی مچھلیان مل جاتی ہین، مگر گوشت بدوی مذاق کا ہوتا ہی، ہندوستانیون کے ذائقہ کا نہین ہوتا، گو بھوک کے وقت ہر شے اچھی معلوم ہوتی ہی، بعض منزلون مثلاً رابغ کا پانی بہت نفیس ہی، اور بعض مثلاً بیر حسان کا اس کے بالکل برعکس،

پیٹ کی آگ ہر جگہ بجھائی جا سکتی ہی، لیکن اگر زبان کا ذائقہ بھی مطلوب ہی، تو ان منزلون کے کھانے کے بھروسے پر ہرگز نہ رہنا چاہئیے، بلکہ اپنے مذاق و پسند کے مطابق کچھ ناشتہ ضرور ساتھ رکھنا چاہئیے، بعض منزلون مین تربوز، اور بعض مین کھجور بھی ملجاتے ہین، بڑی بڑی منزلون مین رات کو سونے یا دن کو لیٹنے بیٹھنے کے لئے بان کے اونچے اونچے تکیہ دار کھاٹ مناسب کرایہ پر مل جاتے ہین، گوشت کی بنی ہوئی چیزین تو گرم موسم مین زیادہ ٹھہر نہین سکتین، البتہ ستو، بسکٹ، مکھن، وغیرہ اگر اس سفر مین ساتھ رہین، تو کھانے کا مسئلہ بآسانی حل ہوتا رہتا ہی، سڑکین اچھی بری کیا معنی، کہنا چاہئیے کہ سرے سے ہین ہی نہین، چلتے چلتے جو راستے بن گئے ہین، انھین کا نام سڑک رکھ لیا گیا ہی، حیرت ہے کہ سعودی حکومت جو موٹرون کی سرپرستی مین اتنی عالی ہمتی دکھا رہی ہی (شاید اس لئے کہ موٹر کمپنیون سے خوب بھاری بھاری ٹیکس وصول ہوتے رہتے ہین) سڑکون کی تعمیر کی طرف سے اس درجہ غافل و بے پرواہے (شاید اس لئے کہ سڑک کوئی آمدنی کی مد نہین محض خرچ ہی خرچ کا کام ہی) حالانکہ بہتر سے بہتر سواری بھی بغیر اچھی سڑک کے بیکار ہی، راستہ کی اسی ابتری کا نتیجہ ہے، کہ سواری کی دو دو لاریون کے ساتھ حوادث ناگہانی کے خطرہ سے ایک ایک خالی لاری بھی رکھی جاتی ہی، اور یہ خطرہ محض موہوم نہین، اکثر ایسے واقعات ہوتے رہتے ہین، خود ہمارے ساتھ جو لاری زنانہ قافلے کی تھی، دوپہر کے وقت ایک جگہ ریت مین دھنس گئی، اور کسی طرح نہ ہٹ سکی، مجبوراً سواریون کو اسی خالی لاری مین منتقل کرنا پڑا،

موٹرین روانہ ہوئین اور شب کی تاریکیون مین سفر شروع ہوا، کس کا سفر کہان کا شروع ہوا؟ ــــــ کون بتائے؟ کسکی زبان جواب دے؟ حاضری کی اجازت اُسے مرحمت ہو رہی ہی، جس کے نامۂ اعمال کی سیاہیان، شب تار کی تاریکیون سے بھی سیاہ ترین ہ حضوری اُس کے آستانہ پر ہو رہی ہی، جو خود طارق بنکر رات کی تاریکیون کو منور کرتے آیا، جس کا ظہور اُس گھڑی ہوا، جب دنیا پر تاریکیون اور سیاہیون کے ایک سے ایک گھرے پردہ پڑے ہوئے تھے، اور جو اپنے ہمراہ نور اور اجالا لیکر آیا، ــــــ این! یہ دل کیون دھڑکتا جاتا ہی؟ یہ آنکھین کیون پرنم ہو رہی ہین،؟ یہ زبان کیون خشک ہوئی چلی جاتی ہی؟ سامنا اُس کا تو نہین جو انصاف کی میزان ہاتھو مین لئے بیٹھا ہے، جو دودھ کا دودھ، پانی کا پانی الگ کرنیوالا ہی، حاضری تو اُس کے دربار کی ہے، جو ہمہ رحمت و ہمہ مرحمت ہے، جو بدکارون کی پردہ پوشی کرنے والا ہے، جس کا نام شفیع المذنبین ہی یعنی نیکون اور پاکون کا نہین، گناہگارون کا نجات دلانے والا، تباہ کارون کا سہارا! یہ سب کچھ سہی، یہ سب صحیح، پر دل اب بھی اپنے قابو مین نہین، نفس کی شرارتین، اندر کی خباثتین، قلب کی قساوتین، ایک ایک کرکے بے پردہ و بے نقاب سامنے آرہی ہین! اور ریا اور نفاق کا جامہ ہر ہر لحہ چاک ہو رہا ہی، جدہ سے نکلتے ہی ریت شروع ہو جاتی ہی راستہ کا بیشتر حصہ بالکل ریتلا ہے، اور جب مدینہ طیبہ کی مسافت بقدر ایک ثلث کے رہجاتی ہے، تو پہاڑیون کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہی، اور زمین بالکل پتھریلی ملنے لگتی ہی، ان ناہمواریون کا قدرتی نتیجہ یہ ہے، کہ لاریان گویا اچھلتی ہوئی چلتی ہین، اور دھکے اور دھچکے قدم قدم پر لگتے رہتے ہین، ادھر دھچکا لگا، اور اُدھر زبان

اعتراض پر کھلی! ـــــ اے ریا کار، آج تیری اصلیت ظاہر ہو رہی ہے! اے منافق! اس وقت تیری کھچل اتر رہی ہے! جب قوالی کی محفلوں مین شاعری کی دنیا مین، دشتِ یثرب مین ناقہ کے پیچھے دوڑتے رہنے کا، یا تلوؤن مین خاکِ صحرا کے مدینہ کے چبھنے کا ذکر آتا تھا، تو تو خوب گردن ہلاتا تھا، اور بڑی مستی کا اظہار کیا کرتا تھا، اور ہمہ تن اشتیاق و تمنا بن جاتا تھا، پھر آج تو یہ منظر سامنے ہی، تصور و خیال مین نہین، مادی آنکھون کے روبرو ہے، اس خاک کا سرمہ آنکھون مین کیون نہین لگاتا؟ یہان کے کانٹون کو اپنے پیرون مین کیون نہین چبھنے دیتا؟ اس دشت مین جیب و گریبان کی دھجیان اڑاتے ہوئے کیون نہین دوڑ لگاتا؟ محبت رسول صلعم کے زبانی دعوے بڑے بڑے تھے، دوستون اور معتقدون کے مجمع مین، عشق سرکارِ مدینہ کی خوب خوب لاف زنی ہوتی تھی، آج سارے دعوون کی حقیقت کھل گئی! مرکز نور سے جون جون قرب حاصل ہوتا جاتا ہی، ہر شے کی اصلیت سے نقاب اٹھتا جا رہا ہی، اے نفس خبیث کے غلام، کیا تو یہ سمجھے ہوئے تھا، کہ تیری ریاکاری و نفاق پروری پر پردہ یون ہی پڑا رہنے دیا جائیگا،

ہماری طرح خدا معلوم کتنی اور موٹرین اور موٹر لاریان سواریون سے کھچا کھچ بھری ہوئی اس راستہ پر چل رہی ہین، ہزار ہا انسان اونٹون کے قافلون مین چلتے ہوے مل رہے ہین، سیکڑون آدمی پیدل سفر کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہین، ان مین عورتین بھی ہین اور مرد بھی، بوڑھے بھی ہین اور بچے بھی، غریب بھی ہین اور امیر بھی، بنگالی بھی ہین، اور پنجابی بھی، دکھنی بھی،

ہین، اور گجراتی بھی، حجازی بھی ہین، اور نجدی بھی، مصری بھی ہین اور سوڈانی بھی، جاوی بھی ہین او چینی بھی، برمی بھی ہین اور بخاری بھی، افغانی بھی ہین اور مراقشی بھی، یہ سب کے سب وطن اور عزیزانِ وطن کو چھوڑے ہوئے، تپتی ہوئی ریگ مین جھلاتی ہوئی دھوپ مین، کشمیر اور شملہ کو چھوڑ کر، سبزہ زارون اور آبشارون کو بھلا کر، بھوک اور پیاس کی مشقتین جھیلتے، اور گرد و غبار مین غسل کرتے ہوئے کہان کو چل رہے ہین، ؟ رامپور کے حاتمِ وقت رئیس، کلب علیخان کو کس راستہ کی خاک پھانکنے پر فخر تھا، ؟ بھوپال کی اہلِ دل فرمانروا، سلطان جہان بیگم کو کس کے آستانہ کی گدائی پر ناز رہا ہے، مملکت آصفیہ کے تاجدار، میر عثمان علیخان نامدار کے دل کو کس کے کوچہ کی آرزوے جاروب کشی تڑپائے ہوئے ہے، ؟ محمدؐ کے نام سے، ابوجہل، اور اور ابولہب کی طرح جلنے والے محمدؐ کی عظمت کو "علمی" توجیہات وتاویلات کر کر کے دلون سے گھٹانے والے محمدؐ کی سیرت پاک کو اپنی ناپاکیون اور گندگیون پر قیاس کرکے مسخ کر کرکے پیش کرنے والے، آج کاش اپنے اپنے مٹی کے گھرَوندون سے باہر نکلکر دیکھین، کہ اس دورِ "ہاجوجیت"، اس "غلبۂ دجالیت" کے باوجود دنیا کی کسی یونیورسٹی اور کسی کالج مین، کسی جامعہ اور کسی اکاڈمی مین، کسی کتبخانہ اور کسی تجربہ گاہ مین کسی "ماہر فن" کے لکچر روم مین، کسی پروفیسر کے حلقۂ درس مین وہ کشش اور دلکشی، وہ قوتِ جذب ہے، جو اُس مقام مین ہے جہان اُس امی کا جسدِ ظاہری آرام فرمارہا ہے، جو اپنے رب کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا (احمدؐ) تھا، اور جسے اس کے رب نے "بہت تعریف کیا گیا" (محمدؐ) کہکر پکارا ؟

باب ۹

مدینہ

بوے یار مہربانم می رسد　　بوے جانان سوے جانم میرسد
باز آمد آب ما در جوے ما　　باز آمد شاہ ما در کوے ما

۲۹ اپریل ۱۹۳۸ء پنجشنبہ، یکم ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ، آج کی صبح کتنی مبارک صبح ہے، آج کے دن زندگی کا سب سے بڑا ارمان پورا ہونے کو ہے! آج ذرہ آفتاب بن رہا ہے، آج بھاگا ہوا غلام اپنے آقا و مولا کے دربار میں حاضر ہو رہا ہے، آج گنہگار امتی کو شفیع اور شفیق رسول صلعم کے آستانہ پر سلام کی عزت حاصل ہو رہی ہے! ہندوستان کی عورتیں ذیقعدہ کو "خالی" کا مہینہ کہتی ہیں، پر جس کے نصیب میں اسی "خالی" مہینہ میں اس دولت سے مالا مال ہونا مقدر ہو چکا ہو، وہ اس مہینہ کو کیا کہکر پکارے؟ "جمعرات" کو شاید قافیہ کی رعایت سے "پیروں کی کرامات" کہتے ہیں، ہر جمعرات ایسی ہوتی ہو گی، لیکن جس جمعرات کو کسی کی قسمت میں یہ کرامت لکھی ہو، اس کا توجی میں آتا ہے، کہ پیروں اور بزرگوں کی نہیں تباہ کاروں اور سیاہ کاروں کی کرامات، نام رکھئے!

عاذلا چند این صداع وماجرا　　پندکم دہ بعد ازین دیوانہ را

غیر جعدِ آن نگار مقبلم ، گر دو صد زنجیر آری بگسلم
وقت آن آمد کہ من عریان شوم جسم بگذارم سراسر جان شوم

شب، منزل بیر حسان مین گزاری تھی، صبح سویرے روانہ ہوئے، اور
سات بجے مسجد مین دم لیا، سرزمین طیبہ کے انوار و آثار صبح ہی سے شروع ہو گئے
روحانی انوار تو خیر جس کسی کو نظر آتے ہونگے، اُس کے لئے ہین، باقی مادّی فضا
کی خوش آیند تبدیلیان تو ہم بے بصرون کو بھی محسوس ہو رہی تھین، خوش عقیدگی
کا سوال نہین، محض ثباتِ حواس و ادراک کی ضرورت ہی، ۹ بجے کھڑے کھڑے
چند منٹ کے لئے ایک اور منزل پر رُکے، اس کا نام اِس وقت یاد نہین آتا، یہ
آخری منزل ہے، اس کے بعد کوئی اور منزل نہین، صرف منزلِ مقصود ہی،
اب گویا نواحِ مدینہ شروع ہوا، کھجور نہایت شاداب و شیرین سامنے رکھے ہوئے،
ہوا لطیف و خوشگوار، فضا خوش منظر، سبزی جو راستہ بھر کہین نہین نظر آتی تھی،
اب ہر طرف دکھائی دے رہی ہی، ریت کے میدان اور ریگستان کے بجائے
اب ہر طرف پہاڑیون کا سلسلہ، سڑک اتنی ہموار و نفیس، کہ معلوم ہوتا ہی عرب
مین نہین، ہندوستان مین سفر کر رہے ہین، دس بجے ہو، دس بجے، ساڑھے دس بجے،
اُدھر وقت کی گھڑیان گذر رہی ہین، اور اِدھر دلون کا شوق و اشتیاق ہے
کہ ہر ہر منٹ، ہر ہر سکنڈ بڑھتا جا رہا ہی، کسی کے ہاتھ مین مناسک و آدابِ زیارت
کے رسالے ہین، وہ اُنھین دیکھ دیکھ کر دعائین یاد کر رہا ہی، اور کوئی خالی درود
شریف کا ورد کئے جا رہا ہی، ہر قلب اپنے اپنے حال مین گرفتار، ہر دل اپنی اپنی

جگہ مضطر و بیقرار، کسی کی آنکھیں اشکبار، اور کسی کا دماغ نشۂ لذت و فرحت سے سرشار! اپنی اپنی نسبتیں اور اپنا اپنا اعتبار!

سارا قافلہ ذوق و شوق کی تصویر، اور تواور نجدی شوفر تک چند لمحوں کے لئے بجائے "نجدی" کے "وجدی" بنا ہوا، مولانا مناظر فرطِ گریہ سے بیتاب ضبط و احتیاط کے باوجود بھی چیخ نکل جانے پر مجبور، ایک سرگشتہ و دیوانہ عقل سے دور، علم سے بیگانہ، نہ گریاں نہ شاداں، نہ اپنی حضوری کی خوش بختی پر خوش، اور نہ اپنی تباہ کاریوں کی یاد پر مغموم محض اس الجھن میں گرفتار کہ یا الٰہی یہ بیداری ہے یا خواب! کہاں یہ ارض پاک، اور کہاں یہ بے مایہ مشتِ خاک! کہاں مدینہ کی سرزمین، اور کہاں اس ننگِ خلائق کی جبین! کہاں سید الانبیاءؐ کا آستانہ، اور کہاں اس روسیاہ کا سر دشانہ! کہاں وہ پاک سرزمین کہ اگر اس پر قدسیوں کو بھی چلنا نصیب ہو، تو ان کے فخر و شرف کا نصیبا جاگ جائے، اور کہاں ایک آوارہ و ناکارہ بے تکلف اُسے پامال کرنے کی جرأت کر بیٹھے! عراقی نے کہا تھا، کہ ناپاک کے سجدہ کرنے سے زمین فرطِ اذیت سے چیخ اُٹھتی ہے، ؎

به زمین چو سجده کردم ز زمین ندا بر آمد
تو مرا خراب کردی به این سجدهٔ ریائی

لیکن جب ریاکار کے سجدے سے، ہر معمولی اور عام خطۂ زمین یہ ایذا محسوس کرتا ہے، تو پھر ایک ریاکار کے بارِ قدم سے اس عظمت و تقدس والی سرزمین کے

جگر و سینہ پر کیا گذر گئی ہو گی!

عزیزو اور بزرگو! یہ شاعری نہین، وہم و تخیل کی کرشمہ سازی نہین، ابوداؤد اور صحیح مسلم مین حضرت حذیفہؓ کی زبانی بیان ہی کہ مین راستہ مین جا رہا تھا اور مجھے غسل کی حاجت تھی، کہ سامنے سے رسول اللہ صلعم تشریف لاتے ہوئے ملے، اور میری طرف بڑھے (فاھوی الیہ) لیکن مین الگ ہٹ گیا (فحاد عنہ) اور اس کے بعد غسل سے فراغت کر کے جب خدمت والا مین حاضر ہوا ہون، تو مین نے عرض کیا، کہ اُس وقت مین پاک حالت مین نہ تھا، اور اسی طرح اس نامور آقا کے ایک دوسرے نامور خادم ابوہریرہؓ اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہین کہ مجھے ایک روز رسول اللہ صلعم راستہ مین مل گئے، اور مجھے اس وقت غسل کی حاجت تھی، مین الگ ہٹ گیا، اور غسل کرنے کے بعد مجلس مبارک مین حاضر ہوا! اللہ اللہ! یہ احتیاط کون لوگ کر رہے ہین؟ حذیفہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما جو پاکون کے سردار کے فیض صحبت سے خود پاک و پاکیزہ بن چکے ہین! اور جو خود اس درجہ پر پہونچ چکے ہین، کہ انکا سایہ ناپاکون کو پاک بنا دینے کے لئے کافی ہے! رسول خدا صلعم از خود ان کی جانب التفات فرماتے ہین، اور بڑھکر ملنا چاہتے ہین لیکن اُدھر یہ حالت ہے کہ بجائے سر کے بل دوڑنے کے، الٹے پاؤن واپسی اور علحدگی اور کنارہ کشی ہوتی ہی، اور رسول کریمؐ کی عارضی آزردگی کا خطرہ قبول کر لیا جاتا ہی لیکن یہ گوارا نہین ہوتا، کہ اپنی عارضی ناپاکی کو اس سراپائے نور کے مقابل لایا جائے، جو ہمہ لطافت اور ہمہ نظافت ہی! جب

حذیفہؓ اور ابوہریرہؓ کا ایک عارضی اور وقتی ناپاکی کی بنا پر یہ حال ہو، یہ احساس ہو،
تو اے دینِ متین کے حاملو، اور اے شریعت اسلامیہ کے مفتیو! اُس کے متعلق کیا فتویٰ
دوگے جس کی گندگی عارضی نہین دائمی ہی، وقتی نہین مستقل ہی، جسم کے اوپر نہین، روح
کے اندر ہے، ظاہر مین نہین، باطن مین ہی، پانی کے چند لوٹون سے دھل جانیوالی نہین،
دریاؤن اور سمندرون مین غوطہ کھاکر بھی جون کی تون رہجانیوالی ہی!

ادب کا تقاضا تھا، کہ شہر کچھ دور باقی رہے، کہ سواری سے اتر کر پیدل چلئے شوق
دل کا فتویٰ، کہ ضروریات سے فارغ ہوکر، نہا دھوکر، سفر کے گرد آلود کپڑون کی جگہ نئے
کپڑے بدل کر شہر کے اندر قدم رکھئے لیکن سواری اپنے اختیار کی نہین، موٹر کے
شوفرون کی ہر طرح خاطر مدارات کی، کہ کسی طرح مان جائین، لیکن جواب یہی ملتا رہا
کہ حکومت کے قانون اور سرکار کے ضابطہ سے مجبوری ہی، جو جگہ موٹرون کے ٹھہرنے
اور مسافرون کے اترنے کی مقرر ہی، ٹھیک وہین پہونچکر موٹر رکے گا، نہ اُس سے
چار گز ادھر، نہ چار گز اُدھر! لیجئے، بات کہتے کہتے گیارہ بج گئے، اور سوادِ شہر نظر آنے لگا،
شوفر نے پکار کر کہا "مدینہ! مدینہ!" اور سرسبز درخت اور شہر کی عمارتین دھندلی دھندلی
دکھائی دینے لگین

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است — اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است
در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰ ست — آبروے مازِ نامِ مصطفےٰ ست

اللّٰھم ھٰذا حرم نبیک فاجعلہ لی وقایۃ من النار وامانا من العذاب وسوء
الحساب، اب موٹر قدم قدم پر رکنے شروع ہوئے، کہین سرکاری کارندے اور پیادے

شوفرون سے سوال وجواب کر رہے ہین، اور کہین مزوّرون کی جماعت اہل قافلہ کر سوالون کی بھرمار کر رہی ہی!

"کس شہر سے آرہے ہو؟" "کتنے آدمی ہو؟" "کس رباط مین ٹھہروگے"؟ اس قسم کے سوالات کے مسلسل جوابات دیتے ہوئے، ٹھیک دوپہر کے وقت، کہ ہندوستان کے حساب سے بارہ بجے تھے، اور عربی گھڑیون مین چھ بجے کا وقت تھا، فصیل شہر کے اندر داخل ہوئے، اور اور موٹر ریلوے اسٹیشن کے سامنے والے میدان مین اپنے اڈے پر پہونچکر رُک گئے، یہ اسٹیشن وہی ہے، جو مشہور حجاز ریلوے کے سلسلہ مین ترکون کے زمانہ مین تعمیر ہوا تھا، عمارت نہایت وسیع اور عالیشان ہے، شام سے اُس زمانہ مین ریلون کی آمد ورفت شروع بھی ہوگئی تھی، ریل کی پٹریان اب تک بچھی ہوئی ہین، اور انجن اور گاڑیان ابتک کھڑی ہوئی ہین، یہ ریل اس پیمانہ کی تھی، جسے ہندوستان مین "چھوٹی لین" کہتے ہین، بسم اللہ ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللھم ھذا حرم رسولک فاجعل لی وقایۃ من النار وامانا من العذاب سوء الحساب اللھم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارۃ رسولک صلی اللہ علیہ وسلم ما رزقت اولیائک واہل طاعتک واخلصنی من النار واغفرلی وارحمنی یاخیر مسئول! اسٹیشن مسجد نبوی سے کوئی میل بھر کے فاصلہ پر ہوگا، یہین ترکون کی بنائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے، جسکی سمت قبلہ کہا جاتا ہی، کہ بہت غلط واقع ہوئی ہی، اور اس لئے جماعت مین صفین ترچھی کھڑی ہوتی ہین، سامان اٹھانے کے لئے مزدور بکثرت مل جاتے ہین،

ضعیفون عورتون، بچون، اور ناتوانون کے لئے، حیدرآبادی جھٹکے کی قسم کی سواریان بھی ملجاتی ہین، انھین یہان کی زبان مین اعرابیان کہتے ہین، مزدور ہون یا سواریان، سب کی اجرتین پہلے سے چکا کر طے کرلینا ضروری ہی، ورنہ بعد کو خواہ مخواہ بدمزگی واقع ہوتی ہے، اور جو مقام شکستگی وافتقار کا ہے، وہان خواہ مخواہ زبان بدزبانی پر کھلتی ہی،

مکہ کے معلمون کی طرح، مدینہ مین بھی ایک پیشہ ور جماعت موجود ہے، جسکا کام زائرون کے قیام کا بندوبست کرنا، اور اُنھین آدابِ زیارت تلقین کرنا ہی، یہ لوگ مزوّر کہلاتے ہین، ہندوستان کا ایک ایک شہر ہر مزوّر کے حصہ مین تقسیم ہی، اسی لئے شہر مین داخل ہونے سے پہلے ہی یہ سوال کرلیا جاتا ہی کہ "کس شہر سے آتے ہو" خود مزوّرین تو بہت کم آتے ہین، البتہ اُن کے کارندے اور ملازمین لازمی طور پر ہر قافلہ کو ملتے ہین، اور جو قافلہ جس شہر کا ہوتا ہی، اس کے قیام کا ذمہ دار اُس شہر کا مزوّر ہوجاتا ہی، زائرون اور مسافرون کے لئے عام طریقہ یہی ہی، ان کے علاوہ ہندوستان کے بعض صاحب خیر رئیسون کی طرف سے رباطین بھی قایم ہین مثلاً رباط ٹونک، رباط بھوپال، رباط حیدرآباد، رباط ٹونک تک پہونچنا نہین ہوا لیکن اسکی تعریف سننے مین آئی، رباط بھوپال، حرم سے نصف فرلانگ کے فاصلہ پر ہے، اور عمارت گو بہت زیادہ وسیع نہین، تاہم اچھی حالت مین ہی، اور تھوڑے سے آدمی اسمین پوری آسایش کے ساتھ رہ سکتے ہین، حیدرآباد کی طرف سے کم سے کم دو عمارتین ہین، ایک رباط حسین بی کہلاتی ہی، اور دوسری کو مکان حسین بی

کہتے ہین، اور شاید ان کے علاوہ بھی کوئی عمارت ہی، حسین بی کا مکان گو مختصر ہی لیکن اچھی حالت مین ہے حسین بی کی رباط گو بہت وسیع اور چومنزلی عمارت ہی، لیکن بہت بوسیدہ اور مرمت طلب حالت مین ہی، ان حیدرآبادی عمارتون کے مہتمم شیخ جعفر داغستانی، ایک معقول و خوش اخلاق شخص ہین، جو مزدوری بھی کرتے ہین، ہم سب لوگون کے ٹھہرنے کا انتظام، ریاست حیدرآباد کی طرف سے انھین سرکاری عمارتون مین ہو گیا تھا، اور ان داغستانی صاحب کے نام تعارف نامہ بھی اختر یار جنگ بہادر معتمد امور مذہبی مملکت آصفیہ نے دیدیا تھا،

بزرگون نے افضل اور مستحب اسکو بتایا ہے، کہ مدینہ طیبہ پہونچتے ہی سب سے پہلے ہی روضۂ اقدس پر حاضری دیجائے لیکن ایسے نصیب صرف خوش نصیبون ہی کے ہو سکتے ہین، یہان اکیس ۲۱ آدمیون کا قافلہ ہمراہ تھا جس مین اچھی خاصی تعداد بوڑھے مردون اور بوڑھی عورتون کی تھی، سب سے پہلی فکر قدرۃً ان کے ٹھہرانے اور سامان کے ٹھکانے لگانے کی ہوئی، موٹر سے اتر کر سامنے والی مسجد مین چار چار رکعتین نفل کی پڑھین، اور سامان اعرابیون پر لاد کر ہم لوگ پا پیادہ روانہ ہوئے، مقام کی اجنبیت زبان کی اجنبیت، راستہ کی ناواقفیت بہرحال کچھ دیر کے بعد پتہ لگاتے لگاتے مکان حسین بی تک پہونچے، داغستانی صاحب معلوم ہوا کہ نماز ظہر پڑھنے حرم گئے ہوئے ہین، اور ابھی واپس نہین ہوئے ہین، وہ خدا معلوم کتنی دیر مین واپس ہون؟ عورتون کو اتنی دیر کہان بٹھایا جائے؟ خود اتنی دیر تک، عرب کی اس تیز و شدید دھوپ مین ٹھیک دوپہر کے وقت کہان بیٹھکر انتظار کیا جائے؟ یہی سوالات پیش نظر تھے کہ مکان کے کوٹھے

سے ایک صاحب نے میرا نام لیکر پکارا، حیرت ہوئی کہ یہان یہ کون شناسا نکل آئے، اتنے مین وہ صاحب اتر کر نیچے آئے تو معلوم ہوا، کہ منشی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی (ڈپٹی مجسٹریٹ و ڈسٹرکٹ جج پنچ چھاؤنی) ہین جو کئی ماہ قبل سے یہان مقیم ہین! اسوقت انکا ملنا نعمت غیر مترقبہ تھا، خود مہمان تھے، مگر ہمارے میزبان بن گئے، منشی صاحب اردو کے ایک ممتاز ادیب اور اہل قلم ہین، اور متعدد ادبی کتابون کے مصنف، لیکن یہ کم لوگون کو معلوم ہوگا کہ محض "اہل قلم" نہین "اہل دل" بھی ہین، تھوڑی دیر مین صوبہ بہار کے ایک ہومیوپیتھک ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب سے بھی ملاقات ہوگئی، جو ریاست حیدرآباد کی طرف سے دو سال سے خدمت حجاج کیلئے حجاز آرہے ہین، انکی وسعت اخلاق نے ثابت کردیا کہ مسافر نوازی مین صوبہ بہار کا قدم، صوبہ اودھ سے کچھ پیچھے نہین، اتنے مین دلفگاری بھی آگئے، مولوی لطف اللہ صاحب مونگیری کا پانچ آدمیون کا قافلہ اسی مکان مین رہگیا، اور ہم سولہ آدمی رباط حسین بی مین منتقل ہوگئے،

اس سارے اہتمام و انتظام مین ظہر کا وقت تو جا ہی چکا تھا عصر کا بھی اول وقت چلا گیا، اور یہ دونون نمازین بجائے حرم شریف مین پڑھنے کے گھر ہی مین پڑھنی پڑین، اب ڈر ہوا، کہ کہین خدانخواستہ مغرب کا وقت بھی نہ چلا جائے، جلدی جلدی حجامت بنوائی، غسل کیا، کپڑے بدلے، اور حرم شریف کی حاضری کی فکر ہوئی، جسم ان تیاریون مین مصروف، لیکن دل کس حالت مین؟ آداب زیارت کے جتنے رسالے نظر سے گذرے، یہ سب مین لکھا ہوا ملا کہ غسل کرے، خوشبو لگائے، کپڑے نئے پہنے، لیکن یہ کوئی نہین بتاتا کہ دل کو کیونکر قابو مین کیا جائے؟ اس وقت اپنے دل کا کیا حال ہو رہا ہے؟

خوش ہو رہا ہی؟ مغموم ہی؟ حیرت طاری ہی؟ ہیبت سے دھڑک رہا ہی؟ شوق سے اچھل رہا ہی؟ آخر کیا ہی؟ ——— کون بتلائے؟ اور بتلانے کے لئے الفاظ کہاں سے لائے؟ زبان، گوشت اور پوست کی بنی ہوئی زبان، زبان گفتگو کی ترجمانی کرسکتی ہی لیکن دل کی ترجمانی کیلئے تو دل ہی کی زبان چاہئیے کاغذ کے نقوش اور سیاہی کے حروف مین خدارا کیونکر منتقل کیا جائے، ع

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا؟

باب ۱۰

آستانۂ نبوت

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا، یہ کسی فقیہ کا اجتہاد نہین جس پر ردّ و قدح کی گنجایش ہو، کسی بزرگ کا کشف نہین جسمین غلطی اور دھوکے کا احتمال ہو، کوئی روایت حدیث نہین جس کے اسناد مین گفتگو ہو سکے، خدا ے پاک کے کلام کی ایک آیت ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ "ان لوگون نے جس وقت اپنے اوپر ظلم کئے تھے اے پیغمبرؐ اگر تمھارے پاس آگئے ہوتے، اور اللہ سے اپنے قصور کی معافی چاہتے، اور رسولؐ بھی اُنکے حق مین معافی چاہتے، تو پاتے اللہ کو معاف کرنے والا، مہربان" گویا گناہگارون اور تباہ کارون کو یہ حکم ملا ہے، کہ اپنے پروردگار سے معافی طلب کرین، لیکن تنہا اپنے گھرون پر بیٹھے ہوئے نہین، بلکہ رسولؐ کی خدمت مین حاضر ہوکر، اور اُن سے بھی اپنے حق مین دعا کرا کر، ظاہر ہے کہ حکم کا براہ راست تعلق کسی ایسے گروہ سے ہے، جو حضور انورؐ کے زمانہ مین موجود تھا، خوش نصیب تھے وہ افراد جنھین اس حکم پر عمل کی توفیق نصیب ہوئی، جو رسولؐ کی خدمت مین حاضر ہوئے، جنھون نے اللہ سے گڑگڑا گڑگڑا کر معافی مانگی، اور رسولؐ نے جن کے حق مین سفارش فرمائی، لیکن آج اس چودھوین صدی مین امت کا کوئی فاسق

فاجر، بدعمل و نامہ سیاہ، اگر حکم "جاؤک" کی تعمیل کرنا چاہے، تو کیا اس کے لیے، اس سعادت و ہدایت کا دروازہ، خدانخواستہ، قیامت تک کے لیے بالکل بند ہو چکا ہے؟ اور اسکی قسمت مین بجز محرومی و مایوسی کے اور کچھ نہین ؟

موسم گل جب چمن سے رخصت ہو چکتا ہے، اور کوئی بوئے گل کا متوالا آنکلتا ہے، تو عرق گلاب کے شیشون اور قرابون کو غنیمت سمجھتا ہے، پھر اگر آج کوئی بوئے حبیب کا متوالا حکم "جاؤک" کی تعمیل مین، اپنے کو ہزارون میل کے فاصلہ سے دیار حبیب تک پہونچاتا ہے اور اپنے مظالم نفس کی تلافی و عذر خواہی کے لیے اپنے ایمان اور اپنی بیعت کی تجدید کیلیے اپنی تباہ کاریون پر پشیمانی و اشک افشانی کے لیے، حبیب تک نہ سہی، آستان حبیب تک گرتا پڑتا جا پہونچتا ہے، تو کیا اُس پر "بدعت" و "شرک" کا فتوی لگایا جائیگا؟ جہان اللہ کے اس سب سے بڑے پرستار نے نمازون پر نمازین پڑھین، اور آخری نمازین پڑھین، جہان عبد و معبود کے راز و نیاز، حیات ناسوتی کی آخری سانس تک جاری رہے، جہان ہیبت و خشیت سے لرزتے ہوئے گھٹنے خدا معلوم کتنی بار رکوع مین جھکے، جہان ذوق و شوق سے دمکتی ہوئی پیشانی بارہا سجدہ مین گری، جہان امت کے گنہگارون اور سیہ کارون کے حق مین درد بھری دعاؤن کے لیے ہاتھ اٹھے اور لب ہلے، جہان ٹوٹی ہوئی آس والون کی بیشمار مرتبہ تشفی کرائی گئی، جہان آج وہ جسد اطہر آرام فرما ہے جس کے طفیل مین عرش بھی وجود مین آیا، اور کرسی بھی، کوثر بھی اور سلسبیل بھی۔ ——— اس عظمت و جلالت والی اس برکت اور نورانیت والی زمین پر مقدس مکین کے مقدس مکان پر بھی جبین نیاز کو خم کرنا، اگر "شرک" نہیے "بدعت" ہے، تو خدا معلوم کسی

مقام اور کسی مکان پر بھی ہمارے رہنا کسی طرح توحید و سنت کے مطابق ہو سکتا ہے؟

حافظ ابن کثیر دمشقی تیرہویں اور چودھویں صدی کے "مبتدع" نہ تھے۔ ساتویں اور آٹھویں صدی کے محدث تھے اپنی تفسیر میں (اس تفسیر میں جو ایک بار ہندوستان کے مشہور "موحد" نواب صدیق حسن خان مرحوم کی تفسیر کے ساتھ شائع ہوئی تھی اور اب نجد و حجاز کے مشہور "موحد" سردار سلطان ابن سعود کے حکم سے شایع ہوئی ہے) عتبی کی زبانی نقل فرماتے ہیں کہ میں رسولؐ کی تربت مبارک کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلعم میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما، پس میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ اپنے گناہوں پر مغفرت طلب کرتا ہوا اور اپنے پروردگار کے حضور میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوا" اس کے بعد نعت میں دو شعر پڑھے عتبیؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اعرابی تو وہاں سے ہٹ گیا، اور مجھے نیند آگئی۔ خواب میں مجھے رسول اللہ صلعم کی زیارت ہوئی، اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس اعرابی سے جاکر مل، اور اسے بشارت پہونچا دے کہ اللہ نے اسکی مغفرت کر دی۔" (جلد ۲ ص ۵ مطبوعہ المنار مصر ۱۳۴۳ھ) اور اسی سے ملتی جلتی ایک دوسری روایت ابو حیان اندلسی نے بھی اپنی تفسیر بحر المحیط میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالہ سے نقل کی ہے (جلد ۳ ص ۲۸۳ مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ) یہ روایات اپنے تمام جزئیات و تفصیلات میں صحیح ہوں یا نہ ہوں، لیکن اتنا تو بہرحال نکلتا ہے کہ یہ "خوش عقیدگی" کوئی آج کی بدعت نہیں، بلکہ صدیوں پیشتر کے "موحدین" بھی اس مرض میں مبتلا

رہ چکے ہین!

اس کے بعد اب اس بحث مین کیون الجھئے کہ نیت روضہ اقدس کی زیارت کی رکھنی چاہئے، یا مسجد نبویؐ کی؟ انسان کی جدال پسند فطرت ہر سیدھی بات کو ٹیڑھی بنا دیتی ہے صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ مقصود خود حضور انور کی زیارت ہونی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اب مادی آنکھون سے اس کا امکان نہین۔ اس لئے مکان کے جس حصہ کو مکین سے جس قدر زیادہ تعلق، جس قدر زیادہ نسبت، جس قدر زیادہ قرب ہوگا، اسی قدر اس کی زیارت اہم تر و محبوب تر ہوگی، حجرۂ عائشہ صدیقہؓ ہو یا مصلےٰ و منبر، جس شے کو بھی امتیاز و افتخار حاصل ہوا اسی بنا پر حاصل ہوا، کہ حضورؐ کی ذات سے اس کا تعلق تھا، اس مین نہ کسی کو نزاع ہے، اور نہ کوئی وجہ نزاع ہے، اس کے آگے جو کچھ اختلاف ہے، وہ کسی اصول یا عقیدہ کا اختلاف نہین، اپنے اپنے ذوق طبعی کا اختلاف ہے، بعض کی نظر مین کے اُن ٹکڑون کی عظمت و تقدیس پر گئی، جو سید الانبیاء صلعم کے رکوع و سجود کیلئے مخصوص تھے، اور اس لئے انھون نے نیت زیارت مین مسجد نبویؐ کے احترام کو سب پر مقدم و بالا رکھا، اور بعض نے یہ خیال کیا کہ وہ شہیدون، اور صدیقون کا سردار جب اپنی حیات طیبہ کے ساتھ اس وقت بھی زندہ و قایم ہے، تو قدرۃً سب سے زیادہ شرف و احترام مٹی کی اس سحد کو حاصل ہے، جس کے اندر جسد اطہر آرام فرما ہے، اور اس لئے سفر کا اعلیٰ مقصود اس تربت پاک ہی کی زیارت رہے تو بہتر ہے، اور فقہا حنفیہ نے غایت انصاف و اصابت رائے کے ساتھ یہ فیصلہ فرما دیا ہے، کہ زیارت تربت مبارک کے ساتھ ہی ساتھ زیارت مسجد نبویؐ کی نیت کو بھی جمع کر لیا جائے،

وزیارۃ قبر الشریف مندوبۃ بل	قبر شریف کی زیارت مستحب بلکہ بقول بعض علما
قیل واجبۃ لمن سعۃ........	کے واجب ہی جسکو استطاعت ہو......
..... ولینو معہ زیارۃ مسجدہ	اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ
الشریف (در مختار) فاذا نوی زیارۃ	مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرے،
القبر فلینو معہ زیارۃ مسجد رسول اللہ	
صلعم (عالمگیری)	

مسجد نبوی اور روضۂ مبارک الگ الگ عمارتون کے نام نہین، اور ایک دوسرے سے جدا نہین مسجد کی عمارت بہت وسیع، شاندار، اور اس سے بھی کہین بڑھکر حسین وجمیل ہی، اُس سے بڑی بعض مسجدین ہندوستان کے اندر موجود ہین، اور دوسرے ملکون مین بھی یقیناً ہونگی لیکن حسن وجمال کے لحاظ سے خوبی ومحبوبی کے لحاظ سے، زیبائی ودلکشی کے لحاظ سے پردۂ زمین پر اس مسجد کا جواب نہین بس یہی جی چاہتا تھا کہ ہر وقت صحن مین بیٹھے ہوئے عمارتِ مسجد کی طرف برابر ٹکٹکی لگی رہے، اللہ اللہ! کس محبوب کی مسجد ہے، کیسے کیسے محبوبون نے یہان ماتھے ٹیکے ہین! اینٹ اور پتھر، مٹی اور چونہ تک پر محبوبیت چھا رہی ہو! مسجد کی پیمائش کا دماغ کس کو، اور طول عرض کے جائزہ لینے کا ہوش کسے! لیکن بعض کتابون مین پڑھا ہی کہ موجودہ مسجد کا طول ۰۰ ۶ فٹ اور عرض ۴۰۰ فٹ ہی قبلہ جنوب کے رخ پر ہے، آگے پیچھے دس گیارہ دالان بنے ہوئے، بہترین نقش ونگار سے آراستہ حسن وزیبائش مین ایک سے ایک بڑھے ہوئے، اس کے بعد وسیع صحن، صحن کے داہنے

اور بائین دونون جانب صحن ہی کے برابر لابنے لابنے دالان، بائین جانب والے دالان مین عورتون کیلئے جگہ مخصوص، کلام پاک کی آیات بعض احادیث کے ٹکڑے، اسمائے الٰہی، اسمائے رسولؐ، اسمائے صحابۂ کبار، سب موقع موقع سے در و دیوار پر کندہ، بڑی محراب، محراب عثمانی کے نام سے موسوم حضرت خلیفہ ثالثؓ کی تعمیر کرائی ہوئی، منبر ٹھیک اسی جگہ پر رکھا ہوا، جہان عہدِ نبوتؐ مین تھا، اسی منبر اور روضۂ مبارک (حجرۂ عائشہ صدیقہؓ) کا درمیانی حصہ "روضۂ جنت" کے نام سے، حدیث صحیح کی بنا پر موسوم، اتنے رقبہ مین کوئی ڈھائی تین سو نمازیون کی جگہ ہوگی، اسی حصہ مین محراب النبی، اور مصلّٰی نبیؐ، یعنی وہ مقام جہان سرکارؐ خود کھڑے ہو کر امامت فرمایا کرتے تھے اصل مصلّٰی ایک دیوار سے چھپا دیا گیا ہے، صرف اتنا حصہ کھلا ہوا ہے، جہان حضور صلعم کے قدم مبارک ہوتے تھے، اس طرح اب جو قسمت کا دھنی وہان کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے، اُس کا سر قدرۃً و اضطراراً حضور صلعم کے آثارِ قدم پر جا کر پڑتا ہے! اللہ اکبر! کیا شانِ جمال، کیا وسعتِ کرم ہے! خدا جانے کتنون کی نجات اسی بہانہ سے ہو جاتی ہے!

عہدِ نبوت مین یہ تکلفات اور یہ وسعت کہان تھی، مختصر سی زمین اور انتہائی سادگی، توسیع فاتح روم و ایران حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ہوئی، پھر خاص خاص ترمیمات حضرت عثمانؓ غنی اور خلیفہ ولید نے کرائین، موجودہ عمارت کی زینت و خوشنمائی کا سہرا سلطان عبدالمجید خان مرحوم و مغفور کے سر ہے، اللہ ان سب خدام حرم نبویؐ کو پورا اجر عطا فرمائے، اس وقت مسجد مین پانچ دروازے

ہین، دوجانب مغرب، باب السلام اور باب الرحمۃ، ایک جانب شمال باب مجیدی سلطان عبدالمجید خان کا تعمیر کرایا ہوا، اور دوجانب مشرق، باب النساء اور باب جبرئیل، صحن مین شرقی دالان سے ملا ہوا بستان فاطمہ تھا، کھجور کے چند شاداب درخت لگے ہوئے تھے، اور اُن کے سایہ مین ایک کنوان تھا جسکا پانی شیرینی ولطافت مین مشہور تھا، نجدی حکومت نے وہ درخت کٹوا کر صاف کر دیئے ہین، اور کنوئین کو بند کرکے اس مین قفل ڈالدیا ہی، مسجد مین خدام پہلے سیکڑون تھے اب بہت گھٹ گئے ہین، خواجہ سراؤن، (آغاؤن) کی جماعت پہلے بہت ذی اختیار تھی، اب یہ لوگ بھی تعداد مین بہت کم رہ گئے ہین، اور ان کے اختیارات بھی بہت محدود ہوگئے ہین، انکے بیٹھنے کا ایک وسیع چبوترہ باب جبرئیل اور باب النساء کے درمیان بنا ہوا، کہا جاتا ہی کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی یہی چبوترہ تھا، مسجد کے ستونون پر عہد نبوی کی مسجد کے حدود درج ہین

اسی مسجد کے گوشۂ جنوب و مشرق مین دالانون کے اندر، وہ سبز گنبد والا روضۂ اقدس ہی جس کی زمین بہ قول محدث جلیل، قاضی عیاض مالکیؒ کے بلا نزاع واختلاف سارے روے زمین سے بڑھکر ہے (ولاخلاف ان موضع قبرہ صلعم افضل بقاع الارض) اور بہ قول ہمارے فقہاء کے زمین، آسمان، کعبہ، عرش کرسی، سب سے افضل ہی، فما ضم اعضاءہ الشریفۃ فھو افضل بقاع الارض بالاجماع حتی من الکعبۃ ومن العرش (لباب المناسک، فانہ افضل مطلقاً حتی من الکعبۃ والعرش والکرسی (درمختار) جس حصۂ زمین کی بابت محققین

محدثین اور خشک فقہا یہان تک فرما جائین، اس کے لئے جذبات کی زبان الفاظ کہان سے ڈھونڈ کر لائے؟ اور کسی نے خود جو کچھ دیکھا ہو، وہ اسے دوسرون کو کیونکر دکھائے؟ شاعر کی تخئیل نے بڑی بلند پروازی کی تو یہ کہا کہ ؎

انبساطِ عید دیدن روے تو
عید گاہِ ما غریبان کوے تو

لیکن جس کی دیدِ رخ کو انبساطِ عید سے کوئی نسبت ہی نہ ہو، اور جس کی گلی پر ہزارون عید گاہین قربان ہون، اُس کے بیان کرنے کے لئے دنیا کی کس زبان سے الفاظ تلاش کر کے لائے جائین، اور کس اہلِ زبان کی زبان سے امداد و اعانت کی التجا کی جائے؟

هر کجا یوسف رخے باشد چو ماه — جنت ست آن گرچه باشد قعرِ چاه
هر کجا دلبر بود خرم نشین — فوق گردون ست نے قعرِ زمین
خوشتر از هر دو جهان آنجا بود — که مرا با تو سر و سودا بود،

یہ تو سب کو معلوم ہو، کہ حضور صلعم نے بی بی عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مین عالم ناسوت سے سفرِ آخرت اختیار فرمایا تھا، اور جسد اطہر یہین سپردِ لحد کیا گیا، پہلو مین، ادب کے ساتھ ذرا بائین کی طرف ہٹے ہوئے، صدیق و فاروق رض دونون وزیر بھی یہین آرام فرما ہین، حجرۂ صدیقہ مین اس کے بعد سے بار بار تبدیلیان ہوتی رہین، یہان تک کہ اب روضۂ مبارک کوئی ۳۰، ۳۵ فٹ لانبی، اور اس سے کچھ کم چوڑی عمارت ہو گئی، خانۂ کعبہ سے ممتاز رکھنے کے لئے اسے بالقصد، بجائے مربع کے مستطیل

رکھا گیا ہے، سب سے پہلے چارون طرف لوہے اور پیتل کی جالی یا جنگلے کی دیواریں ہین، ان جالیون کی دیوارون مین جنوب، مشرق، اور شمال کے رُخ پر دروازے بھی ہین، مگر عام لوگون کے لئے ہمیشہ بند ہی رہتے ہین، خاص خاص موقعون پر خدام وغیرہ کے لئے کوئی دروازہ کھلتا ہی، جالیون کے اندر سیسہ بھری ہوئی گہری بنیادون کے اوپر ایک مضبوط پختہ چار دیواری ہی جو حجرہ صدیقہؓ کو پوری طرح گھیرے ہوئے ہی، اور جسمین کوئی دروازہ نہین، اس عمارت پر غلاف پڑا ہوا ہی، اور گنبد خضرا اسی عمارت کے اوپر ہی، اس کے اندر اصل حجرۂ صدیقہؓ ہی، جو عہد نبویؐ مین خام تھا، بعد کو پختہ کر دیا گیا، یہ بھی ہر طرف سے بند ہی، جالیون والی چار دیواری کے اوپر کے حصہ مین بھی خوشنما سبز غلاف ترکون کے زمانہ کا ابتک پڑا ہوا ہی، مدینہ سے کعبہ سمت جنوب مین ہی، اس لئے روضۂ اطہر کا، جسے صدر دروازہ سمجھا جاتا ہی، وہ جنوب رخ ہی، اور یہی مواجہہ شریف کہلاتا ہی، اسی عمارت کے اندر، حجرۂ صدیقہؓ سے ملا ہوا ایک اور حجرہ بھی ہی، جس کے اندر ایک مزار سا بنا معلوم ہوتا ہی، کہا جاتا ہی کہ حضرت فاطمہؓ زہرا نے یہین وفات پائی ہی، اور مزار کی بابت ایک روایت یہ ہی، کہ انھین سیدۂ خاتون جنت کا ہی، اور بعض روایات یون مشہور ہین، کہ یہ کوئی دوسری بی بی حضرت زہراؓ کی ہمنام تھین۔ ——— مدینہ پہونچتے ہی تڑپ تھی تو یہ، بے قراری تھی تو اس کی کہ جسقدر جلد بھی ممکن ہو، اس آستان پاک تک پہونچئے، لیکن اس ذوق وشوق اس طلب و تمنا کے باوجود، یہ کیا ہی کہ ہمت کے قدم ڈگمگائے جارہے ہین، اور ارادہ ہی کہ جم جم کر ٹوٹتا ہی اور ٹوٹ ٹوٹ کر جمتا ہی! الٰہی یہ آخر کیا اسرار ہی!

باب (۱۱)

گنبدِ خضراء

طور کی چوٹیان، جس وقت کسی کی تجلیاتِ جمالی کی جلوہ گاہ بننے لگین، تو پاکون کے پاک، اور دلیرون کے دلیر، موسیٰ کلیمؑ تک تاب نہ لاسکے، اور اللہ کی کتاب گواہ ہے کہ کچھ دیر کے لئے ہوش وحواس رخصت ہوگئے، معراج کی شب، جب کسی کا جمال بے نقاب ہونے لگا، تو روایات مین آتا ہے، کہ اس وقت وہ عبدِ کامل، جو فرشتون سے بھی بڑھکر مضبوط دل اور قوی ارادہ کا پیدا کیا گیا تھا، اپنی تنہائی کو محسوس کرنے لگا، اور ضرورت ہوئی کہ "رفیقِ غار" رضی اللہ عنہ کا تمثل سامنے لاکر آب و گِل کے بنے ہوئے پیکرِ نورؐ کی تسلی کا سامان کیا جائے —— یہ سرگذشت انکی تھی، جو قدوسیون سے بڑھکر پاک، اور نورانیون سے بڑھکر لطیف تھے، پھر وہ مشتِ خاک جو ہمہ کثافت اور ہمہ غلاظت ہو، جسکا ظاہر بھی گندہ اور باطن بھی گندہ، اگر وہ رسول صلعم کی مسجدِ اقدس مین قدم رکھتے ہچکچا رہا ہو، اگر اسکا قدم رسول کے روضۂ انور کی طرف بڑھتے ہوئے لڑکھڑا رہا ہو، اگر اسکی ہمت رحمت وجمال کی سب سے بڑی تجلی گاہ مین قدم رکھنے سے جواب دے رہی ہو، اگر اسکا دل اس وقت اپنی بیچارگی و درماندگی کے احساس سے پانی پانی ہوا جا رہا ہو، تو اس پر حیرت

کیون کیجیے، خلافِ توقع کیون سمجھیے، اور خدا کے لئے، اس ناکارہ و آوارہ، بیچارہ و درماندہ کے اس حالِ زار کی ہنسی کیون اڑائیے؟

مغرب کی اذان مین چند منٹ باقی تھے کہ قسمت کی یاوری نے باب النساء کے متصل ایک ہندی بزرگ مولانا سید احمد صاحب فیض آبادی مدظلہ کی بیعت مین پہنچایا، موصوف حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ (جانشین حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ) کے حقیقی بھائی ہین، (قلم ہچکچا رہا ہے کہ اگر انکو "بڑا" لکھے، تو انھین "چھوٹا" کیونکر کہے!) ۲۵، ۳۰ سال سے اپنے شہر کو ترک کئے ہوئے دیارِ رسول صلعم مین حاضر ہین، اور وطن کے ساتھ ہی یادِ وطن کو بھی ترک کر چکے ہین، مولانا گنگوہی سے بیعت و اجازت ہے، اور مرشدون کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے چشمۂ فیض سے سیراب، صبح سے لیکر رات تک ہر وقت خدمتِ خلق مین مشغول، ایثار و استغنا، بےنفسی و خود فراموشی، تواضع و فروتنی کا ایک کامل نمونہ ہندوستان مین دیکھا تھا، اور دوسرا نمونہ اللہ نے اس مقدس سرزمین پر پہونچتے ہی دکھا دیا، جلد ہی جلد ہی تعارف ہوا، اور فوراً اذان کی آواز فضا مین گونجنے لگی، ایک اناڑی مصرعہ ذہن مین پڑا ہوا تھا، ع

مومن چلا ہے کعبہ کو اک پارسا کے ساتھ!

حکیم مومن خان تو شاعری کی دنیا مین چلے تھے، یہان چلنا خیالی دنیا مین نہین، عملی دنیا مین تھا، اور حاضری "بیتِ خلیل" مین نہین "بیتِ حبیب" مین دینی تھی، اس گھڑی ایک "پارسا" کی دستگیری و رہنمائی غنیمت نہین نعمت تھی، دھڑکتا ہوا دل کچھ تھما، اور ڈگمگاتے ہوئے پیر کسی قدر سنبھلے، ادھر اذان کی آواز ختم

ہوئی اُدھر قدم دروازہ سے باہر نکالے، مکان سے حرم کے داخلہ کا دروازہ باب جبرئیل اگرچند فٹ نہیں، توچند گز پر ہے، اتنا فاصلہ بھی خدا معلوم کے منٹ میں طے ہوا، اس وقت نہ وقت کا احساس نہ فاصلہ کا اور اک نہ "زمان" کی خبر نہ "مکان" کی!

کہتے ہیں کہ داخلہ باب جبرئیل ہی سے افضل ہے، یہ افضلیت بلا قصد خود بخود حاصل ہوگئی، حرم کے اندر قدم رکھتے ہوئے، یہ دعا پڑھی جاتی ہے، اللھم افتح لی ابواب رحمتك وفضلك وارزقنی من زیارۃ رسولك صلی اللہ علیہ وسلم کما رزقت اولیاءك واغفر لی وارحمنی یا ارحم الراحمین، لیکن پہلی مرتبہ قدم رکھتے وقت ہوش وحواس ہی کب درست تھے، جو یہ دعا یا کوئی اور خاص دعا، قصد وارادہ کرکے پڑھی جاتی، ایک ربودگی، بیخبری، اور نیم بے ہوشی کی حالت میں معمولی درود شریف کے الفاظ تو محض حفظ کی بنا پر، بلا قصد وارادہ زبان سے ادا ہوتے رہے، باقی بس، ہوش آیا، تو دیکھا کہ نماز کو شروع ہوئے، دو چار منٹ ہو چکے ہیں، اور امام پہلی رکعت کی قرآت ختم کرکے رکوع میں جا رہے ہیں جھپٹ کر جماعت میں شرکت کی اور جوں توں کرکے نماز ختم کی، یہ پہلی نماز وہاں ادا ہو رہی ہے، جہاں کی ایک ایک نماز، پانچ پانچ سو اور ہزار ہزار نمازوں کے برابر ہے، اللہ اللہ! شان کریمی اور بندہ نوازی کے حوصلے دیکھنا! کس کو کیا کیا مرتبے عطا ہو رہے ہیں!

اس مرتبہ کو دیکھئے، اور ہمکو دیکھئے!

وقت، نماز مغرب کا تھا، اور مغرب کی نماز سورج ڈوبنے پر پڑھی جاتی ہے،

لیکن جسکی نصیبہ وری کا آفتاب عین اسی وقت "طلوع" ہو رہا ہو جس کی سربلندیوں اور سرافرازیوں کی "فجر" عین اس وقت ہو رہی ہو، کیا وہ بھی اس وقت کو، مغرب ہی کا وقت کہتا اور سمجھا رہے ؟

لیجئے، نماز ختم ہو گئی، فرض ختم ہو گئے، سنتیں ختم ہو گئیں، اور روضۂ اطہر کے دروازہ پر ہر طرف سے صلوٰۃ وسلام کی آوازیں آنے لگیں، ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً جس پر اللہ خود درود بھیجے، اللہ کے فرشتے درود بھیجتے رہیں، اس کے آستانہ پر بندوں کے صلوٰۃ وسلام کی کیا کمی ہو سکتی ہے! الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا سید المرسلین، الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین، السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ، (آج "غائب" کا صیغہ سرے سے غائب ہے، حضوری کے وقت بھی غیبت کے آداب ملحوظ رکھنا کیسی کھلی ہوئی بدتہذیبی ہو) واشھد انک عبدہٗ ورسولہ واشھد انک قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وکشفت الغمۃ وجاھدت فی اللہ حق جہادہ، یا رسول اللہ انی اسالک الشفاعۃ واتوسل بک الی اللہ تعالیٰ! ہر طرف آوازیں ہیں تو یہی، ہر سمت صدائیں ہیں تو ایسی ہی، جسے دیکھئے مواجہہ شریف کی طرف کھنچا چلا آ رہا ہے، اس وقت رُخ قبلہ کی جانب نہیں پھر سے تعبیر کئے ہوئے کعبہ کی جانب نہیں، بلکہ اس کے درِ اقدس کی جانب ہے جو

دلون کا کعبہ اور روحون کا قبلہ ہی، اور جس کے ارد گرد خود پاکیزگی طواف کرتی رہتی، اور طہارت صدقہ ہوتی رہتی ہی! کسی کا نالہ جگر گداز، کسی کے لب پر آہ و فریاد، ہر شخص اپنے اپنے حال مین گرفتار، ہر متنفس اپنے اپنے کیف مین سرشار، گنہگارون اور خطا کارون کی آج بن آئی ہے، آستان شفیع المذنبین تک رسائی ہی!

سجدون مین اور بڑھتی ہی رفعت جبین کی!

یہان بھی نہ مانگین گے تو کہان جائین گے، آج بھی نہ گڑگڑائین گے، تو کدھر سر ٹکرائین گے، ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک الخ کا وعدہ پورا ہونے کیلئے ہے، محض لفظ ہی لفظ نہین ہین!

ادھر یہ سب کچھ ہو رہا ہی، رند و پارسا، فاسق و متقی سب ہی اس دھن مین لگے ہوئے ہین، اُدھر ایک ننگ امت، حیران و ششدر، فرط ہیبت و جلال سے گنگ و مضطر، حواس باختہ، چپ چاپ، سب سے الگ کھڑا ہوا ہی، نہ زبان پر کوئی دعا، نہ دل مین کوئی آرزو، سر سے پیر تک ایک عالم حیرت طاری! یا الٰہی! یہ خواب ہی یا بیداری! کہان ایک مشت خاک، کہان یہ عالم پاک ـــــ جل جلالہ، جہان ابوبکرؓ اور علیؓ حاضر ہوتے ہوئے، تھراتے ہون، جہان عمرؓ آواز سے بولتے ہوئے لرزتے ہون، جہان کی حضوری جبرئیل امین کے لئے فخر کا باعث اور شرف کا سبب ہو، آج وہان عبدالقادر دریابادی کا فرزند عبدالماجد اپنے گندہ دل اور گندہ تر قلب کے ساتھ، بے تکلف اور بلا جھجھک کھڑا ہوا ہی! دماغ حیران، عقل دنگ، زبان گنگ، ناطقہ انگشت بدندان، نہ زبان یاوری کرتی ہی، نہ لب کسی عرض و معروض پر کھلتے ہین، نہ دعاؤن

کے الفاظ یاد پڑتے ہین، نہ ملا جامی کی کوئی نعت خیال مین آتی ہی! چلتے وقت تو دل مین کیا کیا ولولہ اور کیسے کیسے حوصلہ تھے! لیکن اس وقت سارے منصوبے یکقلم غلط، سارے حوصلے اور ولولے یک لخت غائب! ایلے دے کے جو کچھ یاد پڑ رہا ہی، وہ محض کلامِ مجید کی بعض سورتین، اور آیتین ہین، یا پھر ہی عام و معمولی درود شریف، اور زبان ہی، کہ بے سوچے سمجھے، بغیر غور و فکر کئے، انھین الفاظ کو رٹتے ہوئے سبق کی طرح، اضطرارًا ادھر ادھر چلی جا رہی ہی! ع

نظارہ زجنبیدنِ مژگان گلہ دارد!

جالیون کے تین طرف سعودی سپاہیون کا پہرہ رہتا ہی، چوتھی طرف یعنی شمالی سمت سے جالیون تک پہونچنے کا کوئی آسان راستہ نہین، مسجدِ نبویؐ کے دروازے آخر وقت تہجد سے لیکر بعد نمازِ عشا تک کھلے رہتے ہین، اس درمیان مین پہرے برابر بدلتے رہتے ہین، جنوبی سمت مین، جدھر مواجہہ شریف ہی، پہرہ کا اہتمام زیادہ رہتا ہی، چار سپاہی ہر وقت تعینات رہتے ہین، زیارت کی عام اجازت بھی صرف اسی رُخ سے ہے، مغربی جانب، بالین مبارک ہے، ادھر سے زیارت کی اجازت نہین (سنا ہی کہ کسی زمانہ مین شیعون کو زیارت کی اجازت اسی رُخ سے تھی) مشرقی جانب پائین مبارک ہے، اور باب جبرئیل سے داخل ہونے کے بعد مواجہہ شریف تک پہونچنے کا راستہ اسی طرف سے ہے، ادھر سے بھی زیارت کی عام اجازت نہین، لیکن سپاہی بھی مختلف مزاجون اور طبیعتون کے ہوتے ہین، اکثر ایسے تند مزاج، متشدد اور شقی القلب، کہ دھکے دینے مین انھین باک نہین، بید مار بیٹھتے ہین انھین تامل نہین عورتون کو

پکڑ پکڑ کر گھسیٹنے اور ڈھکیلنے مین انھین دریغ نہین، کوئی کوئی اس کے برعکس، ایسے
نرم دل اور روادار، کہ زائرون کو ہر طرح کی بے ضابطگی اور قانون شکنی کرتے
دیکھتے اور کچھ نہ بولتے، بلکہ سر جھکا کر کلام مجید پڑھنے لگتے، بعض ایسے بھی دیکھنے مین آئے
جو زائر کی معمولی داد و دہش کے بعد پتھر سے موم ہو جاتے! سپاہیون کے علاوہ، اور
شاید اُن کی نگرانی کے لئے بھی، دو چار آدمی محکمۂ امر بالمعروف کے بھی بید یا چھڑی
ہاتھ مین لئے ٹہلتے رہتے ہین، اور "شریعتِ حقۂ نجدیہ" کا نفاذ اس حرم محترم کے حدود کے
اندر، زبان اور ہاتھ دونون سے پوری قوت کے ساتھ کرتے رہتے ہین!

مواجہہ شریف، مشتاقانِ زیارت سے خالی تو کسی وقت نہین ہوتا، البتہ پانچون
نمازون کے بعد زیارت کے اوقات باضابطہ مقرر ہین، قدرۃً ان اوقات مین بڑی
چپلقش ہوتی ہی، اور بعض اوقات اتنا ہجوم ہو جاتا ہی، کہ جو لوگ مسجد کے اندرونی درجون
مین محراب عثمانی کے آس پاس سنن و نوافل مین کچھ دیر مشغول رہنا چاہتے ہین، ان کے
لئے قطعًا کوئی موقع نہین باقی رہجاتا ہی، بلکہ بعض اوقات تو وہ پستے پستے بچ جاتے
ہین! زیارت عمومًا مزوّرون کی پیشہ ورجماعت کراتی ہی، اور زیارت کا عام طریقہ
یہ ہے، کہ مواجہہ مبارک کے سامنے ہر مزوّر اپنے اپنے گروہِ زائرین کو لا کھڑا کرتا ہی
اور باآواز بلند صلوٰۃ و سلام پڑھتا جاتا ہی، اور زائرین اسی کے الفاظ کو دوہراتے جاتے
ہین، یہانتک کہ مسجد ان آوازون سے گونج جاتی ہی، اور جن کو یہ واضح و قطعی حکم
ملا تھا، کہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیؐ (نبیؐ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند
نہ کرو) وہ مواجہہ مین حاضر ہو کر اپنے حلق کی پوری طاقت و قوت کیساتھ بے تحاشا چیخنے

لگتے ہین، اور اُس کو اپنے نزدیک کمالِ عقیدت و منتہائے تعظیم سمجھتے ہین! ع

خرد کا نام جنون پڑ گیا، جنون کا خرد!

باہر کے آئے ہوئے زائرین بیچارے تو فی الجملہ ادب ملحوظ رکھ لیتے ہین، اور بہر حال ڈرتے ہی رہتے ہین، نڈر ہو کر غضب تو زیارت کرانے والے بزرگ کرتے ہین، جنکا پیشہ ہی زیارت کرانا ہی، اور جو مدتون سے اس پاک سرزمین مین آباد ہین! ان کے لئے نہ اس کی ضرورت، کہ اپنی آوازون کو پست اور نظرون کو نیچا رکھین، نہ اس کی حاجت کہ روضۂ اقدس کے عین پائین مین کھڑے ہو کر زائرون سے ہر قسم کی "معاملت" اور وہ بھی آدابِ شریعت کے ساتھ نہین، بلکہ لوازمِ "معاملت" کے ساتھ طے فرمانے سے محترز رہین، اور نہ ان کے علاوہ دوسرے آدابِ مسجد خصوصًا آدابِ مسجد نبویؐ کے لحاظ و احترام کی ضرورت! ان کے لئے یہ بالکل کافی ہی کہ یہ "جیرانِ رسولؐ" ہین، اور "اضیافِ رسول صلعم" جو ہزارہا میل کے فاصلہ سے آئے ہوئے ہوتے ہین، اُن کے ساتھ انکا ہر سلوک جائز، اور ہر برتاؤ درست!

سرگروہِ عاشقان حضرت اویس قرنیؓ کی بابت بعض اکابرِ صوفیہ سے نقل ہے کہ جب آپ زیارتِ مدینہ کو حاضر ہوئے، آستانِ حرم (بابِ جبرئیل) تک پہونچے ہی تھے، کہ کسی نے کہدیا، کہ "دیکھئے وہ سامنے رسول اللہ صلعم کا مرقد ہی" یہ سننا تھا کہ غش کھا کر گر پڑے، اور جب ہوش آیا، تو کہا مجھے ابھی واپس لے چلو، جس شہر مین بجائے حبیبؐ کے تربتِ حبیبؐ موجود ہو، وہان مین ایک لحظہ بھی نہین ٹھہر سکتا،

له احیاء العلوم غزالی،

اویس سے بڑھکر عاشق و شیدا اویس سے بڑھکر عشق محبت مین غرق، اویس سے بڑھکر مجنون و دیوانہ اور کون ہوا ہے؟ اس عشق کے ساتھ یہ لحاظِ ادب، یہ کمالِ احترام یہ پاسِ عظمت! پھر اگر آج حرمِ رسول صلعم ہین، مسجدِ رسول صلعم ہین روضۂ رسول صلعم ہین کوئی شریعتِ رسول صلعم، کی تحقیر ہوتے ہوئے دیکھے حقوقِ رسول صلعم کو پامال ہوتے ہوئے پائے آدابِ رسول صلعم سے بیزاری پھیلی ہوئی پائے، تو عشق و محبت کے مدعیو! خدارا بتاؤ، کہ کیا کیا جائے؟ خوشی خوشی گوارا کرلیا جائے؟ ٹوکنے کی قوت و استطاعت رکھتے ہوئے محض تقدیرِ الٰہی کے حوالہ کردیا جائے؟ یا خوش عقیدگی کے معنی یہ فرض کرلئے جائین کہ سیاہ سفید ہے، اور سفید سیاہ؟ صحابہؓ نے، تابعین نے، مجتہدینِ فقہ نے، محدثین نے، اکابرِ صوفیہ نے، کسی نے خوش عقیدگی کے یہ معنی لیے ہین؟ روم کا عارفِ کامل تو اپنی مثنوی مین یہ کہہ گیا، کہ جب "امرِ حق" مل جائے، تو "نقشِ حق" کو بھی توڑ ڈالو، اور "شیشۂ یار" کو "سنگِ یار" سے چکنا چور کرکے رکھدو[1]، پھر کیا یہ کہا جائیگا، کہ عارف رومیؒ بھی آدابِ عشق و محبت سے بیخبر تھا؟

نوٹ متعلق باب (۱۱)

کمزور کو قوت والے کا، نابینا کو آنکھون والے کا، گنہگار کو متقی کا سہارا اگر ملجاتا ہے، تو بڑا سہارا ملجاتا ہے، مدیر سچ نے اپنے مضمون "سفرِ حجاز" کے ذیل مین لکھا تھا، کہ مسجدِ نبویؐ مین لوگون کو مواجہہ شریف کے روبرو بیباکی کے ساتھ جاتے ہوئے اور چلاتے ہوئے دیکھکر تکلیف ہوتی تھی، اس کے شایع ہونے کے چند ہی روز بعد مولانا

[1] نقشِ حق را ہم بہ امرِ حق شکن　　　بر زجاجۂ دوست سنگِ دوست زن

عاشق الٰہی صاحب میرٹھی (مترجم القرآن) نے اپنی تازہ تالیف تذکرۃ الخلیل لطف فرمائی، جو مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی قدس سرہٗ (شارح ابوداؤد و ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور) کے حالات مین ہے، مولانا شریعت و طریقت کے جامع ایک مسلم بزرگ تھے، ان کے حالات مین حسنِ اتفاق سے ذیل کی عبارت نظر آئی جو بجنسہٖ نقل کر دیجاتی ہے:—

"آستانہ محمدیہ پر حاضری کے وقت حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی، آواز نکلنا تو کیا مواجہہ شریف کے قریب یا مقابل بھی آپ کھڑے نہین ہوتے تھے، خوفزدہ مودبانہ دبے پاؤن آتے اور مجرم و قیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے، بہ کمالِ خشوع صلوۃ و سلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے، زائرین جو بے باکانہ اونچی آواز سے صلوۃ و سلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی، اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلعم حیات ہین، اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپکی ایذا کا سبب ہے،

لہذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے، اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی کی حد مین کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے، اس کو آنحضرت صلعم خود سنتے ہین"

(صفحہ ۲۶۰)

باب ۱۲

زیارت اور آدابِ زیارت

توحید کا مسئلہ ایک صاف اور سیدھا مسئلہ ہی، لیکن دہریون اور ملحدون ہی نے نہین، خدا پرستی کے دعویدارون نے بھی عجیب عجیب شگوفہ کاریان کر رکھی ہین، اسی طرح بارگاہِ رسالت کے ادائے حقوق کے معاملہ مین انکار کرنے والون کا نہین، اقرار کرنے والون کے دماغون نے عجیب عجیب مغالطے کھائے ہین لوگون کے کانون مین کہین سے ایک لفظ "محبت" کا پڑ گیا، بس پھر کیا تھا، اسکی آڑ مین ہر حرام، حلال تھا، اور ہر عیب، ہنر بنکر رہا، ذرا نہین سوچتے اور دیکھتے کہ محبت اپنی کتنی بیشمار مختلف صورتون اور قالبون مین اپنے گرد و پیش ہر وقت ظاہر ہوتی رہتی ہی، بیوی کی محبت کی شکل اور ہوتی ہی، اولاد کی محبت کی صورت اور اور ماں باپ سے جس قسم کی محبت کیجاتی ہی، کون شخص ہوش و حواس درست رکھکر اپنے مان باپ سے اُسی طرح کی محبت کریگا؟ پھر خود اولاد کی محبت کا یہ حال ہی، کہ بچہ جب تک چھوٹا ہی، اُسے گود مین لیا جاتا ہی، اُسے گدگدایا جاتا ہی، اُس کے ساتھ کھیلا جاتا ہی، اور جب سیانا سمجھدار ہوا تو اس کیساتھ ادب و قاعدہ برتا جانے لگا، اور ادب کے ساتھ محبت کا برتاؤ بالکل ہی دوسرے انداز کا ہونے لگا،

اب اگر کوئی شخص اپنے بوڑھے ماں باپ کو اس طرح چھیڑنے، گدگدانے، کھلانے کدانے لگے جس طرح اپنے چھوٹے کو کرتا رہتا ہے، تو یہ اس کی "محبت" کی دلیل ہوگی یا انتہا حمق اور کھلے ہوئے جنون اور دیوانگی کی؟

پھر رسول صلعم کا مرتبہ، تو باپ، ماں، بزرگ، استاد، مرشد، حاکم، غرض مخلوق کے ہر مرتبہ سے بڑا، اور رسول صلعم کا رشتہ ہر انسانی رشتہ سے اونچا ہے، اس کی شان مین اُس کے مرتبہ کے لحاظ سے ادنیٰ فروگذاشت بھی کیسے نظرانداز کیجا سکتی ہی؟ اسکی اطاعت عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہی، وَمَن یطِعِ الرَّسولَ فَقَد اَطَاعَ اللہَ اُس کی اطاعت کا حکم ایک دفعہ نہین بار بار وارد ہوتا ہی، اَطِیعُوا اللہَ واطیعوا الرسول، اسکی پیروی کا صلہ اللہ کی محبوبیت ہے، فاتبعونی یحببکم اللہ اُس کے مجلس کے آداب، تصریح وتاکید کے ساتھ، بار بار تعلیم کئے جاتے ہین اس کے حضور مین آواز نہ بلند کرو، یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی، ایسا نہ ہو کہ ایسی نادانستہ گستاخی سے سارے اعمال مٹ مٹا کر رہجائین لا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون، اس مظہر نور خدا کے سامنے اپنی آوازون کو پست رکھنا ہی بڑی پاکبازی اور دینداری ہے، ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجر عظیم، حجرون کے باہر سے آواز دے دیکر پکارنا شدید بدعقلی ہے، ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون، رسول صلعم کو اس طرح پکارنا جس طرح عام لوگون کو پکارا جاتا ہی، ممنوع ہی، لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا

رسول صلعم کے حقوق کا اور کسی اور کے حقوق کا مقابلہ نہین ہو من کی نظر مین رسول ؐ
کا مرتبہ اپنے جان و دل سے بھی بڑھکر ہوتا ہے، النبی اولی بالمومنین من انفسہم،
جسکی مجلس کے آداب کا مخلوق کو نہین خالق کو، بندون کو نہین پروردگار کو، یہ اہتمام
ہو جس کے دربار مین حاضری کے یہ قواعد و ضوابط اس تفصیل کے ساتھ، ہمیشہ کیلئے
اور ہر آنے والی قوم کی ہدایت کے لئے قرآن مجید مین محفوظ کر دیئے گئے ہون، اس کے
آستانہ پر دور دراز سے آکر حاضری دینے والے امتی اگر اپنی نادانی اور بے سمجھی سے
ان بندھے ہوئے قاعدون اور ضابطون کو توڑین، اور اس ربانی دستور العمل کی
جگہ اپنے ایجاد کئے ہوئے طریقون کو رواج دینے لگین، تو بجز اس کے کہ انکی کم نصیبی
پر حسرت و تاسف کیا جائے، اور کیا کیا جا سکتا ہے؟

فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ کی ہدایات، آداب زیارت روضہ انور کے سلسلہ مین بالکل
صاف، صریح اور واضح ہین جنمین کسی قسم کا اختلاف نہین، علامہ رحمۃ اللہ سندی،
لباب المناسک مین، اور ان کے شارح ملا علی قاریؒ المنسک المتوسط مین کہتے ہین:-

ثم توجہ بالقلب و القالب مع رعایۃ غایۃ الادب تجاہ الوجہ الشریف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلۃ والانکسار والخشیۃ والوقار والھیبۃ والافتقار غاض الطرف مکفوف الجوارح فارغ القلب واضعا یمینہ الخ	پھر دل وجسم دونون کے حضور کے ساتھ غایت ادب ملحوظ رکھکر مواجہہ شریف مین حاضر ہو، اس حال مین کہ تواضع خضوع خشوع، ذلت انکسار، خشیت وقار ہیبت اور محتاجی اپنے اوپر طاری ہو نظرین نیچی ہون، اعضا سمٹے ہوئے ہون، قلب یکسو ہو، داہنا ہاتھ بائین ہاتھ کے اوپر باندھے

شمالہ مستقبلۃ للوجہ الکریم مستدبرا للقبلۃ تجاہ مسمار الفضۃ علی نحو اربعۃ اذرع لا اکثر لان لیس من شعار آداب الابرار۔	ہوئے ہو چہرہ روئے مبارک کے سامنے ہو پشت قبلہ کی جانب ہو، اس ہیئت کے ساتھ چاندی کی کیل کے پاس آئے، اور تقریبًا چار گز کے فاصلہ پر رہے اس سے زیادہ قریب نہ آئے، کہ اس سے قریب تر آنا آداب صالحین مین داخل نہین،

ادب کی جگہ ہے ہیبت کا مقام ہے، ناز نہین نیاز درکار ہے، ناز کرنے اور اترانے کا نہین، لرزنے اور تھرانے کا کام ہے، ہیبت، ادب، وقار، خشیت، سکینیت پر تمام فقہاء نے زور دیا ہے، اور سب سے زیادہ زور اس پر ہے، کہ لپٹنا، چومنا، مس کرنا الگ رہا، جالی مبارک کے قریب تک نہ جائے، بلکہ کمالِ ادب کے ساتھ کچھ فاصلہ ہی پر اپنے کو روکے۔

صاحب فتح القدیر فرماتے ہین:۔

ثم یاتی القبر الشریف فیستقبل جدارہ ویستدبر القبلۃ علی نحو اربعۃ اذرع،	پھر قبر شریف کی طرف آئے، اس کی دیوار کی طرف رخ اور قبلہ کی طرف پشت رکھے، اور کوئی چار گز کے فاصلہ پر رہے،

اور عالمگیریہ مین ہے:۔

ثم یدنو منہ ثلثۃ اذرع او اربعۃ ولا یدنو منہ اکثر من ذالک ولا یضع یدہ علی جدار التربۃ فھو اھیب اعظم للحرمۃ یقف کما یقف فی الصلوٰۃ،	پھر تربت شریف سے بقدر تین یا چار گز کے قریب آئے لیکن اس سے زیادہ قریب نہ ہو، اور نہ اپنا ہاتھ دیوار مزار پر رکھے، کہ یہی مقتضائے ہیبت ہے، اور اس طرح کھڑا رہے، جیسے نماز مین کھڑا ہوتا ہے،

الفاظ مین کیونکر بیان کیا جائے! حدیث کی شرح مین شارحین کے قول مختلف ہین، کوئی یہ کہتا ہے کہ اتنا ٹکڑا نزولِ رحمت وحصولِ سعادت مین جنت کے باغیچون کے مثل ہے، اور اس لئے اسے چمنِ جنت کہا گیا، کسی کا فرمانا یہ ہے کہ یہان کی عبادت نہایت مقبول ہے اور اس کے سبب یقیناً باغِ جنت ملے گا، اس مناسبت سے اسے روضۂ جنت ارشاد فرمایا گیا، اور بعض شارحین کا قول یہ ہے کہ اس ارشاد کو ظاہر ہی پر محمول رکھا جائے یعنی اتنا ٹکڑا حقیقۃً جنت ہی کا ٹکڑا ہے، اور قیامت کے دن بعینہٖ جنت کیطرف اٹھا لیا جائیگا، یہ سارے شرحین اور تاویلین حضین علامہ ابن حجر نے فتح الباری مین نقل فرمایا ہے، اپنی اپنی جگہ پر بالکل صحیح و درست ہین، عبادت اگر یہان کی بھی مقبول نہ ہوگی تو اور کہان کی ہوگی نزولِ رحمت اور حصولِ سعادت اگر یہان بھی نہ ہوگا تو اور کہان ہوگا، یہ سب صحیح ہے، لیکن صحیح ترین مفہوم وہی ہے، جو سب سے آخری قول مین نقل ہوا، کوئی اور مانے یا نہ مانے لیکن جن خوش نصیبون کو اس خطۂ بہشتی کی زیارت نصیب ہو چکی ہے، انکا دل تو یہی پکاریگا، اسی کو مانے گا، اور یہی سمجھے گا، اتنا حسین، اتنا جمیل، اتنا دلکش، اتنا جاذبِ نظر، اتنا پُر انوار قطعہ اس ناسوتی اور فانی دنیا کا ہو نہین سکتا! یقیناً اسے جنت الفردوس ہی سے اٹھا کر لایا گیا ہے، اور دنیا کی بربادی کے وقت اسے ہر قسم کی گزند سے محفوظ رکھکر انشاء اللہ بجنسہٖ وہین پھر اٹھا لیا جائیگا!

اور محض دل کی آواز نہین، محض قلب ہی کا فتویٰ نہین، اگلے بزرگون مین بھی بعض محققینِ کرام اسی جانب گئے ہین، شیخ دہلوی حدیث بالا اور اسکی شرحون کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہین:-

"تحقیق آن ست کہ کلام محمول بحقیقت خود است، و مابین حجرۂ آنحضرت صلعم و منبر شریف بحقیقت روضہ ایست از ریاض جنت بآن معنی کہ فردائے قیامت آن را بہ فردوس اعلیٰ نقل کنند و در رنگ سائر بقاع ارض فانی و مستہلک نگردانند۔ چنانچہ ابن فرحون و ابن جوزی از امام مالکؒ نقل کردہ اند، و اتفاق جماعۂ از علمائے دیگر نیز منضم ساختہ، و شیخ ابن حجر عسقلانی و اکثر علمائے حدیث ترجیح این قول کردہ اند، ابن ابی حمزہ کہ از کبار علمائے مالکیہ است فرمودہ، کہ احتمال دارد کہ عین این بقعۂ شریفہ روضہ از ریاض جنت باشد کہ از آنجا بہ دار دنیا فرستادہ باشند، چنانچہ در شان حجر اسود و مقام ابراہیم واقع است، و بعد از قیام قیامت ہم بہ مقام اصلی خودش برند"

(جذب القلوب، باب ۸)

اور اسے نقل کرنے کے بعد شیخ حسب توقع خود بھی اسی معنی کی تائید کرتے ہیں:۔

"این معنی از روے حقیقت جامع جمیع معانی ست کہ دیگران گفتہ اند"

بعض کتابوں میں بیہقی کے حوالہ سے یہ روایت دیکھنے میں آئی، کہ ہر صبح کو ستر ہزار فرشتے اس روضۂ جنت پر اترتے ہیں، اور شام تک درود شریف پڑھتے رہتے ہیں، اس کے بعد واپس چلے آتے ہیں، اور نئے ستر ہزار آجاتے ہیں، جو اسی طرح صبح تک درود شریف پڑھتے رہتے ہیں، اس روایت میں تو ستر ہزار فرشتوں کا ذکر ہے، جو پھر بھی ایک تعداد محدود و متعین کا نام ہے، جو آنکھیں اس روضہ کے دیدار جمال سے مشرف ہو چکی ہیں، وہ تو اسکی تصدیق کرنے کو تیار ہیں، کہ ہزاروں اور لاکھوں کے عدد کیسے، بے شمار اور بے تعداد فرشتے ہر لحظہ اور ہر ساعت اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے اس مرکز نور کو منور اور منور سے منور تر بناتے رہتے ہیں!

شاید ڈھائی تین سو نمازیوں سے زائد کی نہ ہو، صرف چند لمحے صبر و انتظار کی ضرورت ہوتی ہو، یہاں تک کہ مصلے نبی جو موسم حج میں کبھی نمازیوں سے خالی نہیں رہتا اور جس پر مشتاقوں کے ٹھٹ ٹوٹے پڑتے ہیں، وہاں بھی کچھ ہی دیر کے صبر و انتظار کے بعد جگہ مل کر رہتی ہو، البتہ اتنا خیال اپنے کو بھی رہنا چاہیے، کہ اُس جگہ پر بہت دیر تک اپنا قبضہ نہ رکھے، اس پر سب مسلمانوں کا حق یکساں سمجھے، اور ہلکی ہلکی رکعتیں پڑھکر جلد اس جگہ کو دوسرے آرزومندوں کے لئے خالی کر دے، یہیں منبر کے قریب اور ایک دوسرے مقام پر بھی، بہت سے کلام مجید رکھے رہتے ہیں، جسکا جی چاہے پڑھے، غرض روضۂ جنت کے اندر قدم رکھنے کے بعد جتنی دیر چاہے نماز پڑھے، جب تک جی میں آئے قرآن کی تلاوت کرتے رہیے، اور جب تک دل لگتا رہے، درود خوانی میں مصروف رہیے، ہر عمل جنت ہی کی طرف لیجانے والا ہی، سب سے بڑی بات یہ ہی کہ مواجہ مبارک میں جو رعب و جلال ہے، اور وہاں حاضر ہو کر قلب پر جو ہیبت طاری ہوتی ہی، وہ یہاں مفقود ہے، یہاں سکون، اطمینان اور ٹھنڈک ہی، یکسوئی اور حضور قلب کے ساتھ جب تک قسمت یاوری کرے، مناجات میں لگے رہیے، عرض معروض کرتے رہیے، دعائیں مانگیے، اپنی ذات کے لئے، بزرگوں کے لئے، عزیزوں کے لئے، دوستوں کے لئے، ساری امت اسلامیہ کے لئے، سب کے لیے بھلائی چاہیے، اپنے گناہوں کو یاد کیجیے، اپنی تباہ کاریوں کا حساب لگائیے، روئیے، اور گڑگڑائیے سجدوں میں گریئے، اور کسی کو منائیے، دل سے بھی روئیے، اور آنکھوں سے بھی سیلاب بہائیے، نہ یہ جگہ سب کہیں نصیب، اور نہ یہ گھڑیاں ہر وقت حاصل!

جمعہ کا دن مسلمانون کی عید کا دن ہوتا ہی پھر مدینہ کا جمعہ، اور مسجد نبوی صلعم،
کا جمعہ! جس کے نصیب مین یہ آجائے، اس کے نصیبہ ور ہونے مین کسے کلام ہو؟
لیکن جس نے اپنا نام قادرِ علی الاطلاق رکھا ہی، جس نے اپنی شان غنی عن العالمین،
بیان کی ہی، اُس کی کارفرمائیون کے بھید کون پا سکا ہی، اور اس کی مشیت کی
باریکیون کی تھاہ کس کو مل سکی ہی، آفتاب عالمتاب ہی، سارے عالم کی آنکھون
کو روشن کر دیتا ہی، لیکن اسی عالم کے اندر ایسے جاندار بھی موجود ہین، جن کے حق مین
یہی نورِ عالمتاب، آنکھون کا حجاب بنجاتا ہی، مدینہ پر اس وقت سعودی حکومت
کا پرچم لہرا رہا ہی، سلطانِ حجاز کی طرف سے مدینہ مین جو امیر (گورنر) مقرر ہین، وہ
عیسائیون کی طرح ہفتہ مین صرف ایک دن، ایک وقت کے لئے مسجد مین حاضر
ہونا ضروری خیال فرماتے ہین، "حاضر ہونا" غلط کہا گیا، وہ حاضر نہین ہوتے
ہین، مسجد مین "تشریف لاتے ہین" تشریف آوری کی شان یہ ہوتی ہی، کہ نمازِ جمعہ
کے وقت مقررہ سے تین گھنٹے قبل (یہ مین گھڑی کے حساب سے پوری ذمہ داری کے
ساتھ عرض کر رہا ہون) سے "روضۂ جنت" کا ایک معتدبہ حصہ عام نمازیون، اور
عبادت گذارون سے خالی کرایا جانے لگتا ہی، اور منبر سے لیکر مصلی نبی تک کا حصہ
بقدر تین صفون کے، ہر نماز پڑھنے والے سے، ہر تلاوت کرنے والے سے، ہر درود
پڑھنے والے سے کبھی طوعاً، اور زیادہ تر کرہاً، خالی کرالیا جاتا ہی، اس لئے کہ امیر
مع اپنے خدم و حشم کے تشریف لارہے ہین! (خدا کا شکر ہی کہ اس طرح کی تشریف آوری
ہفتہ مین ایک ہی بار ہوتی ہی!) اور یہ خالی کرانے والے سعودی حکومت کے پیادے
نیز "محکمۂ امر بالمعروف" کے عہدہ دار ہوتے ہین! محکمہ کا مقصد شریعت کا منشا اور

بدعتوں کا مٹانا بتایا جاتا ہے، لیکن خاص جمعہ کے مبارک و متبرک دن عین صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ و السلام کے دربار میں "بدعتوں" کو یوں مٹایا جاتا ہے! "امر بالمعروف" کی یوں جسارت کیجاتی ہے! "توحید" عملی کی یوں منادی کیجاتی ہے، مساوات و اخوت اسلامیہ کا درس، صرف رعایائے حجاز ہی کو نہیں ساری دنیائے اسلام کو یوں دیا جاتا ہے۔ اللہ کا حلم، بیشک بہت بڑا ہے، لیکن کیا ہمیشہ مہلت ہی دیتا چلا جاتا ہے!

نماز سے ذرا پہلے امیر صاحب (غالباً موٹر پر) تشریف لاتے ہیں، اور مسجد کے اندر اس شان سے داخل ہوتے ہیں، کہ بندوقچیوں کا ایک پورا دستہ ہمراہ، آگے بھی سپاہی اور بائیں بھی سپاہی، اور اس غول کے اندر امیر صاحب نہ کسی سے مصافحہ، نہ کسی سے سلام علیک! قدم قدم پر حکومت کی شان عیاں، اور امارت کے نشانات نمایاں، بس یہ معلوم ہوتا ہے، کہ گویا ہندوستان کی سرزمین پر مائیکل اوڈائر، یا جنرل ڈائر اپنے اردلیوں اور اپنے فوجیوں کی قوت پر نازاں، اپنی کالی رعایا کے سامنے، اکڑتا اور جھومتا ہوا چل رہا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ ترک بادشاہ اپنے نام کے ساتھ "خادم الحرمین الشریفین" لکھتے تھے، اور اس پر فخر کرتے تھے، اب سلطان نجد، وجلالۃ الملک، گو اپنی سلطنت اور وجاہت میں ان سے بہت چھوٹے ہیں، ایسا کیوں نہیں کرتے؟ جواب ظاہر ہے، جس سلطان کے نائب اور جس "ملک" کے گورنر تک "خادم" ہونے کے بجائے "مخدوم" ہوں اور حرم کے اندر عین عبادت و تضرع کے وقت، عین خشیت و انابت کے موقع پر بھی، اپنے مخدوم اور اپنے حاکم ہونے کا یوں مظاہرہ فرماتے رہیں، وہ کیا کوئی دیوانہ ہے، جو اپنے کو "خادم" کہتا رہے، اور اپنے تذلل و افتقار کو اپنے لئے باعث شرف سمجھتا رہے؟ —— دوستو اور عزیزو ایمان سوال

حنبلیت وحنفیت کا نہین، وہابیت اور سنیت کا نہین، ابن تیمیہؒ اور ابو حنیفہؒ کی تقلید کا نہین، سوال صرف قوت واقتدار، حکومت وامارت کا ہی، عبد العزیز آل سعود آج مُلک ہی مَلِک، اور مَلِک کو جھکتے ہوئے اور ریچکتے ہوئے، بچھے ہوئے اور دبتے ہوئے، گڑگڑاتے ہوئے اور لرزتے ہوئے آج تک کس نے دیکھا ہی؟ اقبال نے کہا تھا ؎

ایک ہی صف مین کھڑے ہوگئے محمود وایاز

پھر نہ بندہ رہا کوئی نہ کوئی بندہ نواز!

لیکن دنیا اُس وقت سے بہت آگے بڑھ چکی ہی، اب "محمود" اپنی صف ہی "ایاز" کی صف سے الگ رکھے گا، بھلا اب تو کوئی "بندہ" اور "بندہ نواز" کے فرق وامتیاز کو مٹا دیکھے؟

باب ۱۴

مسجد نبوی ﷺ

مسجد پاک کے کن کن حصون کی پاکیان اور کن کن گوشون کی بڑائیان گنائی جائین
اور جو ہمہ خوبی و ہمہ محبوبی ہی اسکے کس کس جزو کے حسن و جمال کا نقشہ کھینچا جاے! سوا اسکے کہ ایک ہی بار

گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد!

بڑھ کر خاموشی اختیار کرلی جائے، ابھی "روضۂ جنت" کا ذکر تھا، "روضہ" کے اندر ہی محراب النبی ﷺ
ہے، اس کے مقابل، روضہ کے باہر، منبر نبوی کے دوسری جانب محراب سلیمانی ہی، سال
کے بیشتر حصہ مین، چونکہ جماعت مسجد کی وسعت و گنجایش کے لحاظ سے بہت مختصر ہوتی ہی،
اس لئے امام محراب نبوی ﷺ مین کھڑا ہوتا ہی، اور نمازی روضہ مین ہوتے ہین لیکن حج کے
آگے پیچھے موسم زیارت مین جب مجمع کئی گنا بڑھ جاتا ہی، تو امام، محراب النبی کو چھوڑ کر چند
صفین آگے بڑھ کر محراب عثمانی مین کھڑا ہونے لگتا ہی، اور نمازی مسجد کے سارے عرض
وطول مین پھیل جاتے ہین، یہ محراب ذوالنورین خلیفۂ ثالث رضی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے،
اس کی نورانیت کا بیان کس زبان سے ہو! ــــــ غرض ساری مسجد اللہ ہی
کی ہی، اور اللہ کے بندون کے لئے ہے، جہان چاہئے نماز پڑھئے، اور جس جگہ دل مین آئے
اپنے مولا سے راز و نیاز مین لگ جائیے، چپہ چپہ انوار سے معمور، ذرہ ذرہ برکتون سے پرنور!

کس حصہ کو بڑھائیے اور کس کو گھٹائیے! یہ فخر عمر بھر کہین مٹنے والا، اور یہ شرف زندگی بھر کبھی بھولنے والا ہے، کہ جس زمین کے ذرات کو رسولِ خدا صلعم کے قدمون نے مس کیا، جہان صدیقون نے نمازین پڑھین، جہان شہیدون نے سجدے کئے، جہان نور کے بنے ہوئے فرشتون نے باربار فخر و ناز کے ساتھ حاضری دی، ہان زمین کے جس ٹکڑے پر آسمان کو رشک آرہا ہو، آج وہان ایک خاک کا پتلا، حرص و ہوا کا بندہ، آزادی کے ساتھ بے روک ٹوک چلے پھرے، ہنسے بولے، روئے اور گڑگڑائے!

یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے!

پہلے کسی زمانہ مین چار مصلے تھے، جو چارون امامون کی جانب منسوب تھے، اب صرف ایک ہی مصلے ہی، جس پر مذاہبِ اربعہ کے امام مختلف اوقاتِ پنجگانہ مین باری باری نماز پڑھاتے ہین، اور ہر امام کے پیچھے ہر وقت نمازین باقی مذاہبِ ثلثہ کے پیرو جوق جوق نمازین پڑھتے ہین، چار مصلون کو توڑ کر ایک مصلے قایم کر دینا، نجدی حکومت کی یقیناً ایک بدعتِ حسنہ ہی، کاش اسی طرح، تفرقون کو مٹا کر وحدتِ امت کا خیال، اس حکومت نے دوسری چیزون مین بھی رکھا ہوتا! فجر کی نماز حنبلی (نجدی) امام پڑھاتا ہی، ظہر شافعی امام سے متعلق ہی، عصر مالکی امام کے اقتدا مین ادا کیجاتی ہے، مغرب کی امامت پھر حنبلی امام کے پیچھے ہوتی ہی، اور عشا کے وقت حنفی امام کی نوبت آتی ہے، نمازِ جمعہ پھر حنبلی امام کے پیچھے پڑھی جاتی ہی، اس طرح حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، سب کو ایک دوسرے کے پیچھے ہر روز نمازین پڑھنی پڑتی ہین[1]، اور یہی معنی ہین،

---

[1] بعد کو خبر آئی کہ حنفی اور شافعی امام موقوف کر دیئے گئے اور صرف مالکی و حنبلی امام باقی رہ گئے، افسوس!

وحدت امت اسلامیہ کے، مذاہب اربعہ کی تقسیم سہولت اور آسانی پیدا کرنے کے لئے ہے، نہ کہ امت اسلامیہ کو مختلف ٹکڑیوں مین توڑ دینے اور ایک کو دوسرے کے مقابل وحریف بنا دینے کے لئے چار جماعتین الگ الگ ہونے مین وہ لطف اور وہ حسن کہان باقی رہ سکتا ہی، جو سب کے یکجا پڑھنے اور ایک امام کی اقتدا کرنے مین آتا ہی شیعون کے لئے کسی علٰحدہ جماعت کا انتظام نہین، خالی اوقات مین شیعون کی چھوٹی چھوٹی جماعتون کو، روضہ مین اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا گیا، اور چودھری محمد علی ردولی کے سے شیعہ تو ہم لوگون کی جماعت مین بے تکلف شریک ہوجایا کرتے تھے، کاش یہ فراخ دلی شیعہ فرقہ مین عام ہوجاتی!

فرض نمازون کی اذان کے علاوہ، یہان تہجد کی اذان بھی، ہندوستان کے وقت کے اندازہ سے کوئی ڈھائی پونے تین بجے شب کو ہوتی ہی، اُسی وقت حرم مدنی کے دروازے کھل جاتے ہین، اور اسی وقت خلقت کے ٹھٹ کے ٹھٹ، جو دروازون سے لگے ہوئے باہر کھڑے ہوتے ہین، ذوق وشوق کے ساتھ لمبے لمبے قدم رکھتے ہوئے اندر داخل ہونے لگتے ہین، اور سب کی تمنا یہ ہوتی ہی، کہ سب سے پہلے مصلے نبویؐ پر یا کم سے کم روضہ کے کسی حصہ تک جا پہونچین، تخمینًا گھنٹہ پون گھنٹہ کے بعد فجر کی اذان ایسے وقت ہوتی ہی کہ خوب اندھیرا چھایا ہوتا ہی، حنبلی امام کی قرأت عمومًا بہت طویل ہوتی تھی، پھر بھی جب نماز ختم ہوتی، اندھیرا اچھا خاصہ باقی رہتا، اور لوگ تارون کی چھاؤن مین گھر واپس جاتے، دن نکلنے سے لیکر کوئی چار ساڑھے چار گھنٹہ کا وقت مسجد نبویؐ مین نسبتًہ تخلیہ کا ہوتا ہی، اس وقت ہجوم اور وقتون کے مقابلہ مین کم ہوتا

ہے، روضہ کے اندر نفلین پڑھنے کا یہی بہترین وقت ہوتا ہی، مصلے نبوی پر بھی نماز پڑھنے
کا موقع ملجاتا ہی جس خوش قسمت کی رسائی یہان تک ہوجائے، اسے یہ نہ بھول
جانا چاہئے کہ خدا معلوم کتنے دوسرے بھی اسی مصلے پر نماز پڑھنے کے آرزو و اشتیاق
مین ہین، اس لئے اس جگہ پر بہت دیر تک اپنا قبضہ نہ جمائے رکھے، بلکہ جلد دوسرون
کے لئے جگہ خالی کردے، حضورِ قلب کے ساتھ اگر چار بلکہ دو رکعتون کا بھی موقع ملجائے
تو بالکل کافی ہی، ظہر مین ابھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہوتا ہے کہ پھر زائرون اور نمازیون
کا ہجوم بڑھنے لگتا ہی، ٹھیک دوپہر کو بالکل اول وقت، نمازِ ظہر ادا ہوتی ہی، اور ایسطرح
اس کے کوئی تین گھنٹے بعد بالکل اول وقت نمازِ عصر بھی، عصر کے بعد پھر گھنٹہ ڈیڑھ
گھنٹہ ذرا مجمع کم رہتا ہی، یہان تک کہ مغرب مین جب گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ باقی رہتا ہی، تو پھر
بڑھنا شروع ہوجاتا ہی، اس وقت صحن بھی عموماً گھر جاتا ہی، اور درسِ حدیث، و درسِ
صرف و نحو کے حلقے جابجا قایم ہوجاتے ہین، مغرب کے بعد بعض لوگون کے وعظ بھی
اکثر سننے مین آئے، ان مین ایک "واعظ" بڑی بلند آہنگی کے ساتھ اردو مین بولتا
رہتا تھا، اپنے کو دہلی کا باشندہ بتاتا تھا، لیکن لہجہ مین پنجابیت اچھی خاصی تھی، ہندوستان
مین تو کوئی اسے جانتا نہین، مگر یہان اس کا شمار "علما" مین تھا، قرآن کی عبارتین
غلط پڑھتا، اور اس کے معنی غلط تر بیان کرتا، اور "غیر مقلدی" کی تبلیغ بیباکی، اور
بدزبانی کے ساتھ کیا کرتا، ایک روز مین ذرا دیر کی کھڑا ہوکر سننے لگا تو کہہ رہا
تھا کہ "جو لوگ یہان کی خاک بطور تبرک لیجاتے ہین، وہ سخت گنہگار ہون گے اور
ہرگز نہ بخشے جائین گے، اس لئے کہ قرآن مین آچکا ہی، ان اللہ لا یغفر ان یشرک به"
عشا کی نماز مغرب کے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہوتی ہے، اس وقت کے امام حنفی ہوتے

تھے جو ماشاء اللہ تجوید سے واقف ہین، اور خوش الحان بھی ہین، حنبلی امام کے برخلاف قرات مختصر کرتے اور ارکانِ نماز بڑے اطمینان سے ادا کرتے اس لئے قدرۃً اس نماز مین اور تمام نمازون سے زیادہ جی لگتا، جماعت عشا کے کچھ دیر کے بعد مسجد ہر شخص سے خالی کرالیجاتی، خدام کھوج لگاتے ہین، کہ کہین کوئی شخص چھپکر تو نہین بیٹھ رہا ہئ، روشنیان گل کردیجاتی ہین، اور دروازے بند ہوجاتے ہین، صرف دو ایک خادم اندر رہجاتے ہین،

مسجد کے خدام عموماً سیہ فام خواجہ سرا ہین، حبشہ، مراقش، زنجبار، وغیرہ افریقہ کے مختلف علاقون سے ترکون کے زمانہ مین نوعمر خواجہ سرا[۱] کر بکتے تھے، اور ترک سلاطین انھین خدمتِ حرمین کے لئے خرید لیتے تھے، سلطان ابن سعود نے اس دستور کو جو ہرگز نہ سنتِ رسول صلعم کے مطابق تھا، نہ سنتِ صحابہؓ کے، بحمداللہ بند کردیا ہی، تاہم پرانے خواجہ سراؤن کی ایک متعداد (بچیس تیس کے قریب ہوگی) اب بھی باقی رہ گئی ہے، حرم نبویؐ کے اصلی خدام چند سال قبل تک یہی لوگ تھے، اور اس مقدس چاردیواری کے اندر سیاہ وسپید سب انھین کے ہاتھ مین تھا، اب انکے اختیارات بہت گھٹ گئے ہین، اور تنخواہین بھی بہت کم ہوگئی ہین، نذرانون کی آمدنیان بھی یون ہی سی رہ گئی ہین، تاہم ان کے حسن اخلاق، ان کے ولولۂ خدمت، انکے حبِ رسول ؐ مین اب بھی کوئی فرق نہین، انکا وہ سر سے پیر تک سفید براق لباس، وہ اونچی اونچی پگڑیان، وہ ڈھیلی ڈھیلی عبائین، وہ لمبی لمبی آستینین، ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بعد انکی صورتین نظر مین ایسی کھب جاتی ہین، کہ پھر نکالنا چاہیے بھی، تو نہین نکلتین، مدینہ والے

خصوصاً حرم مدینہ والے، یون تو سب ہی آپ کی امداد و اعانت کے محتاج و منتظر، لیکن بن پڑے تو ان خدام کی کچھ خدمت، خلوصِ دل سے ضرور کیجیے، ان کو یہان کی اصطلاح مین "آغا" کہتے ہین، بیچارے اپنے وطن سے دور، اور اپنے عزیزون قریبون سے مہجور، آستانۂ نبیؐ پر پڑے ہوئے ہین، نہ کہین آنے کے نہ کہین جانے کے، کچھ بھی ہو جائے، کیسے بھی انقلابات آئین، سارے شہر مدینہ کی آبادی خالی ہو جائے، پر یہ یہان سے نہین ٹلتے، جب دیکھیے، حجرۂ مطہرہ کی پشت پر، جانب شمال، باب جبرئیل، باب النساء کے درمیان اپنے وسیع چبوترہ (دکۃ الاغوات) پر بیٹھے ہوئے، اور کہا جاتا ہے کہ یہی چبوترہ کبھی اصحاب صفہ کا صفہ (چبوترہ) تھا، ان کے کمزور جثون، ان کے نحیف جسمون اور سب سے بڑھکر ان کے سیاہ رنگ پر اگر کبھی نظر جائے، تو فوراً یہ یاد کر لیجیے، کہ فخرِ امت بلالؓ کس ملک کے اور کس رنگ کے تھے، موجودہ آغاؤن کے سردار، خلیل آغا، خاص طور پر خوش اخلاق ہین، ہندوستان بھی آچکے ہین،

حرم کے اندر ایک خاص شخصیت، شیخ الروضہ ہے، شیخ توفیق کردی ہی، جو ترکون کے زمانہ سے، اسی عہدہ پر ہین، نورانی چہرہ، سفید رنگ پر سِن سفید داڑھی بہت سے کلام مجید آس پاس لئے ہوئے، روضہ کے اندر منبر نبویؐ و مصلی نبویؐ کے درمیان بیٹھے ہوئے، تلاوت کے لئے جس وقت جتنی دیر تک جی چاہے اُن سے کلام مجید لیکر پڑھتے رہیے، ایک صاحب نقیب العلماء کے لقب سے باب مجیدی کے قریب صحن کے شمالی دالان مین لڑکون کو درس دیتے رہتے ہین، یہ بھی ملنے کے قابل ہین، قد لیلم خوش اخلاق، بے طمع، ہندوستان کی سیر کئے ہوئے، پانچون دروازہ

پر ایک ایک دو دو دو بواب یعنی دربان، جنکا کام یہ ہی کہ جب آپ مسجد کے اندر قدم رکھنے لگین، تو اپنا جوتہ، یا چھتری، یا لالٹین، ان کے پاس رکھا دین، واپسی پر بہ حفاظت آپ کی چیز آپ کو مل جائیگی، اس مقدس مکان کی دربانی، کوئی معمولی چیز ہے! جس کے نصیب مین آجائے، اسکی خوش نصیبی قابل رشک! باب جبرئیل کے دربان سے سابقہ زیادہ پڑتا رہا، ایک ہندوستانی ہین، صوبۂ بہار کے رہنے والے، قمرالدین نام ہے، سالہا سال سے ترک وطن کئے، در رسول پر پڑے ہوئے ہین، عربی فارسی سب زبانین بقدر ضرورت سیکھ لی ہین، ذرا خوشدلی سے انکی خدمت کردیجئے، بس پھر دیکھئے، کیسے مہربان ہوجاتے ہین، اور آپ کے کیسے کیسے کام نکال دیتے ہین، باب الرحمۃ پر جو دربان ہین، ایک نورانی شکل کے پیر مرد ہین، ثقہ لوگون سے سننے مین آیا، کہ صاحب دل وصاحب نسبت ہین، باب مجیدی کے بواب سے صرف دو ہی ایکبار سابقہ پڑا، لیکن انکی خدمت مین جو کچھ پیش کیا گیا، اسے کسی طرح قبول نہ فرمایا، یہی کہتے رہے کہ "میرے لئے کعبہ وعرفات مین دعا کردینا، یہی معاوضہ کافی ہی" یہ بے طمعی، اور ایسی متوکلانہ روش، ایسے موقع پر، جہان ہر وقت ترغیبات موجود ہون، قایم رکھنا بجائے خود ایک مجاہدہ ہی،

بلدۂ طیبہ مین قیام کی جگہین بہت سی ہین، علاوہ کرایہ کے مکانات کے رباط بھوپال، رباط ٹونک، حیدرآباد کی متعدد رباطین، وغیرہ، اوپر گذر چکا ہی، کہ اپنا قافلہ حیدرآباد کی ایک رباط مین آکر اترا، لیکن دوسرے تیسرے ہی روز قافلہ مختلف ٹکڑیون مین تقسیم ہوگیا، مولانا مناظر صاحب، مولوی عبدالباری صاحب وغیرہ بدستور

رباط حسین ہی میں مقیم رہے، جو حرم سے دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے، بعض دوسرے رفقاء بھی الگ الگ مکانات میں اٹھ گئے، لیکن جو جماعت بھر میں سب سے زیادہ کم ہمت اور بہانہ باز تھا، اُسے مع خاص اس کے چھ آدمیوں کے قافلہ کے، اللہ کے فضل و کرم نے حرم کے باب جبرئیل و باب النساء سے کل دس بیس گز کے فاصلہ پر، مولانا سید احمد کے مدرسۃ الیتامیٰ سے متصل مولانا ہی کے ذریعہ سے جگہ دلا دی! وہ کمزوروں اور ناتوانوں کا رب، اپنے پست ہمت بندوں کی شاید یوں ہی دستگیری کرتا رہتا ہے، مولانا سید احمد فیض آبادی کے احسانات و عنایات کا بیان کن الفاظ میں ہو، محض انھیں کے لطف و توجہ نے قیام کا مسئلہ یوں حل کر دیا، اور اس کا پورا موقع بہم پہونچا دیا، کہ جتنی دیر تک اور جتنی بار جی چاہے، حرم میں حاضری ہوتی رہے اور پھر کھانے پینے اوڑھنے بچھانے، اور ہر قسم کے سامانِ آسایش کی، جس اہتمام و التزام کے ساتھ، وہ ہر وقت خبر لیتے رہے، اس کی تفصیل اگر تحریر میں لائی جائے، تو یقیناً ایک گروہ اسے مبالغہ بیانی پر محمول کرے،

حرم کے دروازے نماز عشا کے کچھ دیر بعد بند ہو جاتے ہیں، اور شب میں کسی کو اندر رہنے کی اجازت نہیں، الا یہ کہ خدام و محافظین سے مخصوص اجازت قبل سے حاصل کر لی جائے[1]، کون ایسا بدنصیب ہے، جسے اس کی تمنا نہ ہوئی ہوگی؟ لیکن اس آرزو کے پورے ہونے کی آخر کیا صورت؟

حلِ این نکتہ ہم از روئے نگار آخر شد!

---

[1] اب یہ اجازت بھی نہیں مل سکتی،

ایک بار پھر اپنے انھین فیض آبادی بزرگ، اور اُن کے حقیقی بھائی
حضرت مولانا حسین احمد صاحب کا نام لینا پڑتا ہے، کہ ایک کے مکتوب
نے اور دوسرے کی زبانی گفتگو نے اغوات حرم، خصوصاً شیخ خلیل آغا کو
(جو حدیث مین موجودہ شیخ الحدیث دیوبند کے شاگرد بھی ہین) مہربان
کر دیا، اور ایک شب (کہ شب دوشنبہ تھی، قیام کی اجازت اس نامۂ سیاہ
اور اس کے رفیقون میں مولانا مناظر صاحب کو مل گئی، چند اور اصحاب
کو بھی جو سب کے سب ہندی ہی تھے، اسی شب اجازت ملی جن مین
قابل ذکر میر نیرنگ صاحب (معتمد انجمن تبلیغ اسلام انبالہ) اور حیدر آباد
دکن کے وکیل مولوی ا[illegible] خیر اللہ صاحب ہین، یہ شب کس طرح گذری
اور کس نے کیا کیا کیا، ا[illegible]س کی شرح اخبار کے صفحہ پر لانے کی نہین، صرف لوح
دل پر محفوظ رکھنے کی ہے، البتہ ایک بدنصیب ایسا تھا، جس نے اپنی ناقدری
سے اس شب قدر کو بھی بالکل ضایع کر کے رکھا، وہ صحن مین جا کر سویا بھی، او
جتنی دیر تک جاگا، اتنی دیر بھی اس کا وقت غفلت ہی کی نذر رہا، وہ اپنی
محرومیون اور کوتہ بختیون کا گلہ کس سے اور کن لفظون مین کرے، سکندر کو
حضرت خضر جیسے رہبر کامل ملے، اور چشمۂ حیوان تک رسائی ہوئی، لیکن نتیجہ؟
یہ واقعہ دنیا کی تاریخ مین صرف ایک ہی بار، ایک ہی شخص کو پیش نہین
آیا ہے، خدا معلوم کتنے سکندر ہین، جنھین ہر جگہ ہر وقت یہی پیش آتی رہتی
ہے ——— باقی اور بعض مہربانون نے اس شب مین جو کچھ کیا
حکومت کے قانون، اور شریعت کے قانون دونون کو جس طرح توڑا

آستانۂ مبارک پر جس طرح سجدے کئے، اُس کے آستانہ پر سجدے کئے، جسکی ساری زندگی کا منشا، اسی انسان پرستی کو مٹانا تھا، اُن کی بابت کیا کہا جائے، اور بیسویں صدی عیسوی کا دریا جو جی جو کچھ دکھا رہا ہے، اس کا رونا کہاں رویا جائے!
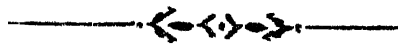
باب ۱۶

آثارِ مدینہ

مدینہ وحوالی مدینہ مین مقامات زیارت کی کیا کمی، ذرّہ ذرّہ مقدس اوچپہ چپہ یادگاہٗ
مزدّوروں کے ہاتھ مین اپنے آپ کو دیدیجئے، تو خدا معلوم کتنے مقامات کی زیارت کرا دینگے
مقبرے، مسجدین، پہاڑیان، کنوئین، ولادت گاہین، اور کتنے ہی اور مقدس آثار و مشاہد!
زیادہ مشہور زیارت گاہون کے نام یہ ہین، مسجد قبا، مسجد ذو قبلتین، جبل احد، بیر اریس،
بیر رومہ، مقتلِ شہدائے اُحُد، ان مین سے کوئی مقام بہت زیادہ فاصلہ پر نہین، عموماً دو
دو چار چار میل کے اندر ہین، اگر پیدل چلنے کی عادت وہمت ہو، اور وقت کافی ہو، تو
پا پیادہ ہی زیارت ہو سکتی ہی، ورنہ یہان کی سواری جو اعرابی کہلاتی ہی، چند روپیہ کے
کرایہ پر آمد ورفت کے لئے طے ہو سکتی ہی، دوستون اور رفیقون نے اکثر مقامات
پر حاضری دی، اور خصوصاً مولانا مناظر احسن صاحب تو ہمہ تن ذوق وشوق بنے
ہوئے ہر جگہ

تمتع زہر گوشۂ یافتم

پر عمل کرتے رہے، اور ہر بابرکت زمین سے مشرف ہوتے رہے، لیکن قافلہ مین ایک
کاہل وبے ہمت ایسا بھی تھا، جو باوجود خاصے طویل قیام کے کہین نہین نکلا، اور

اس کا نفس ہمیشہ یہ تاویل کرتا رہا، کہ آستانِ پاک مسجد نبوی ؐ سے کہین ہٹنا، آفتاب کو چھوڑ کر قندیلون اور مشعلون کی روشنی تلاش کرنا ہی، البتہ ایک مسجد قبا اس سے مستثنیٰ تھی، اس کی زیارت کی فضیلت کسی ظن و قیاس سے نہین نص سے ثابت ہی، اور حدیث مین وارد ہو چکا ہی، کہ مسجد قبا مین نماز پڑھنے کا اجر عمرہ کے اجر کے مساوی ہی، من تطہر فی بیتہ ثم اتی مسجد القباء فصلی فیہ صلوٰۃ کان لہ کاجر العمرۃ، اسلام مین جو مسجد سب سے پہلے تعمیر ہوئی، وہ یہی مسجد قبا ہی حضور صلعم نے مکہ سے جب مدینہ کو ہجرت فرمائی ہی، تو اوّل اوّل قیام اسی مقام قبا مین فرمایا، اور یہین اس مسجد کی تعمیر شروع فرما دی، اللہ اللہ! بڑے بڑے صدیقین اور ایک سے ایک بڑھکر اولیائے امت یعنی حضرات صحابۂ کرام جس مسجد کے مزدور اور معمار ہون، اور جس کی تعمیر مین خود رسول کریم صلعم کا دست مبارک شامل ہو، اس کی نورانیت اور اس کے تقدس کا کوئی اندازہ ہو سکتا ہی! بہت سے مفسرین اس جانب گئے ہین، کہ آیہ کریمہ لمسجد اسس بنیانہ علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیہ مین جس مسجد کی مدح آئی ہی، وہ یہی مسجد ہی،

حدیث مین آیا ہی، کہ عادت مبارک یہ تھی، کہ ہر شنبہ کو اس مسجد مین تشریف لیجاتے تھے، ایک سنیچر کی صبح کو مولانا مناظر احسن صاحب کی رہنمائی مین، اپنے چھوٹے سے قافلہ کو ہمراہ لیکر اس مسجد مین حاضری کے لئے روانگی ہوئی، شہر مدینہ سے کچھ ایسا زائد فاصلہ نہین، مسجد نبوی ؐ سے تخمیناً ڈھائی میل ہو گی، عورتین ہمراہ تھین، ایک اعرابی کرایہ پر کر لی تھی، کرایہ یون تو بہت ارزان رہتا ہی لیکن حج و زیارت کے

موسم مین قدرۃً بڑھ جاتا ہی آمد و رفت کیلئے غالباً آٹھ روپے طے ہوئے، شہر سے باہر نکلے، تو دیہات کا سا سمان نظر آیا، کھجور کے درخت اور باغ ہر طرف لگے ہوئے، اکثر نہایت سرسبز و شاداب، عرب کی خشکی پر ہندوستان کی شادابی کا دھوکا ہوتا تھا، راستے بھر چھوٹے لڑکون اور لڑکیون کی ٹولیان نعت و سلام کے اشعار پڑھتی ہوئی، اور گاتی ہوئی کثرت سے ملتی رہین، صبح کا سہانا وقت، ہر طرف سناٹا، معصومون کی زبان کا پیارا لب و لہجہ، ہر قلب متاثر، اور ہر روح کو وجد، تھوڑی دیر مین یہ سفر ختم ہو گیا، مسجد قبا خاصی بلندی پر واقع ہی، اچھی خاصی وسیع عمارت، سفید رنگ، پرانی وضع کی بنی ہوئی، ہر قسم کے تصنع و آرایش سے خالی، سادگی کی موثر تصویر، یہان نہ کسی ہجوم کا کھٹکا، نہ کسی چپقلش کا اندیشہ، پورے سکون و اطمینان، یکسوئی و فراغ خاطر کیسا تھ جہان جتنی دیر تک چاہیئے، نمازین پڑھیئے، سجدے کیجئے، عبادت کرتے رہیے، صحن مین ایک مسقف چبوترہ، اور اس پر عربی مین یہ عبارت کندہ کہ یہ وہ جگہ ہی، جہان رسول اللہ صلعم کی اونٹنی بیٹھی تھی، ذرہ ذرہ آنکھون سے لگانے کے قابل!

یہ وہ جگہ ہی، جہان اللہ کے سب سے زیادہ تعریف کرنے والے، اور سب سے زیادہ تعریف کئے گئے بندہ کو اس وقت پناہ ملی تھی، جب اس کے وطن والے اس کے خون کے پیاسے ہو چکے تھے، غنی عن العالمین کی شان بے نیازی کا کوئی ٹھکانا ہی! پناہ اسے ڈھونڈھنی پڑی تھی، جو خود اس واسطے بنایا گیا تھا، کہ سارا عالم اس کی پناہ مین آئے!

رسول صلعم کی زندگی کے آئینہ مین امت کی ساری تاریخ کا عکس دکھا دیا گیا، جس رسول صلعم پر ایک روز مکہ کی زمین تنگ کر دیگئی تھی، آج اس کی امت پر عرصۂ عالم

تنگ ہو! رسول صلعم کی جان کے دشمن ایک ابوجہل اور ایک ابولہب تھے، رسول صلعم
کی عزت کے، رسول صلعم کے پیام کے، رسول صلعم کے دین کے دشمن آج خدا معلوم کتنے
ابوجہل اور کتنے ابولہب پیدا ہوگئے ہین، اُن کی دشمنانِ حق کا خاتمہ ہلاکت وبربادی
پر ہوا تھا، کیا یہ بیسوین صدی عیسوی کے "روشنخیال" ابوجہل اور ابولہب ہمیشہ مہلت
ہی پاتے رہین گے؟ مکہ کے مہاجر کو اپنے رب کا نام پکارنے توحید کا کلمہ بلند کرنے
کو قبا کا ایک ٹھکانا مل گیا تھا، کیا اسی محبوب کی امت کی قسمت مین کوئی قبا نہین
اور کیا اُسے خدانخواستہ ہمیشہ بھٹکتے ہی رہنے دیا جائیگا!

مسجد نبوی مین ایک روز حاضر تھا، عصر کی جماعت کے بعد سلام پھیرا، تو ایک
صاحب نے ایک دستی خط لاکر دیا، حیرت ہوئی، کہ یہان خط بھیجنے والا کون، لفافہ
کھول کر پڑھا، تو امیرِ مدینہ کا کرمنامہ "مدیر جریدۂ سچ" کے نام تھا، کہ جلالۃ الملک سلطان
عبدالعزیز ابن سعود ریاض سے مکہ جاتے ہوئے مدینہ سے گذرین گے، اُن کے ورودِ
مدینہ کے دن، سہ پہر کو امیرِ مدینہ کی طرف سے اُن کی دعوت ہوگی، اس مین شریک
ہو، مزید حیرت ہوئی، کہ مدیر سچ نے تو یہان اپنے تئین مخفی وگمنام رکھنے کا پورا
اہتمام کرلیا تھا، اُس کے وجود کی خبر سرکاری حلقوں کو کیونکر ہوگئی، بہت کھوج
لگایا، کچھ پتہ نہ چلا، اب سوال یہ پیدا ہوا، کہ آیا اس دعوت نامہ کو قبول بھی کرنا
چاہئے؟ جس نے آغازِ سفرِ حج سے اخبارات کا پڑھنا تک یکلخت ترک کردیا ہو، اس
کے لئے ایسے سرکاری مجمع اور شاہی دعوت مین شرکت آسان نہ تھی، کافی کشمکش
رہی حیص بیص اور ایک بزرگ دوست کے مشورہ کے بعد بالآخر طے یہ پایا، کہ جب

خود اسی طرف سے تحریک ہوئی ہو، تو چلنا چاہئیے، اور سلطان سے مل کر مسجد نبوی اور بقیع وغیرہ سے متعلق جو زیادتیان، بد انتظامیان، اور بے تمیزیان مشاہدہ مین آچکی ہین، سب ان کے گوش گذار کر دینا چاہیے، یہ سوچ کر تمام اصلاح طلب پہلوؤن کی ایک مفصل یادداشت قلمبند کر لی، اور مولانا مناظر احسن صاحب سے اسکا عربی ترجمہ کرا لیا، کہ ملاقات کے وقت، ایک مختصر تمہیدی گفتگو کے بعد اسے سلطان کی خدمت مین پیش کر دیا جائیگا، سلطان کی آمد ایک مدت تک برابر ملتوی ہوتی رہی آخر کار ایک صبح کو انکا ورود ہوا، اور اسی روز بعد عصر وہ دعوت ہوئی، دعوت کا مقام وہ تھا جہان حجاز ریلوے کا اسٹیشن بنا ہوا ہو، اتفاق سے فوراً بعد عصر بارش شروع ہو گئی، کچھ دیر یون ہوئی، اور پھر جب بارش کے ہلکے ہوتے ہی، مولانا مناظر کو بطور ترجمان اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہوا ہون تو مقام دعوت کا فاصلہ اندازہ سے زائد نکلا، غرض جب پہونچے ہین، تو وقت معینہ سے کچھ دیر ہو چکی تھی، اسٹیشن کی عمارت جھنڈیون وغیرہ سے خاصی آراستہ تھی، صحن مین فوج پولیس، چوکی پہرہ کا ہر طرف انتظام، بدوی سادگی کے دیکھنے کی حسرت ہی رہ گئی، آرائشین اس درجہ کی تھین، جیسے ہندوستان مین اوسط درجہ کے والیانِ ریاست کے دربار کے موقع پر ہوتی ہین، دعوت اندر بڑے ہال مین ہو رہی تھی، اور دروازون پر بجائے اس کے کہ میزبان یا ان کے نائب، مہمانون کے استقبال کے لئے کھڑے ہوتے، بندوق اور سنگین لئے پہرہ دار موجود تھے! ہم لوگ جب پہونچے اور ہال کے اندر جانا چاہا، تو ایک پہرہ دار نے، کہ نہ ہم اس کی زبان سمجھ سکتے تھے، اور نہ وہ ہماری، جانے سے روک دیا، عربی اخلاق و میزبانی کا یہ تجربہ شاید نجدی دور سے پیشتر کسی کو نہ ہوا

مجبوراً برآمدہ مین کرسیون پر بیٹھ گئے، کچھ دیر کے بعد سلطان مع اپنے رفقاء کے
کھانے سے فارغ ہو کر برآمدے مین آئے، اور ایک آراستہ صوفہ پر جلوس فرمایا، سلطان
کے لباس و وضع مین واقعةً کوئی امتیازی شے نہ تھی، ان کی اس ذاتی سادگی کی
داد جس قدر بھی دیجائے، درست ہی، ان کے اسٹاف کے لوگ ان سے کہین زیادہ
زرق برق لباس مین تھے، اور اگر کوئی بتانے والا نہ ہوتا، تو محض وضع ولباس
سے سلطان کو پہچانتا ممکن نہ تھا، کاش جس طرح سلطان کا لباس اور ظاہر سادہ ہی
ایسی ہی سادگی حق تعالیٰ انھین زندگی اور اخلاق کے ہر شعبہ مین نصیب کر دے آمین!
بہرحال سلطان جب صوفہ پر آکر بیٹھ لئے تو لوگ اُن کے سامنے پیش ہونے لگے ہم
لوگون نے اس وقت پھر اپنے میزبان امیر مدینہ کو تلاش کرنا شروع کیا، کہ جنھون نے
خط بھیجکر مدعو کیا تھا، وہ دعوت کے بعد ہی سہی، کم از کم مل تو لین، تلاش ناکام رہی
کافی انتظار کے بعد، مجبوراً ہم دونون پردیسی خود ہی، بغیر کسی تعارف کرانے والے
کے ہمت کر کے سلطان کے صوفہ کی طرف بڑھے، اور قریب پہونچکر السلام علیکم
کہا، سلطان نے وعلیکم السلام کہا، اور کھڑے ہو کر مصافحہ فرمایا، ہم لوگون نے
اپنا تعارف (یا اپنی تعریف ؟) خود کرنا چاہا، لیکن ابھی زبان سے صرف دو لفظ "نحن
هند یون" نکلنے پائے تھے، کہ شاہی چوبدار نے ہاتھ پکڑ کر ہم لوگون کو فوراً کھینچ لیا اور
کہا کہ یہ گفتگو کا محل نہین، ہم لوگون نے ہر چند سمجھانا چاہا، کہ ہماری حاضری کا مقصد
ہی ضروری گفتگو کرنا تھا، لیکن بھلا وہ چوبدار صاحب ہمارے سمجھائے کیا سمجھ سکتے
تھے، اتنے مین دوسرے لوگ سلطان کے سامنے پیش ہونے لگے، اور ہمین ایکبار پھر
جبراً صبر اختیار کرنا پڑا، اتنے مین سلطان کا موٹر آلگا، اور وہ سوار ہو گئے، آخری بار

امیرِ مدینہ کی تلاش پھر شروع کی، اور ابکی وہ مل گئے ہم نے ان کے سامنے ساری سرگذشت سنائی، بغیر کسی اظہارِ تاسف و معذرت کے فرمایا، کہ آج تو موقع نہین رہا اور کل سلطان چلے جائین گے، البتہ کل صبح اگر آجاؤ، تو ملاقات کرادونگا،

مشیت الٰہی مین جو کچھ ہوتا ہی، وہی ہو کر رہتا ہی، طبیعت کچھ خراب پہلے ہی سے تھی، سلطانی دعوت گاہ سے واپسی پر طبیعت زیادہ بگڑ گئی، اور شب مین اچھا خاصہ تیز بخار ہو آیا، ضعف اس درجہ ہو گیا، کہ سلطان کے ہان جانے کا کیا ذکر، کوٹھے سے اترنے اور عشا و فجر کی نماز مین جماعت کے لئے مسجد نبوی تک حاضر ہونے کی سکت باقی نرہی، مجبوراً صبح کو ایک مختصر خط مولانا مناظر احسن سے عربی مین لکھوا کر، سلطان کی خدمت مین بھجدیا، جو صاحب لیکر گئے تھے، انکا بیان ہی کہ سلطان نے پڑھکر اپنے ایک سکریٹری کو دیدیا، اور فرمایا "اسے رکھ لو، مکہ مین حج کے زمانہ مین یاد دلانا، اُس وقت ان صاحب سے ملاقات کرونگا" اور اسی واقعہ پر سلطان و گدا کی ناتمام ملاقات تمام ہوئی، یادداشت جو ان کی خدمت مین پیش کرنے کے لئے لکھی گئی تھی، اس کا لکھنے والا محض حج کا مدیہ ہی نہ تھا، بلکہ خلافت کمیٹی کا بھی ایک خادم تھا، اور یہ دونون حیثیتین اس مین واضح کردی گئی تھین، لب و لہجہ مین آداب شاہی کا پورا لحاظ کر لیا گیا تھا، اور اس کا شائبہ بھی نہ آنے پایا تھا کہ سلطان کی کسی قسم کی اہانت ہو، ادب کے ساتھ، اصلاح طلب امور کی فہرست نمبروار درج تھی، اور آخر مین پورے زور کے ساتھ یہ گذارش کی گئی تھی، کہ مسجد نبوی، مقصورۂ شریفہ، جنت البقیع وغیرہ پر سارے اسلامی فرقون کے یکسان حقوق ہین، اس لئے یہان کے آداب زیارت و انتظامات مین بڑی

فراخدلی سے کام لینا چاہیئے، اور تا بہ امکان ہر فرقہ کے، یہان تک کہ گمراہ و باطل اسلامی فرقون کے، معتقدات و مزعومات کی رعایت، تاوقتیکہ وہ صحیح اصول اسلامی سے معارض نہ ہون، رکھنی چاہیئے، اور دولت حجازنہ کے محکمۂ مذہبی کی خدمت مین یہ مشورہ پیش کیا گیا تھا، کہ دوسرے اسلامی ملکون کے متدین و مصلحت فہم علماء سے برابر مشورہ جاری رکھنا چاہیئے، ہندوستان کے گروہ اعظم، اہل سنت مین خدا کے فضل سے متعدد بزرگ ایسے موجود ہین، جو دولت حجازیہ سعودیہ کی مشکلات مین اضافہ کئے بغیر، اس باب مین اسے بہترین مشورہ دے سکتے ہین، جانشین شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد مدظلہ، صدر جمعیۃ العلما، مولانا مفتی کفایت اللہ، جماعت اہلحدیث کے ممتاز فاضل مولانا قاضی محمد سلیمان منصورپوری[1]، "مصنف رحمۃ للعالمین"، "شیخ الاسلام" مملکت آصفیہ مولانا شروانی، شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ مولانا مناظر احسن گیلانی، فاضل محترم مولانا سید سلیمان ندوی، اور اسی قسم کے دوسرے صاحب علم و صاحب نظر علمائے اہل سنت سے اگر حکومت حجاز، آداب زیارت وغیرہ کے باب مین مشورہ کرتی رہے، تو ہندوستان کے مسلمانون کے ایک خاصے بڑے گروہ کے دل مین اس کی طرف سے جو تلخیان پیدا ہو رہی ہین، وہ یقیناً بڑی حد تک دور ہو سکتی ہین،

اس قسم کے تذکرے جو بار بار اس سفرنامہ مین آرہے ہین، اس سے اگر ایک طرف لوگون کو صحیح حالات اور ضروری معلومات سے باخبر کرتا ہے، تو دوسری طرف حکومت حجاز اور اس کے ہواخواہون کو خود اپنی فلاح و اصلاح پر توجہ دلاتا ہے،

[1] افسوس ہے کہ قاضی صاحب نے ۱۳۴۹ھ حج سے واپس ہوتے ہوئے جہاز مین انتقال فرمایا،

اور یہ جو کچھ لکھا جا رہا ہی، حاشا نجدیوں کی مخالفت و عناد مین نہین، انکی بدنامی و رسوائی کے لئے نہین، بلکہ انکی سچی دوستی اور حقیقی خیر اندیشی ہین، وہ لاکھ برے سہی، پھر بھی بہرحال کلمہ گو ہین، دائرۂ اسلام سے خارج نہین، خاطی ہین، کافر نہین، نادان ہین، باغی نہین، بھائی ہین دشمن نہین، انکی رسوائی مسلمانون ہی کی رسوائی ہی، انکی پردہ دری کرکے خوش ہونا، محمدؐ کا کلمہ پڑھنے والون کی پردہ دری پر خوش ہونا ہے، خانہ جنگی قابل داد کبھی بھی نہ تھی، لیکن آج تو اس سے بڑھکر شاید ہی کوئی گناہ ہو، آج وقت نجدی و حجازی کی آویزش کا، حنفی و حنبلی کی جنگ کا، اہل سنت و اہل بدعت کی کارزار کا نہین، وقت تو اس کا ہی، کہ یہ سب ملکر، یاجوج کی اس بے گنتی اور بے تعداد لشکر سے مقابلہ کرین، جو بے شمار نامون اور نشانون کیساتھ، بے حساب لباسون اور نقابون کے ساتھ، ہر سمت اور ہر جہت سے، ہر پہلو اور ہر گوشہ سے، من کل حدب ینسلون اللہ کے دین پر، رسول کی شریعت پر، اسلام کے پیام پر حملہ آور ہو رہا ہی، اور جس کی زد سے نہ ہندوستان محفوظ ہی نہ نجد، اور نہ مرکزِ اسلام کے وہ مقدس و محترم مقامات ـــــ نام لکھنے کی جرات قلم کہان سے لائے ـــــ جن کے شرف سے اسلام کا شرف قائم، اور جنکی عظمت سے اسلام کی عظمت وابستہ ہی! جہاد کی ضرورت ان کے مقابلہ مین نہین، جنھون نے عثمان غنیؓ کے قبۂ مزار کو گرایا اور فاطمہ زہراؓ کی تربت کو کھنڈر بنا دیا، جہاد ان پر کرنا ہی، جو عثمانؓ و فاطمہؓ کے دین کے دشمن ہین، جو قبۂ عثمانؓ کو نہین، خود عثمانؓ کے کارنامون کو فنا کر رہے ہین، اور جو تربتِ فاطمہؓ کی نہین خود فاطمہؓ کی تحقیر اور بے وقعتی دلون مین پیدا کر رہے ہین!

اہل دل بزرگوں اور نیک نفس دوستوں کی ایک جماعت حسرت و تاسف، خلوص و ہمدردی کے لہجہ میں زیر لب کہہ رہی ہے کہ مشاہد متبرکہ کے انوار و برکات کی شرح کرنے کے بجائے، یہ بے محل سیاسی رجز خوانیاں کیسی شروع ہو جاتی ہیں لیکن بزرگو اور دوستو، اللہ کوئی یہ بتائے، کہ کلمہ توحید کی بنیاد نفی غیر اللہ پر کیوں ہے، ؟ اور اللہ کے اقرار سے بھی پہلے آخر غیر اللہ کی نفی کیوں، اس قدر اہم سمجھی گئی ہے؟ انوار و تجلیات کا مشاہدہ جنھیں ہوتا ہوگا، ہوتا ہوگا، ایک عامی اور دنیا دار تباہ کار سے اس کی توقع ہی کیوں قایم کی گئی، وہ تو وہی لکھے گا، جو کچھ اُس نے خود محسوس کیا! اس کا مال گھٹیا سہی، ناقص سہی، ادنی درجے کا سہی، لیکن بہرحال اُس کا اپنا مال ہوگا، کیا دوسروں کا حسن ظن قایم رکھنے کے لئے صوفیوں کی بول چال کی نقالی شروع کر دیجائے، ؟ کیا خود وہ بزرگ اس سے خوش ہونگے، کہ اُن کے خوش کرنے کے لئے جھوٹے موتی کشتیوں میں لگا لگا کر پیش کئے جانے لگیں، ؟ یہاں تو مسجد نبویؐ کے ہر ہر ستون اور ہر ہر محراب سے، ایک ایک در اور ایک ایک دیوار سے، قبا کی ایک ایک اینٹ سے، بقیع کے ذرہ ذرہ سے، شہر مدینہ کے چپہ چپہ سے ایک ہی پکار سنائی دی، اور وہ پکار من انصاری الی اللہ کی تھی! ہر جگہ ایک ہی جلوہ دکھائی دیا، اور جلوہ دین کی تقاضائے نصرت کا تھا! آج اللہ کے بجائے یاجوج کی الہیت والوہیت کا کلمہ ہر جگہ پڑھا جانے لگا ہے، عدالتوں میں حاکم مسلمان بنائے جاتے ہیں، اور ان مسلمان حاکموں سے شریعت کے فیصلوں میں ترمیم کرائی جاتی ہے، کونسلوں میں ممبر مسلمان لئے جاتے ہیں، اور ان مسلمان ممبروں کی تجویزوں اور تقریروں سے شریعت کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں، وزارت و امارت کی کرسی پر مسلمان بٹھائے جاتے ہیں،

اور ان مسلمان امیرون اور وزیرون کے احکام سے شریعت کو توڑا جاتا ہی، یونیورسٹیان اور درسگاہین مسلمانون کی قایم کرائی جاتی ہین، اور ان مسلمان ماہرینِ فن کے مقالات و مضامین سے شریعت پر قہقہے لگائے جاتے ہین، حبِ وطن و حبِ قوم کا جذبہ مسلمانون مین پیدا کرایا جاتا ہی، اور نتیجہ یہ نکلتا ہی کہ ترک ترکیت کی، مصری مصریت کی پرستش شروع کر دیتے ہین، اور ہندی مسلمان بھی اپنے اسلام کو چھوڑ کر اپنی ہندیت پر فخر و ناز کرنے لگتا ہی! قوالی کی محفلین بہت دیکھ لین، نعتیہ نظمین بہت سن لین، شعر و شاعری بہت ہو چکی، اب اللہ کے ہان سے پکار ہی تو یہ، اور محمدؐ کے دربار سے طلب ہی تو اسکی کہ کچھ اللہ کے بندے، اور محمدؐ کے امتی اٹھین، اور دین کی غیرت سے مست و دیوانے ہو کر، دوستون اور عزیزون سے بیگانے بنکر، یاجوج کے لشکر کے مقابلہ مین صف بستہ ہو کر، کانھم بنیان مرصوص، باہر نکلین، اور اس ہاری ہوئی لڑائی مین حق کا علم بلند کر کے، اپنے سر اور اپنی جانین نذر کر دین!

باب ۱۷

دیارِ حبیبؐ

مدینہ شہر کی موجودہ بستی کچھ ایسی بڑی نہین، آبادی ہندوستان کے چھوٹے شہرون یا بعض بڑے قصبون کے برابر ہوگی، سنتے ہین کہ کسی زمانے مین آبادی کی وہ کثرت تھی، کہ راستہ چلنا مشکل تھا، لیکن جس وقت سے ریل کے قدم آئے، حجاز ریلوے کا اسٹیشن کھلا، اور شام سے ریل کی آمد و رفت شروع ہوئی، اُس وقت پہلے تو اخلاق و قلوب کے عالم مین انقلاب آیا، اور جو چھپ چھپا کر بھی نہ ہونا تھا، وہ کھلے خزانہ ہونے لگا، اور پھر وہ زبردست مادّی جھٹکے لگے، کہ ساری آبادی تباہ ہوکر رہ گئی، ترکی حکومت کی بربادی، شریفی دور، نجدی دور، ہر سیاسی زلزلہ کا پہلا ہدف اسی شہر کو بننا پڑا، اور اس وقت مدینہ دنیا کے مظلوم ترین شہرون مین ہی، سچے، اور مدینہ والے سچے کا قول بالآخر پورا ہوکر رہنا تھا، کہ ظہورِ دجّال کے وقت بیت المقدس آباد ہوگا، اور مدینہ تباہ، بیت المقدس کی آبادی اور روز افزون رونق و آبادی سب دیکھ رہے ہین، پھر مظلوم مدینہ کی تباہی و بربادی پر حیرت کیون ہو؟ —— لیکن شہر آباد ہو یا برباد، آبادی خواہ بڑھے خواہ گھٹے، بس ایک مدینہ والاؐ، سلامت رہے، کہ اُس کے طفیل مین مدینہ بھی ہمیشہ سلامت ہی رہیگا،

شاعر نے کہا ہے، ع

مکین کی خیر ہو یارب مکان رہے نہ رہے!

لیکن مکین اگر سلامت ہے، تو مکان کی سلامتی بھی یقینی ہے، اور پھر بھلا کون ایسا مکان ہوگا، کہ سارا عالم تو اُس کے مکین کی برکتوں سے مہک رہا ہو، اور خود وہی مکان محروم رہجائے!

صاحبِ جذب القلوب نے ایک مستقل باب فضائلِ شہر مدینہ کا باندھا ہے، اور اسکی افضلیت پر مفصل عقلی و نقلی دلائل قایم کئے ہین، لیکن درحقیقت اس تفصیلی بحث کی سرے سے ضرورت ہی نہین، جن کے پہلو مین دل ہے، اُن کے لئے تو بس یہی ایک دلیل سب سے بڑی دلیل ہے، کہ اُنکا محبوب آقا، اور اُن کے رب کا محبوب ترین بندہ اس سرزمین پر آرام فرما ہے! ؎

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

اور جن کے سینہ مین دل ہی نہین، ان کے لئے دلیل و بحث کے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہین، مثنوی مین مولانا نے ایک حکایت لکھی ہے، کہ کسی کنوین کو ایک دیوزاد نے اپنا مسکن بنا لیا تھا، اور جو کوئی، اس کنوین کے اندر اترتا، اس سے وہ سوال کرتا، کہ بہتر شہر کون ہے، ہر شخص اپنی اپنی پسند کے موافق کسی شہر کا نام لیتا، اس پر وہ ناخوش ہوکر اسے وہین قید کرلیتا، اور باہر نہ نکلنے دیتا، آخر مین ایک مرد دانا اترا، اور اس سے جب حسبِ معمول وہ سوال ہوا، تو اس نے جواب مین کہا، کہ

"جہان اپنا محبوب موجود ہو، وہی مقام سب سے بہتر ہے"، اس جواب پر وہ دیوزاد خوش ہوا اور خوشی مین اگر تنہا اُسی کو نہین، بلکہ سارے قیدیون کو بھی رہا کر دیا، پس مومن کیلیے تو اسی قدر کافی ہی کہ یہ شہر رسول اللہ صلعم کا شہر ہی، اور یہی وہ شہر ہی جس کا نام طابہ (پاک، پاکیزہ اچھا) کسی بندہ نے نہین، بندون کے پروردگار نے رکھا ہی،

ان اللہ تعالیٰ سمی المدینۃ طابۃ،

اور "پاک" کی شرح مین ائمۂ فن نے لکھا ہی، کہ مدینہ کفر و شرک کی نجاستون سے پاک ہے،

مدینہ والون کے ساتھ جس نے دھوکہ بازی کی، وہ خود دھوکا کھا گیا جس نے انکی بدخواہی کی، اس نے خود اپنی بدخواہی کر لی، جس نے انھین تباہ کرنا چاہا، وہ خود تباہ ہو کر رہا، حدیث مین آیا ہی، کہ وہ اس طرح گھل جاتا ہی، جس طرح نمک پانی مین گھل جاتا ہی، بخاری و مسلم کی روایت کے الفاظ لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء، یاجوج کے دور مین سب کچھ ہوگا، اور سب کے نتیجے بھی ظاہر ہو کر رہین گے، سختیان اور ناگواریان کہان نہین پیش آتین؟ لیکن اس ارضِ محبوب کی سختیان بھی رحمتین ہین، اور یہان کی ناگواریون کو گوارا بنا لینے والون کے لئے وہ انعام اور قطعی انعام ہی، جس کی تمنا ہر مسلم کے سینہ مین ہی، ارشاد ہوتا ہی، بروایت صحیح مسلم کہ

لا یصبر علی لاواء المدینۃ وشدتھا احد من امتی الا کنت لہ شفیعا یوم القیامۃ،	میری امت مین کوئی ایسا نہین، کہ وہ مدینہ کی سختیون اور محنتون پر صبر کرے، اور مین قیامت کے دن اسکی شفاعت کرنے والا نہ ہون!

اب اس کے بعد بھی کوئی مرتبہ باقی رہجاتا ہے؟ ایک دوسری روایت مین یون آتا ہی:-

من سکن المدینۃ وصبر علیٰ بلائہا کنت لہ شفیعا یوم القیٰمۃ	جس نے مدینہ مین سکونت اختیار کی، اور یہان کی بلاؤن پر صبر کیا، تو مین قیامت کے دن اس کی شفاعت کرنے والا ہونگا،

اتنے بڑے انعام کے وعدہ کے بعد کچھ حیرت نہ کرنا چاہیے، اگر مدینہ مین زحمتون سے بچنے کے بجائے، اور رو دوڑ کر زحمتون مین اپنے تئین ہنسی خوشی مبتلا کیا جانے لگے، اور یہ سختیان اور ناگواریان تو انکو پیش آسکتی ہین، جو اس سرزمین پر زندہ رہین، لیکن اگر یہین موت آجائے تو، ؟ اس "تو" کا جواب بھی سچی بشارتین دینے والے کی سچی زبان سے سینئے ،۔

من مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ من الاٰمنین یوم القیٰمۃ،	جس شخص کی وفات مکہ یا مدینہ مین ہو جائے، وہ قیامت کے دن ان لوگون مین اٹھیگا جو بیخوف ہونگے،

اور بعض احادیث مین بجائے حرمین کے صرف مدینۃ کا لفظ آیا ہی، من مات بالمدینۃ کنت لہ شفیعا یوم القیٰمۃ اور بعض روایات مین اسے محض بطور خبر کے نہین بیان فرمایا گیا ہی، بلکہ مدینہ مین مرنے کی رغبت بھی دلائی گئی ہی،

من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت فمن مات بالمدینۃ کنت لہ شفیعا وشہیدًا،	جس کے لئے یہ ممکن ہو کہ وہ مدینہ مین آکر وفات پائے تو اُسے چاہیے کہ یہین آکر مرے، اس لئے کہ جو یہان مریگا، مین اسکا گواہ اور شفیع ہونگا،

اس سے ملتے جلتے ہوئے مضمون کی متعدد احادیث ہین، اور صحابۂ کرام برابر مدینہ مین اپنے مرنے کی دعائین اور آرزوئین کرتے رہتے تھے، پس جس شہر مین جینا، اور جس شہر مین مرنا، دونون اس قدر مبارک ہون، کس کو وہان حاضر ہونے اور حاضر

رہنے کی تمنا نہ ہو گی؟

یون تو سال کے بیشتر حصہ مین سناٹا چھایا رہتا ہی، دوکانین بند، بازار سرد، مکانات مقفل رہتے ہین، لیکن موسم حج مین تین چار مہینے کے لئے اچھی خاصی چہل پہل ہو جاتی ہی، اور سڑکون اور بازارون مین خاصا مجمع رہنے لگتا ہی، ذی الحجہ کی ۲۰، ۲۲ تاریخ سے حاجیون کے قافلے ماشاء اللہ بہت بڑی تعداد مین آنے لگتے ہین، اور یہ مجمع آخر محرم تک قایم رہتا ہی، شوال و ذیقعدہ مین مجمع نسبتہً ہلکا رہتا ہی، پھر بھی ہزارون کی تعداد مین رہتا ہی، خصوصاً ذیقعدہ مین، بازارون مین ضرورت کی سب چیزین مل جاتی ہین، اور نرخ بھی کچھ زیادہ گران نہین، گوشت (بکرے اور دنبہ دونون کا) گھی، شکر، گیہون کا آٹا، بعض سبزیان، دودھ، دہی ہر چیز اچھی حالت مین بآسانی دستیاب ہو جاتی ہے، عام دستور یہ ہے، کہ لوگ روٹی گھر مین نہین پکاتے، بلکہ بازار سے خرید لیتے ہین، باقی سالن وغیرہ گھرون مین پکتا ہے، صبح کے وقت، بہت تڑکے سے، جو ناشتہ بازارون مین ملنے لگتا ہی، وہ خاص طور پر لذیذ و خوش ذائقہ ہوتا ہے، اور قیمتاً بھی ارزان، شام کا کھانا عموماً عصر کے وقت ہو جاتا ہے، شب مین کھانے کا دستور نہین، دوکانین بھی، شام ہی کو بند ہو جاتی ہین، اور عشا کے بعد بالکل سناٹا چھا جاتا ہی، کپڑے وغیرہ کی قسم سے بھی ضرورت کی سب چیزین مل جاتی ہین، مادی نعمتون مین دو چیزین ایسی ہین، جو صرف مدینہ طیبہ ہی کے لئے مخصوص ہین، ایک تو کھجورین ہے، جس کے خدا معلوم کتنے اقسام بازارون مین ڈھیر لگے رہتے ہین، بڑے اور چھوٹے، میٹھے اور بہت میٹھے، خشک و شاداب

سیاہ و سرخ، جتنے طرح کے، اور جس نرخ کی چاہئے لیجئے، اتنے لذیذ و نفیس، کہ پیٹ بھر جائیگا، لیکن جی نہ بھریگا، افسوس ہے کہ، ہندوستان زیادہ مقدار مین لانا اول تو دشوار و زحمت طلب، اور پھر اگر دشواریان برداشت کر کے لایا بھی جائے، تو یہان زیادہ عرصہ تک ٹھہرتے نہین، خراب جاتے ہین، بمبئی مین جو کھجور ملتے ہین، وہ عراق وغیرہ کے ہوتے ہین، مدینہ کے کھجور بجز مدینہ کے اور کہین نہین دستیاب ہوتے، دوسری مادّی نعمت، اس سے بھی کہین بڑھکر، مدینہ شریف کا پانی ہے، زبان اس کی تعریف سے حقیقۃً قاصر ہے، اتنا سرد، اتنا لطیف، اتنا سبک، ایسا ہاضم، پانی، شاید پردۂ ارض پر کہین بھی نہ ہو، بار بار برف کا دھوکہ ہوتا تھا، جتنا چاہئے پیتے چلے جائیے، ذرا بھی گرانی نہ محسوس ہوگی، جنت مین جو پانی، ساقیِ کوثر کے ہاتھ سے ملیگا، شاید اسی کا ایک نمونہ اس جنت ارضی مین دکھادیا گیا ہے! افسوس ہے کہ اس تحفہ کو مدینہ سے باہر لانے کی کوئی صورت اس وقت تک ممکن نہین،

مکانات کے کرایے بہت ارزان، موسمِ حج مین نسبتہً گران ہو جاتے ہین، پھر بھی کہان تک؟ کوئی پرانا مکان خریدنا منظور ہو، تو وہ بھی بہت سستے دامون مل سکتا ہے، اللہ غریقِ رحمت کرے مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کو، اس طمع مین ایک مکان مدینۂ طیبہ مین خرید رکھا تھا، کہ شاید اسی بہانے حشر مین اہلِ مدینہ مین شمار ہو جائے! یہ راہ ہر خوش عقیدہ مومن کے لئے اب بھی کھلی ہوئی ہی، آبادی مین بیرونی عنصر کثرت سے شامل ہوگیا ہی، ترک، کرد، عراقی، ہندی، مصری، نجدی، مغربی، خدا معلوم کتنے خاندان کے خاندان باہر سے آکر آباد ہو گئے ہین، سب کے اخلاق اور سب کے مزاج جدا گانہ،

باقی جو چند مخصوص گھرانے اصلی اہلِ مدینہ یعنی سادات و انصار کے رہ گئے ہین، انکے اخلاق اور اُن کے جوہرِ شرافت کا کیا کہنا! ہم لوگون کو قدرۃً ہندیون ہی سے سابقہ زیادہ پڑا، ان سب مین ایک بار پھر سب سے پہلا نام قلم کی زبان پر مولانا سید احمد فیض آبادی کا آتا ہی، جنھون نے مسافرت کو ہر پہلو سے گویا وطن بنا دیا، جی مین آتا ہی کہ اس پیکرِ اخلاص و ایثار، اور مجسمۂ بے نفسی و خدمتِ خلق کے رازون کو خوب کھول کر بیان کر دیا جائے، لیکن پھر انھین کی ناخوشی و ناگواری کا خوف غالب آکر زبان کو روک دیتا ہی، اب یہ اللہ ہی جانے کہ نفس کا اتنا پاک ہو جانا، حرمِ رسولؐ کی تیس سال کی مجاورت کی برکت ہی، یا نفس پہلے ہی سے خود اتنا پاک ہو چکا تھا، کہ اُس نے وطن اور عزیزانِ وطن سے ہزارون میل دور کسی کے آستانِ پاک پر پڑے رہنے پر آمادہ کر دیا! اللہ ان کے مقاصدِ دینی و دنیوی پورے کرے، اور ان کے مدرسۃ الیتامیٰ کو اپنے خزانۂ غیب سے مالامال کر دے[1]، انھین کے ہمنشینون مین ایک صاحب منشی محمد حسین فیض آبادی

---

[1] اس مدرسہ کے متعلق سچ نمبر ۱۲، جلد ۵ مین حسب ذیل نوٹ شایع ہوا ہے:-

مدینہ طیبہ کی ایک صحیح خدمت

حجاز کا سفر کئے بغیر اہلِ حجاز کی موجودہ دردناک اور عبرتناک پستیون کا اندازہ نہین ہوتا، مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام مین اس کی بیشمار فضیلتون اور بے حساب برکتون کے باوجود یہ منظر دیکھ کر قلب کو کس درجہ تکلیف ہوتی تھی، کہ ہر ہاتھ ہر موقع پر آپ کی طرف پھیلا ہوا ہی، اور وہ جنکا کام غیر تمندی و استغنا کا سبق دینا تھا، عین اُس محترم ہستیؐ کے جوارِ محترم مین، جس نے مسجد مین سوال کرنا حرام ٹھہرایا ہی، ہر ہر لمحہ اس کے حکم کو توڑ رہے ہین، اسکا علاج سختی نہین، اور نہ اہلِ مدینہ کے ساتھ سختی اور بیدردی تو کسی صاحبِ ایمان کے خواب و خیال مین بھی نہین آسکتی تاہم

ہین، ان کی یاد بھی شکر گذاری کے ساتھ دل مین قایم ہی لکھنو کے خاندان فرنگی محل کے ایک ممتاز و مسن رکن، مولانا عبد الباقی صاحب بھی سالہا سال سے ترک وطن کئے ہوئے یہین مقیم ہین، اور مدرسۂ نظامیہ کو چلا رہے ہین بڑی شفقت اور بزرگانہ نوازش سے پیش آئے، اور اپنے ہان ٹھہرانے پر اصرار فرماتے رہے، ان کے مدرسہ کی عمارت بہت وسیع اور مہمانون کیلئے ہر طرح آرام دہ تھی لیکن مسجد نبوی ؐ سے ذرا فاصلہ پر تھی، اس لئے معذرت کر دینی پڑی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) نفس علاج نہایت ضروری ہے، اور مرض سے بے پروائی مریض کیساتھ دوستی نہین، دشمنی ہی، صحیح علاج صرف یہ ہی کہ صحیح دینی تعلیم مین لگا کر اور ایثار و استغنا، و غیر تمندی کا عملی نمونہ پیش کرکے عادتون کو بگڑنے سے روکا جائے، اور بگڑی ہوئی عادتون کو حتی الامکان درست کیا جائے، اللہ کا شکر ہی کہ اس خطۂ پاک کی اس اہم خدمت کا شرف ہمارے ایک ہندی بزرگ کے نصیب مین آیا ہی، اور انھون نے نہایت صحیح اصول پر ایک دینی درسگاہ مدرسۃ الیتامیٰ کے نام سے، انھین اصلاحی مقاصد کے ساتھ حرم نبوی سے بالکل متصل قائم کر دی ہی، ان بزرگوار کا (جو رسمًا و تعظیمًا نہین حقیقۃً اور اپنے صحیح معنی مین ایک قابل صد رشک بزرگ ہین) اسم مبارک مولانا سید احمد فیض آبادی ہی حضرت مولانا حسین احمد صاحب (شیخ الحدیث دیوبند) کے برادر کلان ہین، اور اپنی عمر جوار و جیران رسول ؐ کی خدمت کے لئے وقف کر چکے ہین، مدرسہ کا تفصیلی معائنہ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کے قلم سے انشاء اللہ آیندہ نمبر مین نکلیگا، مختصرًا اس وقت اس قدر عرض ہے کہ سچ کے جو پڑھنے والے اہل ایمان اپنے دل مین اہل مدینہ کی حقیقی خدمت کا ارمان اور ولولہ رکھتے ہون، وہ بلا تامل اور بے تکلف، اس مدرسہ کی اعانت کو اپنا فرض سمجھین مولانا موصوف سے بڑھکر امین اور قابل اعتماد و اطمینان بزرگ اس زمانہ مین، تلاش کے بعد بھی شاید نہ مل سکے،

روپیہ بھیجنے کے پتے:۔ (۱) حکیم ڈاکٹر عبد العلی صاحب، گوین روڈ، لکھنؤ، (۲) کوٹھی حاجی علی جان چاندنی چوک دہلی، (۳) عبد اللہ بھائی عبد القادر نمبر ۲۰ گدیوی اسٹریٹ بمبئی (۴) مولینا محمد ذکریا صاحب کاندہلوی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم

ہندی تاجروں مین اطراف بمبئی کے ایک صاحب عبد الغنی نامی ہین، چاے اور غلہ کی دوکان ہی، دوکان کا نام عثمان، احمد و شرکا ہے، بڑے ہمدرد و خدمتگزار معمولی تعارف پر ہر طرح امداد و دستگیری فرماتے رہے، اللہ انھین جزاے خیر دے،

ہم لوگ یکم ذیقعدہ کو داخل ہوئے تھے، ہندی عشاق مین معلوم نہین کتنے ایسے تھے جو اس سے بھی قبل سے یہان حاضر تھے، منشی امیر احمد صاحب کاکوروی کا ذکر اس سے قبل آچکا ہی مہینون پیشتر سے حجاز آچکے تھے، اور مکہ معظمہ مین حاضری دیکر اور عمرہ سے فارغ ہوکر آستان حبیب پر مقیم تھے، اسی طرح مولوی غلام بھیک صاحب نیرنگ (ایڈوکیٹ انبالہ و معتمد انجمن تبلیغ) بھی ایک مدت سے حاضر آستانہ تھے، ان صاحبون کے ذوق و شوق کا کیا پوچھنا، جس دربار کی زیارت اگر ایک دن کے لئے بھی میسر آجائے، تو خوش قسمتی ہی، وہان یہ حضرات مہینون کی مسلسل حاضری سے بھی سیر نہ تھے، بہار کے ہومیوپیتھ ڈاکٹر عبد الرحمن بھی، حکومت نظام حیدر آباد کی طرف سے خدمت حجاج پر متعین، یہین مقیم تھے، اور فرائض علاج و تیمارداری کے علاوہ، یون بھی ہر طرح پر حاجیون اور زائرون کی خدمت مین لگے رہتے تھے، خدا جانے کتنے لوگون کے کام ان کے ذریعہ سے نکلتے تھے، حیدر آباد کے وکیل مولوی ابو الخیر خیر اللہ صاحب جو سچ کے صفحات مین کبھی کبھی جلوہ گر ہوچکے ہین، اور فیض آباد کے منشی محمود عالم صاحب سے، جن سے بہت قدیم خاندانی تعلقات ہین، بارہا ملاقاتین ہوتی رہین، زیادہ ملنے جلنے کی یہان فرصت کسے تھی، ہر شخص اپنے اپنے مشاغل مین مست تھا، پھر بھی بشریت سے منزہ تو کوئی ہو نہین گیا تھا، ملاقاتین بھی ہوتین اور دعوتین بھی، آپس کے لوگ ہنستے بھی اور بولتے بھی، بعض خوش نصیبون کی موت بھی اس پاک سرزمین پر آتے دیکھی، ہمارے

لائے جاتے، اور مسجد نبویؐ کے اندر محراب عثمانی کے سامنے نماز پڑھائی جاتی، اور روضۂ اقدس کے سامنے سے، اور کبھی پشت سے "روضۂ جنت" کے اندر ہوتے ہوئے، باب جبرئیل سے میت کو باہر لاتے، اور بقیع میں لیجا کر سپردِ خاک کر آتے، اللہ اللہ ان مردون پر کتنے زندون کو رشک نہ آئیگا! مدینہ کی موت، مسجد نبویؐ کے اندر نماز جنازہ، رسول کریمؐ کے ہموطنون اور پڑوسیون کی دعائے مغفرت، شافع امتؐ کے مواجہہ مبارک یا سرہانے سے میت کا گذرنا، بقیع کا قبرستان، جس کے لئے اتنے سامان رحمت جمع ہوجائین، اس پر کیونکر رشک نہ آئے! بیچارہ فرنگی، ایمان کی لذت و حلاوت سے ناآشنا، اپنی جان پر ہر وقت جان دیتا رہتا ہے، اسے کیا خبر، کہ اس ناسوتی زندگی سے بڑھکر بھی کوئی زندگی ہے، اقبال کا یہ شعر بھولتا نہین، رہ رہ کر یاد آتا ہے، ؎

دین اور کو حضور یہ پیغام زندگی، ہم موت ڈھونڈتے ہین زمین حجاز مین!

مدینۂ پاک سارے حجاز کا طرز معاشرت، ظاہر ہے، کہ ہندوستان سے مختلف ہے لیکن ایسا مختلف نہین، کہ دل کو اس سے وحشت ہو، یا زیادہ نامانوس معلوم ہو، بس ایسا ہی اختلاف ہے، جیسا خود ہندوستان کے مختلف صوبون، بلکہ ایک ہی صوبہ کے دور دراز شہرون کے درمیان پایا جاتا ہے، زبانِ اردو بقدر ضرورت، اچھی خاصی سمجھ لیجاتی ہے، اگر عربی بولنے پر قدرت ہو تو سبحان اللہ ورنہ کوئی ضروری کام خالی اردو جاننے والون کا بھی اٹکا نہین رہتا۔ مدینہ کا موسم بھی کچھ ایسا سخت نہین، اپریل اور آغاز مئی کا تجربہ ہے، گرمی سخت اور دھوپ تیز تھی، لیکن ہم یوپی کے لوگون کو تو کوئی غیر معمولی شدت نہین محسوس ہوئی، اور درمیان مین بارش کئی بار ہوئی، راتین عموماً ٹھنڈی اور خوشگوار رہتی تھین، اور بارش کے زمانے مین تو اچھی خاصی سردی پڑی، ایسی کہ جو لوگ کافی سامان سرمائی نہین رکھتے تھے، انھین تکلیف اٹھانی پڑی، راتون کو کمرہ کے اندر بھی دولائی یا کمل کی ضرورت پڑ گئی۔

آب وہوا بہت اچھی ہی، اور کوئی شخص اگر خود ہی بد پرہیزیان اور بے احتیاطیان نہ شروع کردے تو بیمار پڑنے کی کوئی وجہ نہین، ہمارے قافلہ کے اکثر لوگ بیمار پڑے لیکن جلد اچھے ہوگئے امکانات عموماً صحن سے خالی ہوتے ہین، مگر اسکی تلافی بالاخانہ کی کھڑکیون اور کھلی ہوئی چھتون سے ہوجاتی ہے، اکثر مکانات مین ٹھنڈے تہ خانے بھی ہوتے ہین، مہترون کی کوئی قوم یہان آباد نہین، اس لئے مکانات مین کنوئین کی طرح گہرے گڈھے ہوتے ہین، وہی پاخانہ کی سنڈاس کا کام دیتے ہین ضروری ہی کہ فنائل وغیرہ بدبو مارنے والی دوائین اکثر چھڑکی جاتی رہین، قیام اگر دوہی چار روز کا ہی تو ہر مکان مین گذر ہوجائیگی لیکن اگر کچھ زیادہ روز حاضر رہنے کا ارادہ ہو اور خصوصاً جبکہ بیویان بھی ہمراہ ہون چاہیئے، کہ مکان تلاش کرکے اپنی پسند اور کل ضرورتون کے مطابق لیا جائے، اسمین بے پروائی، کنجوسی کو نہ دخل دیا جائے اگر مکان تکلیف دہ ہوا، تو قلب کو تشویش رہیگی، اور یکسوئی نصیب نہ ہوگی، بشری ضرورتون اور آسائشون کی طرف سے بالکل بے نیاز ہوجانا اعلیٰ درجہ کا مجاہدہ ہی، ہر شخص کو اپنے متعلق یہ حسن ظن نہ قایم کرلینا چاہیئے، بعض مکانات بہت ہی شاندار اور کوٹھی دیکھنے مین آئے، ایکمرتبہ ضرورۃً شیخ عبد اللہ الفضل (بمبئی والے) کی قیامگاہ پر جانا ہوا، بڑا الق ودق احاطہ اور کھجورون کا باغ نہایت وسیع شاداب، درمیان مین ہندوستان کے رئیسون کیطرح ایک بلند کوٹھی

وطن چھوڑے ہوئے آٹھ دس ہفتے ہوچکے، مگر وطن کی یاد کچھ زیادہ نہین آئی، ہندوستان کی ڈاک یہان مہینے مین تین بار (ہر دس دس دن کے بعد) تقسیم ہوتی ہی، اور جلد سے جلد ایک مہینہ کی مدت مین وہان سے پہونچتی ہی، —— یہان کا ڈاکخانہ اپنے ارتقا کی ابھی بالکل ابتدائی منزل مین ہی —— لفافہ پر تین آنے کا ٹکٹ لگتا ہی، بعض عزیزون اور دوستون کے خطوط آئے اور انھین پاکر دل کو خوشی بھی ہوئی، مگر ویسی خوشی نہین ہوئی جیسی ایک مسافر کو اپنے وطن سے

دو ڈھائی ہزار میل کے فاصلہ پر رہ کر، ڈیڑھ دو مہینے کے بعد، اپنے والون کی خیریت سنکر ہوا کرتی ہی، کیا یہ قلب کی قساوت یا سنگدلی ہی؟ کیا رحمت عالمؐ کے آستانہ پر پہونچ کر اپنے عزیز و قریب یون ہی بھلا دیئے جاتے ہین؟ یہ صورت تو نہ تھی، اپنے والے کوئی بھی بھولے نہ تھے، والدہ ماجدہ کی خبر خیریت مین خاص طور پر دل لگا رہتا تھا، اور روضۂ جنت مین حاضری کے وقت، رحمۃ للعالمینؐ کے واسطہ سے رب العالمین سے دعائین مانگنے کے وقت تو خاص خاص عزیزون اور دوستون کا ذکر نہین، خدا معلوم کون کون بھولے ہوئے، اور کہان کہان کے دور دور کے محض شناسا تک یاد پڑ جاتے تھے، البتہ دل پر ہر وقت یاد کسی کی بھی غالب نہ رہتی، اسے اگر محض سرزمین پاک کی برکت، اور جوارِ آستانۂ رسولؐ کے تصرف سے تعبیر نہ کیجئے، تو اور کیا کہئے!

باب ۱۸

چل چلاؤ

دن گذرتے دیر نہین لگتی، دیکھتے دیکھتے روانگی کا زمانہ آن لگا، ــــــ اور یہ تو خیر چند ہفتون کا زمانہ تھا، جلد کٹنے والا تھا ہی، ساری ساری عمرین ایسی ہی تیزی اور روانی کے ساتھ گذر جاتی ہین، اور پتہ بھی نہین چلنے پاتا، کہ بچپن کے کھیل کب کھیلے، جوانی کی نیند کب سوئے، اور ضعیفی کے گوشۂ تنہائی مین کب بیٹھے! ــــــ

ایکدن وہ تھا، کہ مدینہ آنے کی آرزوئین تھین، کیسے کیسے منصوبے باندھے جارہے تھے، کیا کیا خیالی پلاؤ پک رہے تھے، ذوق وشوق کی کیسی کیسی امنگین دل مین اٹھ رہی تھین، کیا کیا حوصلے تھے، کیا کیا دلولے تھے، سینے مین کیا کیا تمنائین تھین، لب پر کیا کیا دعائین تھین! اور ایک دن یہ آگیا، گویا (اور گو آیا اپنے وقت ہی پر، لیکن ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یک بیک آگیا) کہ چل چلاؤ کی تیاریان ہو رہی ہین، بستر لپیٹے جارہے ہین، سامان باندھا جارہا ہے، سواریون کی فکر ہے، اور ایک ایک سے مل کر زبان پر الوداع والفراق!

آئے تھے کیا کرنے اور کیا کر چلے!

غفلت وشامت نے یہان بھی ساتھ نہ چھوڑا، اور وقت کی جو بے بہا دولت

اتنی تمناؤن اور آرزوؤن کے بعد نصیب مین آئی تھی، وہ اس بے پروائی، اور بیدردی کے ساتھ ضایع کی گئی، کہ شاید دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا مسرف بھی اس کا مقابلہ نہ کرسکے!

چو پرسشِ گنہم روزِ حشر خواہد بود،
تمسکاتِ گناہانِ خلق پارہ کنند!

بہر حال جو کچھ ہونا تھا، ہو کر رہا، تسکین و تسلی کا اگر کوئی ذریعہ اور کچھ سہارا ہے، تو صرف یہ کہ دربار رحمۃ للعالمین کا تھا، اور سابقہ اُس سے پڑنے والا ہی، جو رحمان و رحیم ہے!

عصیانِ ما و رحمتِ پروردگارِ ما
این را نہایتے ست نہ آنرا نہایتے!

مدینہ منورہ کا بڑا تحفہ یہان کی کھجورین ہین، قافلہ کے ہر شخص نے ان کی ایک ایک اچھی خاصی مقدار وطن کے عزیزون اور دوستون کے واسطے خرید کی، اور نیت کسی کی بھی نہ بھری، ٹین کے ایک کنستر مین تقریباً ۱۲ سیر کھجورین آتی ہین، محض باربرداری کی دقتون کے خیال سے ایک ایک دو دو ٹین کے کنستر بھر کر ہر شخص نے لین، ورنہ جی تو یہی چاہتا تھا، کہ اتنی مقدارین لیجلیے، کہ کھانے والون اور دیکھنے والون سب کا جی بھر جائے، بعض صاحبون نے جانمازین، رومال، عبائین، تسبیحین، خاک شفا کی ٹکیان، روضۂ انور کی جلی ہوئی موم بتیان، اور ہر طرح کے تبرکات بھی خرید کئے، جانمازین مدینہ کیا معنی حجاز بھر مین سے کہین کی بھی بنی ہوئی نہین ہوتین، نہ انکا کپڑا حجازی، نہ کپڑے کا سوت حجازی، نہ سوت کاتنے والے

حجازی، نہ جانماز بنانے والے حجازی، سب کی سب فرنگی کارخانوں کی بنی ہوئی، عبائیں بھی عموماً باہر کی بنی ہوئی ملتی ہیں، تلاش سے عراق و شام کی بھی ملجاتی ہیں، لیکن بہرحال مدینہ کے بازاروں کی ہوا تو انھیں لگ ہی چکتی ہے اور خوش عقیدگی کی آنکھ میں محبوب بنا دینے کے لئے اس قدر نسبت بھی بس ہے، یہ سارا سامان، اور زائد سامان، سب کئی دن قبل سے اونٹوں پر لاد کر جدہ، اپنے وکیل کے ہاں بھجوا دیا گیا، اور یہ سارا انتظام مولانا سید احمد کے معرفت بسہولت و بکفایت ہو گیا، ورنہ موٹر پر اپنے ہمراہ یہ سارا سامان لاد کر لیجلنا بڑی زحمت کا باعث تھا، اتنے بوجھ کے لئے مستقل لاریاں الگ کرنی پڑتیں، اور خدا جانے کتنا صرف کرنا پڑتا، مکہ معظمہ میں قیام بہت مختصر کرنا تھا، اس لئے ساتھ کے لئے صرف بالکل ضروری سامان رکھا گیا، اور باقی سب سامان اونٹوں پر جدہ روانہ کر دیا گیا۔

چلنے سے قبل ایک فکر یہ ہوئی کہ مکہ معظمہ میں ٹھہرنا کہاں ہوگا، گرمی کی شدت حاجیوں کا ہجوم عظیم، بوڑھوں کمزوروں اور عورتوں کا ساتھ، فکر صرف یہی نہ تھی، کہ ٹھہرنا کہاں ہوگا، بلکہ یہ تھی، کہ آرام و آسایش کے ساتھ کہاں ٹھہرنے کو ملے گا، اللہ کے گھر جا رہے تھے، اللہ کے حکم سے اللہ کے مہمان ہو رہے تھے، چاہئے یہ تھا کہ مہمان داری کی ساری فکریں صاحب خانہ اور میزبان ہی پر چھوڑ کر، خود بالکل بے فکر رہتے، لیکن ایسا صرف اللہ والے ہی کر سکتے ہیں، زبان سے کہدینا آسان ہی، لیکن عمل ہم جیسے آرام طلب، تن پرور، اور پست ہمت دنیا طلبوں کے لئے ممکن نہ تھا، حاجیوں کے اتارنے اور ٹھہرانے کی ذمہ داری، ضابطہ سے معلم کے سر

ہوتی ہے، لیکن بہ نظر احتیاط مناسب یہ معلوم ہوا، کہ معلم سے بے نیاز ہوکر بھی کوئی معقول انتظام قیام کا ہو رہے، مکہ کا مدرسہ صولتیہ مشہور مدرسہ ہے، مولانا رحمۃ اللہ ہندی مہاجر کا قائم کیا ہوا، اس کے مہتمم مولانا محمد سعید صاحب ہم لوگوں کے ہندوستان سے چلتے وقت اپنے وطن کیرانہ ضلع مظفر نگر، میں تھے، انھوں نے ایک تعارف نامہ اپنے صاحبزادہ اور قائم مقام مولوی محمد سلیم صاحب کے نام دیدیا تھا، وہ تعارف نامہ اپنے خط کے ہمراہ مدینہ سے مولوی صاحب موصوف کے نام روانہ کر دیا گیا، ڈاک کی واپسی کے ساتھ ہی جواب آیا، ایک ایک لفظ اخلاق و اخلاص، شوق و اشتیاق میں ڈوبا ہوا لکھا تھا کہ مدرسہ کی جدید و وسیع عمارت میں متعدد کمرے بہ مسرت تمام خالی رہیں گے، لوگ کہتے ہیں، کہ مکہ میں رہکر اخلاق میں خشکی اور خشونت آجاتی ہے، لیکن اگر اس کا نمونہ مولوی سلیم صاحب کی تحریر کو قرار دیا جائے، تو خدا کرے، ایسی خشکی اور خشونت سب کو نصیب ہو، سرکار انتظام کی طرف سے بھی تین رباطیں مکہ معظمہ میں ہیں، مولانا شروانی اور اختر مینائی صاحب کی عنایت سے ان کے مہتمم داروغہ حبیب اللہ صاحب کے نام بھی خطوط مل گئے تھے، ان انتظامات کے بعد قیام کی طرف سے دل مطمئن ہو لیا تھا۔

مدینہ سے واپسی کے وقت ایک بڑا اہم مرحلہ سواریوں کے دستیاب ہونے کا ہوتا ہے، خصوصاً اس وقت جبکہ زمانہ حج قریب آجائے، اونٹ ہوں خواہ موٹر، دونوں کی فراہمی میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں، اور اپنی پسند کے لایق اچھی سواری کا بہم پہونچ جانا تو محض ایک خداداد نعمت ہے، اتنے بڑے ہجوم میں قابل اطمینان انتظام قائم رہنا آسان ہے بھی نہیں، کئی کئی دن مسلسل کوشش کرنی پڑتی ہے، جب کہیں جاکر سواری کا ٹھیک ہوتا ہے، اور بڑے بڑے پختہ وعدے بار بار ٹوٹ لیتے

ہین، جب جا کر روانگی کی نوبت آتی ہی، بعض عارفون نے کہا ہی، کہ حج ایک عبادت عشقیہ ہی، اس کے تمام ارکان و اعمال ہین عاشقون اور دیوانون کے سے کام کرنا پڑتے ہین، یہ اگر صحیح ہے، تو اس کے آثار اس سفر کے ہر جز وین ظاہر ہوتے رہتے ہین، ارادہ کو توڑنے والے، اور خودی کو مٹانے والے سبق قدم قدم پر ملتے رہتے ہین، اور جن کو اپنے اوقات کی خوش نظمی اور اپنے پروگرام کی پختگی پر بھروسہ رہتا ہی، انھین، اپنے نظام اوقات کو بار بار بدلتے رہنے پر مجبور رہنا ہو جانا پڑتا ہی، اللہ کے گھر کا سفر اللہ ہی کے ارادہ کے مطابق طے ہوتا ہی، اور بندہ کو ہر لمحہ یاد دلایا جاتا رہتا ہے، کہ کم سے کم اتنی دیر کے لئے تو اپنے ارادہ کو مغلوب کرکے اپنی بندگی، بیچارگی، اور بے بسی کو محسوس کرنا سیکھے! اونٹون کے متعلق تو کوئی ذاتی تجربہ حاصل نہین ہوا، یہ "جگ بیتی" صرف سنتے ہی رہے، البتہ موٹرون کے سلسلے مین "جگ بیتی" بھی گذری اور "آپ بیتی" بھی، جدہ مین جتنی موٹر کمپنیان مدینہ منورہ کے لئے ہین، سب کے چھوٹے چھوٹے دفتر مدینہ مین بھی موجود ہین، اور تار اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے جدہ اور مدینہ برابر ہمکلام رہا کرتے ہین، ہم نے جدہ سے جو لاریان کی تھین، ایک مہینے کے لئے کی تھین، اور حسب قاعدہ پورا کرایہ پیشگی دے چکے تھے، پہلی ذیقعدہ کو داخل ہوئے تھے، ذیقعدہ کے آخری ہفتہ کی ابھی ابتدائی تاریخین تھین، کہ بعض رفیقون نے چلنے کی عجلت شروع کی، انکا کہنا تھا، اور یہ کہنا واجبی تھا، کہ عین وقت کے وقت تک پہونچنے سے حج مین بے لطفی رہے گی!

ماہ ذیقعدہ کا وسط گزرا، ۲۰ر تاریخ گذری، ۲۲ر گذری، ۲۵ر گذری، سیکڑون

ہزاروں حاجی روانہ ہو گئے، اور بیچاسون اور سیکڑون ہر صبح اور شام روانہ ہونے لگے، دل خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے بیتاب تھا، اور کون بدبخت ایسا ہوگا جو ہر روز کعبہ کی طرف پانچ پانچ مرتبہ جھکے اور سجدہ کرے، اور اس کی زیارت و طواف کا ارمان دل مین نہ رکھتا ہو! لیکن آستانِ رسالتؐ سے جدائی بھی ایسی شے نہ تھی جسے آسانی سے گوارا کر لیا جاتا، دن گذرتے گئے، تاریخین ٹلتی گئین، یہان تک کہ ذیقعدہ کی بالکل آخری تاریخین آ گئین، اور اب تو بہر حال روانگی کی فکر کرنی ہی پڑی، حرمین موٹر کمپنی کے دفتر مین کئی روز قبل سے اطلاع کر دی تھی، کہ یکم ذی الحجہ تک لاریان ضرور مل جائین، اور اسکا پختہ وعدہ بھی ہو چکا تھا، لیکن پہلی تاریخ آ گئی، اور لاریان نہ آئین، ۲، ذی الحجہ کو مسجد قبا جانا ہوا تھا، اتفاق سے وہین شیخ عبد اللہ الفضل (بمبئی والے) مع اپنے حشم و خدم کے آ گئے، اور بیچارے خود ہی اخلاق و محبت سے بڑھکر ملے، علاوہ اور حیثیتون سے ذی اختیار ہونے کے، حرمین کمپنی کے مالکون مین بھی ہین، ان سے ذکر آیا، کہ سواری ملنے مین دقت ہو رہی ہے، اسی وقت اپنے کسی سکریٹری کو حکم دیا کہ سواری کا انتظام فوراً کیا جائے، اس کے باوجود بھی پہلی کو سواری نہ ملی، مجبوراً الفضل صاحب کے مکان پر جا کر پھر کہنا پڑا، کمپنی کے مینجر، علی کے نام اسی وقت خط لکھدیا، اس خط کے باوجود بھی کامیابی فوراً نہین ہوئی، صبح وعدہ ہوتا تھا کہ دوپہر کو لاری مل جائیگی، دوپہر کو شام کا وعدہ ہوتا تھا، اور شام کے وقت پھر صبح کا حوالہ دیدیا جاتا تھا، پہلی گذری، دوسری گذری، تیسری کی صبح ہوئی، آٹھ اور نو بجے کے درمیان ہمارے مزورکے ایجنٹ شیخ جنینی نے آکر خوشخبری سنائی، کہ "لاری اسٹیشن پر ملیگی، فوراً روانہ ہو" جلدی جلدی جس طرح بن پڑا، سامان باندھا، غسل کیا، احرام باندھا، مسجد نبویؐ اور روضۂ انور سے

رخصت ہوئے، اور کوئی گیارہ بجے تک سارا قافلہ اعرابیون پر سوار اسٹیشن پہونچ گیا،
اسٹیشن پہونچے تو یہان کا منظر ہی دوسرا تھا، ایک انار و صد بیمار، کانون سے سنا تھا،
ایک لاری و صد سوار، آنکھون سے دیکھا، ایک نفسی نفسی کا عالم، وہ ہجوم وہ کشمکش، کہ میدان
حشر کا بھولا ہوا نقشہ آنکھون کے سامنے!

آتے ہین تین لاریان ملی تھین، دو پر سواریان سوار ہوئی تھین، ایک خالی بہ نظر احتیاط
ہمراہ تھی، اور اسی پر سامان بھی لاد دیا گیا تھا، آج تین لاریون کا تو خیال بھی نہین
آسکتا تھا، دو کے ملنے کی بھی کوئی توقع نہین! ادھر کوئی لاری آتی ہوئی دکھائی
دی، اور ادھر بغیر اس خیال کے کہ لاری کس کمپنی کی ہے، اور کس کے لئے لائی گئی ہے،
ہجوم بے تحاشا اس پر حملہ آور ہوتا، بدزبانی اور دھکے تو معمولی بات تھے، نوبت اس سے
بڑھ کر بھی آجاتی تھی، ہمارے لئے ایک لاری آئی، اور اس کے ساتھ بھی یہی ماجرا پیش
آیا، نجدیون کا ایک دستہ بے تحاشا اس پر ٹوٹ پڑا، ہم لوگ تو کیا مقابلہ کر سکتے تھے لیکن
حسینی صاحب نے ماشاء اللہ لاری پر سوار ہو کر پوری قوت سے مقابلہ کیا، اور گو اس
معرکے مین اتنے زخمی ہوئے، کہ ہاتھ سے خون جاری ہو گیا، لیکن سعودی پولیس کے
ہنٹرون کی اعانت سے بالآخر کامیاب رہے، غرض ایک لاری پر جون تون قبضہ ہوا،
لیکن اس کے بعد اب دوسری لاری عنقا تھی! گھنٹہ، دو گھنٹہ، چار گھنٹہ، دوپہر سے
سہ پہر، اور سہ پہر سے شام ہو گئی، ظہر کے بعد عصر اور عصر کے بعد مغرب کی نماز بھی ختم
ہو گئی، لیکن دوسری لاری کا انتظار ختم نہین ہوا! گویا مدینہ سے رخصت ہو کر پھر بھی مدینہ
ہی مین ہین، مسجد نبوی یہان سے میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے، گنبد خضرا تو دکھائی

نہین دیتا، البتہ مسجد مبارک کے مینار نظر آرہے ہین، اور دور ہی سے دل کو تسلی دیرہے ہین، ہر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد نگاہ اُن کی طرف بیساختہ اُٹھ جاتی ہی! عشا کی نماز کے بعد یہین میدان مین بستر لگا لئے گئے، ایک میلہ کی سی کیفیت ہی، عراقی، خراسانی ہندی، مصری، سیکڑون پردیسی یہان سے وہان تک بستر جمائے لیٹے ہین ۴، ذی الحجہ کی صبح ہوئی، اور صبح سے پھر انتظار شروع ہوا، نو دس بجے کے قریب خدا خدا کرکے دوسری لاری ملی، مگر اس کے شوفر صاحب غائب تھے! گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے مزید انتظار کے بعد وہ تشریف لائے، تو اب ضابطہ کی کارروائیان شروع ہوئین! خلاصہ یہ کہ عین دوپہر کو ٹھیک نماز ظہر کی اذان کے وقت لاریون کو روانگی کی اجازت ملی، اور شہر مدینہ پاک کے پھاٹک سے قدم باہر ہوئے،

ذیقعدہ کی پہلی تھی، جب اسی پھاٹک سے اس نور و برکت والے شہر مین داخل ہوئے تھے، ذی الحجہ کی چوتھی کو اسی پھاٹک سے، اسی رحمت و مغفرت والے شہر سے باہر نکلے، جہان ایک دن کا بھی قیام اگر میسر آجائے، تو تقدیر کی یاوری، اور ابرار و متقین کی نصیبہ وری ہی، وہان ایک دن نہین، دو دن نہین، اکٹھا ۳۳ دن کی حاضری ایک تباہ کارنامۂ سیاہ کو نصیب ہوگئی! شانِ کریمی کے بھی عجیب عجیب انداز ہین، جس مفلس کو چاہین، دم بھر مین مالا مال کردین، جس تہی دامن کو چاہین، ایک پل مین نواز دین، جس ریگستان کو چاہین آن کی آن مین گلزار بنا دین، جس آتشکدہ کو چاہین چشم زدن مین پھول کھلا دین! نہ کریم کا دستِ کرم کوتاہ ہونے والا ہی، نہ بخششون کا خزانہ کبھی خالی ہونیوالا ہی!

اے مبدل کردہ خاکے را بہ زر	خاک دیگر را نمودہ بو البشر
کار تو تبدیلِ اعیان و عطا	کار ما سہو ست و نسیان و خطا
اے کہ خاک شورہ را تو نان کنی	وے کہ نانِ مردہ را تو جان کنی
اے کہ جانِ خیرہ را رہبر کنی	وے کہ بے رہ را کہ پیغمبر کنی

یہ داستانِ درد اس وقت نہ سنئے، کہ وقت کی یہ بیش بہا گھڑیاں ضائع کس بیدردی کے ساتھ ہوئین، سوال اس وقت یہ نہین، کہ اپنے سے کیا بن پڑا، بلکہ صرف یہ ہے کہ اُدھر سے کیا کیا نوازشین اور کیسی کیسی سرافرازیاں ہوتی رہین! یہ نعمت کچھ کم ہی کہ حضوری کی توفیق اتنے عرصہ تک نصیب کر دی گئی! عصرِ حاضرہ کے شیخ المشایخ حضرت حاجی امداد اللہؒ سے ایک مرید نے شکایت کی، کہ طایف مین چلہ باندھکر روزانہ سوالاکھ مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرتا رہا، اور کچھ ثمرات و انوار ظاہر نہ ہوئے، حضرتؒ نے جواب مین ارشاد فرمایا، کہ "ارے میاں، یہ دولت کچھ کم ہاتھ رہی، کہ چالیس دن تک اللہ پاک کا نام سوا لاکھ مرتبہ روزانہ زبان سے نکلتا رہا!" بہر حال جو کچھ ہوا، وہ اپنے حوصلہ اور مرتبہ سے کہین بڑھکر!

اعتراف ہے کہ آنکھوں نے جس مدینہ کو دیکھا، وہ بیسوین صدی عیسوی کا مدینہ تھا، پہلی صدی عیسوی کے ربع اول کا مدینہ نہ تھا، سید المرسلینؐ کا مدینہ نہ تھا، صدیقؓ و فاروقؓ، عثمانؓ و علیؓ کا مدینہ نہ تھا، صحابہ و تابعین کا مدینہ نہ تھا، مجتہدین و ائمہ تصوف کا بھی مدینہ نہ تھا ــــ خزان مین موسمِ گل کی توقعات ہی کسی چمن سے کیون قایم کی جائین؟ ــــ لیکن با اینہمہ مدینہ پھر بھی مدینہ تھا، آج نہ سہی، کبھی تو

اللہ کے پیارے اور اُس پیارے کے پیارون کا شہر رہ چکا ہی، اس ذوریا جو جیت مین بھر اگر کہین کوئی جگہ بھی پناہ کی ہی، تو بجز اس آستان پاک کے اور کہان ہی؟ آج رخصتی اِس دربار سے تھی! آج کوچ اس جنت ارضی سے تھا! آج فراق اس دیار حبیب کے گلی کوچون سے ہو رہا تھا! آدمؑ جس طرح جنت سے جدا ہوئے ہین، اس قصہ سے سب واقف ہین، لیکن ابن آدمؑ کو جب فخر آدمؑ و فخرِ نسل آدمؑ کی گلیون کو چھوڑنا پڑتا ہی، تو اس وقت اس کے دل پر کیا گذرتی ہی، یہ داستان کون سنائے، اور کس کو سنائے؟

باب ۱۹

احرام پوشی،

ذی الحجہ کی تیسری تاریخ یکشنبہ کا دن تھا صبح کے آٹھ بج چکے تھے، کہ مزور کے یہان سے اطلاع ملی کہ سواری کا انتظام ہو گیا، فوراً روانہ ہو جاؤ۔ کیا بیان ہو، کہ اس وقت دل کی حالت کیا تھی! ایک طرف یہ احساس، کہ مدینہ سے جدا ہونے کی، آستانِ رسولؐ سے دور ہونے کی گھڑی آگئی، دوسری طرف یہ فکر کہ اب چلنے مین اگر کچھ بھی تاخیر کی، تو حج کے فوت ہو جانے کا اندیشہ، ٹھہرنے کی تو اب کوئی صورت ممکن نہین، لیکن چلنے پر بھی دل کو ذوق وشوق کے ساتھ کیونکر آمادہ کر لیا جائے؟ پھر مزور کی طرف سے بار بار جلدی کی تاکید، اور یہ دھمکی کہ چند لمحون کی دیر مین بھی ممکن ہو کہ سواری پر کوئی دوسرا قبضہ کر لے، اور اپنے ہاتھ سے چھین جائے! بہرحال جس طرح بھی بن پڑا، جلدی جلدی اسباب باندھا جون تون غسل کیا، کپڑے اتارے، اور اُس قسم کا لباس تھرتھراتے ہوئے ہاتھون، اور کپکپاتے ہوئے دل کے ساتھ زیب تن کیا، جو زندگی کے خاتمہ پر امیر غریب، عالم و عامی، زاہد و فاسق، بڑے اور چھوٹے، ہر مسلمان کے حصہ مین آتا ہی! آج نہ ٹوپی ہی نہ عمامہ نہ عبا ہے نہ شیروانی، نہ قمیص ہی نہ پاجامہ، صرف ایک چادر ہی، اور ایک تہ بند، ایسی

کی کل کائنات آج صرف یہ دو بے سلے ہوئے کپڑے ہین! اللہ کے دربار مین حاضری دینے والون کی یہ وردی ہی، اللہ رسی مشت خاک اور اس کے حوصلے! دیوانون کو سودا یہ ہوا ہی، کہ جو بے نشان ہی اُس کے نشان کا کھوج لگائین گے! باولون کو دھن یہ سوار ہوئی ہی، جو بلا مکان ہی، اُس کے مکان کے چکر کاٹین گے! عارفون نے کہا ہی کہ مدینہ کی حقیقت یہ ہی کہ وہ مقام عبدیت ہی، اور مکہ کی حقیقت یہ ہی، کہ وہ مقام الوہیت ہی، رسولؐ مکہ سے مدینہ کو آئے تھے، اور رسولؐ کے امتی آج حج رسولؐ ہی کے اتباع مین مدینہ سے مکہ جا رہے ہین، کیا شان حکمت ہی، اور کیا حسن صنعت ہی، اللہ خود ہی اپنے بندون کو اپنے رسول صلعم تک پہونچاتا ہی، اور پھر رسولؐ ہی اللہ اور اللہ کے گھر کا راستہ دکھاتے ہین!

مدینہ سے حج کے لئے روانہ ہونے والون کا میقات (احرام باندھنے کا مقام) مدینہ نہین، ذوالحلیفہ ہے، جو مدینہ سے باہر نکلتے ہی مل جاتا ہی، بعض لوگ سمجھتے ہین کہ مسجد نبوی مین احرام باندھ لینا افضل ہی، یہ صحیح نہین، خود حضور انورؐ نے بھی حج کو جاتے وقت احرام مدینہ مین نہین بلکہ شہر سے نکلکر ذوالحلیفہ مین باندھا تھا، اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے، لیکن خیال یہ ہوا، کہ قافلہ مین اتنے آدمی ہین، مرد بھی اور عورتین بھی، سب کے غسل کرنے کی جگہ، پردہ کی احتیاط کے ساتھ وہان کہان ملیگی؟ اور پھر موٹر والے، اتنے آدمیون کو باطمینان غسل سے فارغ ہونے کی مہلت کیون دینے لگے؟ اس لئے مناسب یہی معلوم ہوا کہ غسل کرکے احرام یہین سے پہن لیا جائے، باقی نیت احرام ذوالحلیفہ ہی سے کیجائے گی، گویا باضابطہ احرام وہین سے بندھیگا،

نفل نماز وہین پڑھی جائیگی، اور تلبیہ وہین سے شروع ہو گا، احرام کے معنی حرام کر لینے کے ہین، اور اسے احرام اس لئے کہتے ہین کہ بہت سی چیزین جو پہلے جائز تھین اس کے بعد حرام ہو جاتی ہین، اور اُن سے رک جانا پڑتا ہی، اس لئے کوئی شخص محض جامۂ احرام پہن لینے سے محرِم نہین ہو جاتا، بلکہ لازم ہی کہ نیت بھی احرام کی رکھے، غرض جھٹ پٹ نہا دھو احرام پہن مسجد نبویؐ و روضۂ اطہر پر رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوئے، رخصتی کا یہ سمان بھی شاید عمر بھر یاد رہے، آستانہ کے خادمون کی حسب توفیق کچھ خدمت کی گئی، ایک ایک سے دعاے خیر کے لئے التجا کی گئی، آستانۂ پاک پر الوداعی سلام عرض کیا گیا، روضۂ جنت مین آخری بار رکوع و سجود کا فخر حاصل کیا گیا، اور مصلّی نبیؐ پر بیٹھکر دل مین جو کچھ تھا زبان پر آ تا رہا: اور محمدؐ کے امتی کو جو کچھ عرض کرنا تھا، محمدؐ کے رب کے حضور مین عرض کر دیا گیا،

مدینہ سے رخصتی کا منظر بھی ایک خاص منظر ہوتا ہی، اگر یہ تشبیہ بالکل ہی سوء ادب اور گستاخی مین داخل نہ سمجھی جائے، تو یہ کہنے کو جی چاہتا ہی، کہ گویا لڑکی ماں کے گھر سے رخصت ہو رہی ہی، یہ اپنے ذہن سے گڑھکر نہین کہا گیا، ایک بیوی نے اپنی بعینہ یہی کیفیت بیان کی، دوسرون کے حالات تو سنے سنائے ہین، مگر اپنے قافلہ والون کا حال تو دیکھا ہوا ہی، کہ آنکھین آنسوؤن سے لبریز، لبون پر آہین، چہرے اترے ہوئے، منہ پر ہوائیان اڑتی ہوئی، بدحواس و پریشان، مغموم و منتشر، اور دل ہی کہ بھرتا چلا آرہا ہی، چلتے ہین اور پھر پیچھے مڑکر دیکھتے ہین، اور دیکھنے سے جی نہین بھرتا، جی یہی چاہتا ہی کہ یہ منظر کبھی بھی نظرون سے اوجھل نہ ہو،

بہانے ڈھونڈھتے ہین، کہ کسی نہ کسی طرح کچھ دیر اور رکنا ہو جائے! عموماً سب کا یہی حال، کم و بیش، رہتا ہی، بعض کو غش تک کی نوبت آجاتی ہی، کانون سے سنا بھی یہی، اور آنکھون سے دیکھا بھی یہی، لیکن ایک قسی القلب، اپنے قلب کی قساوت کا کیا بیان کرے، اس کی حالت سب سے الگ، اور سب سے مختلف رہی، روضۂ جنت مین، مصلّی نبیؐ پر دعائین کرتے وقت، تو خیر، قلب مین کچھ رقت رہی بھی، لیکن اُس کے بعد اس قسم کی ساری کیفیتین غائب! رنج و صدمہ الگ رہا، سرے سے جدائی کا احساس ہی نہین! یہ محسوس ہی نہین ہو رہا ہی، کہ کسی عزیز جگہ سے بچھڑ رہے ہین، اور دل مین بجائے ہراس و پریشانی کے ایک طرح کی طمانیت و بشاشت! — کریم کو کریمی کے کتنے ڈھنگ یاد ہین! کسی کے سینے مین شوق و اشتیاق کے شعلے بھڑکائے جا رہے ہین، اور کسی کو تسکین و تسلی کی تھپکیان دیجا رہی ہین!

مدینہ آتے وقت، تین لاریان قبضہ مین تھین، اب کی صرف دو ہی ملین مجبوراً انھین دو پر سامان اور سواریون کو تقسیم کرنا پڑا، سامان ہر چند بہت کچھ اونٹون پر روانہ کر دیا تھا، پھر بھی جتنا ساتھ رہ گیا تھا، بہت تھا، اور سامان کی زیادتی یون تو ہر موقع پر تکلیف ثابت ہوتی رہی، لیکن اس وقت خاص طور پر کھل گئی، آتے وقت گرمی بھی ایسی زیادہ تیز نہ تھی، ۹، ۱۰ اپریل تھی، اب موسم بھی اپنے شباب پر آچکا تھا، مئی کی ۱۳ تاریخ تھی، پھر سفر بھی ٹھیک دوپہر کے وقت شروع ہوا اور سب سے بڑھکر یہ کہ آتے ہوئے مین جو دونون لاریان ۱۳-۱۳ سواریون کیلئے

تھین، اُن مین سے ایک پر ہم کل دس آدمی تھے، اور دوسری پر گیارہ، یہ عبدالرحمٰن الفضل صاحب کی خاص عنایت تھی، اگلی مرتبہ اس شدتِ ہجوم مین، اس رعایت وعنایت کی کوئی گنجایش نہ تھی، شیخ عبداللہ الفضل بیچارہ نے اسی رعایت کی گنجایش اگلی بار بھی کی، لیکن کمپنی کے مقامی منیجر علی نے کمپنی کے مالک کی بھی پروانہ کی اور ہماری لاریون مین پانچ اجنبیون کو (جو غالبًا یمنی تھے) زبردستی بٹھا کر ۲۶ کی تعداد پوری کر دی! "صبر وشکر" نہ سہی، خالی "صبر" کرنا ہی پڑا، اور اس کے سوا چارہ کیا تھا؟ —— سرکش اور ناشکر گزار بندہ، اللہ کے گھر کی حاضری کے لئے چلا ہی، انانیت اور راحت طلبی وتن پروری پھر بھی زندہ! کاش آج توحید گھر ہی کے لئے اپنی عبدیت، اپنی بندگی کا احساس ہو گیا ہوتا! —— ۴ ذی الحجہ یوم دوشنبہ کو عین اذانِ ظہر کے وقت مدینہ منورہ سے نکلے، اور موٹر کے لئے چھ سات میل کا فاصلہ ہی کیا، دم کے دم مین ذوالحلیفہ پہونچ گئے، جو اہل مدینہ کیلئے میقات یعنی احرام باندھنے کا مقام ہی، عام زبانون پر اس مقام کا نام بیر علی ہی، علی سے امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰؓ مراد نہین، کوئی اور صاحب اس نام کے ہوئے ہین، حضور انورؐ نے یہین سے حج کا احرام باندھا تھا، ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے، اور ایک کنوان، اور پانی اور چاے کی ایک آدھ چھوٹی سی دوکان بھی ہی، بس کل اس قدر آبادی ہی، یہ وہ مقام ہی، جہان ہزارہا حاجی احرام باندھتے ہین، اگر یہان سَو دو سَو غسلخانے، زنانہ ومردانہ، پانی کے نل کے ساتھ تعمیر کر دیئے گئے ہوتے، تو حاجیون کو کتنی آسایش ہو جاتی، اور کتنے، اللہ کے بندون کی زبان ہی سے نہین، دل سے دعائین نکلتین،

اور حکومت ہرگز زیر بار نہ ہوجاتی،

اِحرام، محض ایک خاص وضع کے کپڑے پہن لینے کا نام نہین، اس کے بعد سب جائز چیزون سے رُک جانا لازمی ہی، مثلاً منہ اور سر کو ڈھانپنا (عورت کے لئے صرف منہ کا ڈھانپنا) سلے ہوئے کپڑے پہننا، بدزبانی کرنا، فحش چیزون کی جانب اشارہ کرنا، جانورون کا شکار کرنا، خط بنوانا، ناخن ترشوانا، عطر اور تیل لگانا، وغیرہ، احرام، ایک طرح کا کفن ہوتا ہی، مُردون کا لباس پہن لینے کے بعد، حیف ہی، اگر انسان اس حد تک بھی اپنے نفس کو مردہ نہ کرلے! اسی لئے احرام کے ساتھ نیتِ احرام بھی ضروری ہی، طریق مسنون یہ ہی، کہ پہلے غسل کیا جائے، یا اگر اس مین دشواری ہو، تو وضو کافی ہی، اس کے بعد چادر اور تہمد پہنکر دو رکعت نماز ادا کرے، اور افضل یہ ہی کہ پہلی رکعت مین سورۂ کافرون، اور دوسری مین سورۂ اخلاص (قل ہو اللہ احد) اس کے بعد جانماز پر بیٹھے ہی ہوئے حج، یا عمرہ، یا دونون کی نیت اپنے دل مین کرے، اور الفاظِ ذیل زبان سے بھی ادا کرے، اللّٰھم انی اریدُ الحج فیسرہ لی و تقبلہ منّی، واعنّی علیہ وبارک لی فیہ، نویتُ الحج واحرمتُ بہ للّٰہ تعالیٰ، یہ الفاظ دعاے احرامِ حج کے ہین، اگر نیت عمرہ کی یا عمرہ و حج دونون کی کی ہی، تو دعا کے الفاظ مین بھی اسی مناسبت سے تھوڑا تھوڑا تغیر ہو جائیگا، نیتِ احرام کی کئی صورتین ممکن ہین، ایک یہ کہ محض حج کی نیت کیجائے، دوسرے یہ کہ محض عمرہ کی نیت کیجائے، تیسرے یہ کہ حج اور عمرہ دونون کی نیت کیجائے، عمرہ

گویا چھوٹا حج ہی جو سال بھر مین جب (بجز پانچ دنون کے) اور جتنی بار جی چاہی، ادا کیا جا سکتا ہی، اس کے ضروری ارکان صرف اس قدر ہین، کہ احرام کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لیجائے، بخلاف اس کے حج سال مین صرف ایک ہی مرتبہ مخصوص وقت پر ہو سکتا ہی، اور اسمین علاوہ دوسرے سنن مستحبات، و واجبات کے، احرام کے ساتھ عرفات مین حاضری، اور اس کے بعد خانہ کعبہ کا طواف لازمی ہی، امام شافعیؒ کے نزدیک عمرہ بھی حج ہی کی طرح فرض ہی، حنفیہ کے ہان فرض نہین، البتہ ایک اہم سنت کا درجہ رکھتا ہی،

جو لوگ حج و عمرہ دونون ادا کرنا چاہتے ہین اُنکے لئے یہی دو صورتین ہین ایک یہ کہ ایک ہی احرام سے عمرہ اور حج دونون ادا کئے جائین یعنی عمرہ سے فارغ ہو کر احرام اتارا نہ جائے، اور حج اسی احرام سے ادا کیا جائے، دوسری صورت یہ ہی کہ عمرہ سے فراغت کر کے احرام اتار دیا جائے، اور جو چیزین حالتِ احرام مین منع ہین وہ جائز ہو جائین، اور اس کے بعد حج کے لئے از سر نو احرام باندھا جائے، پہلی صورت کو فقہاء، قران کہتے ہین، اور دوسری کا اصطلاحی نام تمتع ہی، اور یہ نام غالباً اسی لئے رکھا گیا کہ تمتع کرنے والا، احرامِ عمرہ اور احرامِ حج کے درمیان، اُن چیزون سے جو حالتِ احرام مین ممنوع ہین، متمتع ہو سکتا ہی، قران و تمتع یہ دونون صورتین محمود ہین، البتہ اس مین اختلاف ہی کہ ان دونون مین نسبتہً افضل و اشرف کون سی ہی امام ابو حنیفہؒ اور جمہور فقہاء حنفیہ کے نزدیک قران افضل ہی، اور امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک تمتع کو افضلیت ہی، ہم لوگون کے لئے قران و تمتع

مین عملاً کچھ زیادہ فرق نہ تھا، اس لئے کہ ۸ر ذی الحجہ کی دوپہر ہو چکی تھی۔ تمتع کے معنی یہ تھے کہ ۸ر کی شام تک مکہ معظمہ پہونچکر طواف وسعی سے فراغت کرکے، شب مین احرام اتار دیا جائے، اور ۹ر کی صبح سے حج کے لئے پھر باندھ لیا جائے، اور قران کی صورت مین احرام مسلسل بندھا رہتا، صرف ایک دن یعنی ۸ر ذی الحجہ کا فرق دونون صورتون کے درمیان پڑتا تھا، ہمارے قافلہ مین جتنے صاحب ہمت مرد اور عورتین تھین، اُنھون نے مولانا مناظر صاحب کی رہنمائی مین قران کی نیت کی، لیکن مجھ جیسے کم ہمت کے لئے احرام کی پابندیون سے ایک دن کی بھی فرصت ملجانا غنیمت تھا، اس لئے مین نے تمتع ہی کی نیت کی، اور دو چار شخص میرے ساتھ کے لئے بھی آمادہ ہو گئے،

مولوی مناظر صاحب کو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ہر موقع پر افضلیت و استحباب کی دولتون سے سرافراز رکھا، وہ غسل کے بعد، اور ہم لوگ تازہ وضو کے بعد، مسجد مین داخل ہوئے، پہلے نماز ظہر ادا کی، اس کے بعد احرام حج وعمرہ کی نیت کی، دو رکعت نماز پڑھی، اور زبان پر دعا کے وہ الفاظ آئے جو اوپر درج ہوئے ہین لیجئے اب پورے محرم ہو گئے، اور تلبیہ اسی وقت سے شروع ہو گیا، غلام، غلامون کی مخصوص وردی مین ملبوس ہو کر اپنے آقا کے مکان کی طرف چلے اور قدم قدم پر آقا کو، آقا ہی کے تعلیم کئے ہوئے لفظون مین، پکارتے بھی چلے!

لبیک اللھم لبیک، لبیک، لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک، تلبیہ کے یہ الفاظ مسنون وماثور ہین، امام شافعیؒ کے نزدیک

کلماتِ اذان وتشہد کی طرح اس عبارت مین بھی کسی قسم کی کمی بیشی جائز نہین لیکن اکثر علماے حنفیہ نے اضافۂ الفاظ کی رخصت دی ہی اور بعض جلیل القدر صحابہ سے بھی الفاظ کا اضافہ منقول ہی، اب ضروری ہوگیا کہ ہر نماز کے بعد اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے وقت ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت، دوسری سواریون کو آتے جاتے دیکھکر، برابر انھین الفاظ مین اپنے مطلوب اور سب کے مطلوب کو پکارا جایا کرے، مرد کو بلند آواز سے کہنا چاہی، لیکن نہ اتنی بلند آواز سے کہ شور وغل سے دوسرون کو تکلیف ہو، ہر موقع پر تین بار ہو تو بہتر ہی، کافی صرف ایک مرتبہ بھی ہے،

جگ بیتی اور آپ بیتی مین بڑا فرق ہوتا ہی، اب تک دوسرون کو احرام باندھتے اور احرام باندھے ہوئے دیکھا تھا، خود احرام آج باندھا، مولوی مناظر صاحب سیتے نمازین پڑھا رہے ہین، دعاؤن کے الفاظ بتا رہے ہین، اور ادھر اپنا دل دھڑکتا جا رہا ہی، زبان سے جو کچھ ادا ہو رہا ہی، اسے سب سن رہے ہین، لیکن دل کیا کہہ رہا ہی؟ دل جو کچھ کہہ رہا ہی اسے کون سنے؟ اُسے کون سن سکتا ہی؟ ہان صرف وہی ایک سن سکتا ہی، اور سنتا ہی، جو سب کی سنتا ہی، جو گونگون اور بے زبانون کی سنتا ہی، جو آوارون، ناکارون کی سنتا ہی، جو کمزورون اور ناتوانون کی سنتا ہی، جو بیکسون اور بیچارون کی سنتا ہی، جو نااہلون، اور نادانون کی سنتا ہی، جو محرومون اور شامت زدون کی سنتا ہی، اور جو اُنکی سنتا ہی، جنکی کوئی بھی نہین سنتا! اے سب کی سننے والے تیرے ہان محرم کا بڑا درجہ اور اونچا مرتبہ ہی، اس خدائی وردی

کو پہنکر اس کے شرائط و آداب کا بجالانا، کیونکر ممکن ہوگا ؟ گناہوں سے بچنا کیسے
ہو سکے گا ؟ تو نے حکم دیا ہے، لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج، ارکانِ حج تو
شروع ہو گئے، پر اس حکم کی تعمیل پر کیسے قدرت ہوگی ؟ آنکھ کی احتیاط اور زبان
کی احتیاط کس کے بس کی بات ہے؟ مزاج اور زبان پر کس طرح قابو رکھا جا سکیگا؟
جس گھر کو تو نے اپنا گھر کہکر پکارا ہے، اُس کا صحن تو تیرے نام پر آگ میں کود پڑنے
والے ابراہیمؑ، اور تیری راہ میں اپنے کو ذبح کرا ڈالنے والے اسمٰعیلؑ کے قابل تھا،
جس گھر کو تو نے پاک قرار دیا ہے، اُس کے در و دیوار کو اپنے آنکھوں اور ہونٹوں سے
لگانے والے تو صرف تیرے پاک پاکیزہ نکھرے اور ستھرے بندے ہی ہو سکتے ہیں، جس گھر کی طرف
تیرے حبیبؐ، اور تیرے بندوں کے سردار نے، دن کی روشنی اور رات کی تاریکیوں
میں بیشمار سجدے کئے ہیں، اور بے گنتی اور بےحساب اپنے سر کو جھکایا ہے، اس کی چار
دیواری تو صرف نور کے بنے ہوئے فرشتوں اور رحمت و مقبولیت کے سانچے میں ڈھلے
ہوئے صدیقین و کاملین کے طواف کے لایق تھی، وہاں آج تو کس کو باریاب کر رہا ہے؟
کس ننگِ خلایق کا دماغ عرش پر پہونچا رہا ہے ؟ کس گندہ، اور ہر گندگی سے گندہ تر
بندہ کی زبان سے لبیک لبیک کہلا رہا ہے ؟ یہ بیداری ہے یا خواب ؟ اگر خواب ہے تو
ہزاروں بیداریاں اس مبارک خواب پر قربان ! اگر بیداری ہے، تو ا ——
کوئی حقیر و ذلیل، ناپاک مشتِ خاک اپنے جذبات کے ظاہر کرنے کے لئے لفظ
و عبارت کہاں سے لائے !

باب ۲۰

جدّہ، راہِ مکہ

وتحمل اثقالکم الی بلدٍ لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس، سورۂ نحل

رکوع اول مین پروردگارِ عالم کے انعامات کے ذیل مین انعام (چوپایون) کا ذکر ہی کہ وہ تمھاری سواریون کا کام دیتے ہین، اور تمھارے بوجھ تمھارا سامان و اسباب اُس شہر تک لاد کر پہونچاتے ہین جہان تم اپنی جانون کو مشقت مین ڈالے بغیر نہین پہونچ سکتے، آیت کی تفسیر مین ایک قول سلف سے یہ منقول ہی، کہ "بلد" (شہر) سے مطلق بلد مراد نہین، بلکہ متعین شہر مکہ مراد ہی، گویا ضمناً آیۂ کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مکہ تک پہونچنا دشواریون اور سختیون کے بعد ہی ممکن ہی، پہلے کسی زمانہ مین تو آیت کے اسی مفہوم کی واضح تصدیق قدم قدم پر ہوتی رہتی تھی، لیکن اب زمانہ بہت بدل گیا ہی، اب ہر طرح کی سہولتین اور آسانیان پیدا ہو گئی ہین، اب نہ بدوون کی بندوقون سے ہلاک ہو جانے کا ڈر ہی، نہ مال کے ضایع ہونے کا، اور نہ سامانِ راحت کی نایابی ہی، پھر بھی "شق الانفس" ہمارے قافلہ کے لئے سرے سے بے معنی نہین، اوسط مئی کا موسم، عرب کی دھوپ، موٹر جیسی صبا رفتار سواری مین بھی ۱۴، ۱۵ گھنٹے کا راستہ، پیاس کی شدت، مدینہ کے سرد پانی کے خوگر ہو جانے کے بعد اس کی نایابی پر حسرت، لاریون کے

اندرکشمکش اور چقلش، بجاے شتربان کے موٹربان (شوفر) اور اُن کے نائب (کلینر) کی مجبورانہ نازبرداریان، یہ سب کچھ اگر "شق الانفس" کی تفسیر نہین تو اور کیا ہی؟

لیکن دکھ کی پروا کسے؟ اور اذیت کا احساس کس کو؟ کیا کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ چلے کہان رہے ہین؟ اور زحمت کا عروج اور مصیبہ کا اوج کس کو کہان پہونچا رہا ہی؟ چلے اس شہر کو رہے ہین، جس کو کسی نادان انسان نے نہین، کسی سیاح جہان گشت نے نہین، کسی جغرافیہ نویس اور کسی نقشہ ساز نے نہین، زمینون اور آسمانون کے پیدا کرنے والے نے، لندن و پیرس کو چمک دمک اور جگمگاہٹ بخشنے والے نے، برلن و نیویارک کو نیست سے ہست کرنے والے نے، ام القریٰ، سب بستیون کی مان کہکر پکارا ہے، مان وہ ہی جس کے وجود کے بغیر اولاد کا وجود نہین ہوتا، آج مکہ نہ ہوتا، تو نہ کلکتہ ہوتا نہ بمبئی، نہ لکھنؤ نہ دہلی، نہ لاہور نہ مدراس، اور نہ چین نہ جاپان، نہ مصر نہ ہندوستان نہ انگلستان نہ سارا فرنگستان۔ شارحین اور مفسرین کہتے ہین، کہ مکہ روے زمین کا مرکز ہی، نادان فرنگی ہنستا ہی، اور کہتا ہی، کہ زمین کرہ کی شکل مین ہی، اس مین کسی ایک متعین مقام کو سب کے وسط مین کیونکر قرار دیا جا سکتا ہی، اس جاہل کو مرکز کے معنی صرف جغرافی مرکز کے معلوم ہین، اور اسکی عقل صرف اسی کو مرکز جانتی ہی، جو مادی آلات پیمایش کے حساب سے سب کے وسط مین ہو، سو اول تو اس کے پاس اس حیثیت سے بھی اس کے عقیدے کی کوئی دلیل نہین، لیکن اس کے علاوہ "ام" کے معنی مرکز جغرافی کے ہین کب؟ مان کا کام تو اولاد کو وجود مین لانا، اور انکی پرورش و تربیت کرنا ہی، پھر اگر آج بھی سب کی ایمانی پرورش اور روحانی تربیت مکہ سے نہین، تو اور کہان سے ہو رہی ہی؟

سارے شہرون اور سارے ملکون، ساری آبادیون اور ساری بستیون کے دین و ایمان کا مرجع اور تربیت و تزکیہ کا مرکز، اگر مکہ نہین، تو کیا کوئی اور شہر ہی؟ رحمت کاملہ و قدرت مطلقہ نے اپنے آخری پیام رحمت کی بارش کے لئے کیا بجز اس سرزمین کے کسی اور کو چنا؟ اور اس پیام کا پیامبر، سب سے جامع، سب سے اہم، سب سے اکمل، سب سے آخری پیام لانے والا، کہان پیدا ہوا؟ کہان پلا؟ کہان بڑھا؟ کہان اُس پر اُس پیام کا نزول شروع ہوا، اور کہان کی گلیون اور وادیون مین وہ ایک دن دو دن نہین، تیرہ برس تک اُسی پیام کی منادی کرتا رہا!

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے یہ روایت اکثر کتب تفسیر مین منقول ہے، کہ جب اللہ کے حبیبؐ و محبوبؐ کو اس شہر سے ہجرت کرنی پڑی، تو گھر سے نکلنے کے بعد اس شہر کی طرف مڑکر ارشاد ہوا،

انت احب البلاد الله تعالیٰ الی الله وانت احب بلاد الله تعالیٰ الیّ ولو ان اهلك اخرجونی لم اخرج منك	تو اللہ تعالیٰ کے تمام شہرون سے بڑھکر اللہ کو محبوب ہی، اور تو اللہ تعالیٰ کے تمام شہرون سے بڑھکر مجھے بھی محبوب ہی، اور اگر تیرے لوگون نے مجھے نہ نکالا ہوتا، تو مین خود تجھ سے نہ نکلتا،

اس تصریح کے ساتھ اللہ کا محبوب ترین شہر، اور اللہ کے رسول کا محبوب ترین شہر، سوا مکہ کے، اور کسے کہا گیا ہی؟ حدیث کی روایت کو بھی چھوڑیئے، خود کلام پاک مین کیا ارشاد ہوتا ہی:۔

انما امرت ان اعبد رب هذه	مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہی کہ اس شہر کے رب کی

البلدۃ الذی حرمھا ولہ کل شیٔ (نمل، ع ۷)	عبادت کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا، اور ہر شے اُسی کے لئے ہی،

اللہ اکبر! مکہ والو، مکہ کے مسافرو، ذرا مکہ کی بڑائی دیکھنا! خود اپنا تعارف مکہ کے ذریعہ سے کرایا جا رہا ہی! اپنے متعلق ارشاد ہوتا ہی، کہ "اس شہر (مکہ) کے پروردگار"! اور پھر تصریح در تصریح، کہ وہ مکہ کا رب ہی نہین بلکہ وہ جس کے لئے سب کچھ ہی، مکہ کو پاک بھی کر چکا ہی، اُسے حرمت والا بھی قرار دے چکا ہی، اللہ نے لا اقسم بھذا البلد مین کس شہر کی عزت افزائی کی ہی! البلد الامین کس شہر کا نام رکھا گیا ہی؟ بلدًا آمنًا سے کس شہر کی سرافرازی مقصود ہی! بلد الحرام زبانِ نبوت مین کس شہر کے لئے ارشاد ہوا ہی؟ ابراہیم خلیل اللہ نے کس شہر کی آبادی کے لئے دعا کی تھی؟ ابراہیمؑ، اور اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ نے کس شہر مین اپنی مستقل یادگارین چھوڑی ہین؟ ——— موٹر کے پہیئے تیزی کے ساتھ گھوم رہے تھے، اور انکی ہر گردش کے ساتھ، اللہ کا شہر، اللہ کے حبیب کا شہر، اللہ کے خلیلؑ کا شہر، اللہ کے ذبیحؑ کا شہر، بیشمار اولیاء و صدیقین کا شہر قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔

لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لبیک، ہر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد، دوسری سواریون یا پیدل مسافرون کو دیکھ کر، بلندیون پر چڑھتے وقت، نشیبون مین اترتے وقت، منزلون پر پہونچ کر، نمازون سے فارغ ہو کر لبیک لبیک کی صدائین بلند ہوتی ہین۔ ظہر کی نماز ذوالحلیفہ مین پڑھ چکے تھے، عصر، مغرب و عشا کی نمازین راستہ مین مختلف منزلون مین ادا ہوئین، قریب

نصف شب کے بیر حسان پر پہونچے، اور یہین قیام ہوا مدینہ جاتے ہوئے بھی شب اسی منزل پر گذاری تھی، آدھی رات کے بعد تھکے ماندے، خوب خستہ ہو کر سونے لیٹے فجر کی نماز اکثر دن کی قضا ہوئی، جون تون پڑھکر پھر جلدی سے روانہ ہوئے، آج سفر سارے دن کا ہی، یہ موسم تو خوب لو چلنے کا ہی، لو ہندوستان ہی کی کس غضب کی ہوتی ہی، چہ جائیکہ ریگستان عرب کی لو! لو سے بچنے کے لئے کچی پیاز بہت مفید ہی، قافلہ مین سب نے پیاز کی آنڈیان ہاتھون مین لے رکھی تھین، اور کبھی کبھی سونگھتے بھی جاتے تھے، احرام کی حالت مین سر ڈھانپنے کی ممانعت، جسم کا بہت سا حصہ بھی تیز ہوا مین بلا ارادہ بار بار کھل جاتا تھا، ان بے احتیاطیون کے باوجود بھی خدا کے فضل سے سارا قافلہ محفوظ رہا، نہ کسی کے لو لگی، نہ کسی کو بخار آیا، راستہ مین ایک لاری ٹھیک دوپہر کو کھڑی ہوئی ملی معلوم ہوا کہ بگڑ گئی ہی، مصریون کا قافلہ سوار تھا، اس مین ایک جوان عورت کو لو لگ گئی ہی، بیچاری بے حال و بدحواس تھی اسکا شوہر اسے ہماری لاری پر لے آیا، اور اگلی منزل پر اسے لیکر اتر گیا، خدا معلوم بعد کو کیا گذری، منزلون پر طبی انتظام کسی قسم کا بھی نہ تھا، حالانکہ اس ہجوم کے زمانہ مین خصوصاً ایسے سخت موسم مین، راستہ مین دس بارہ چھوٹے شفاخانے قایم کر دینے کچھ مشکل نہ تھے،

مدینہ سے مکہ کو اونٹ جس راستہ سے جاتے ہین، وہ سیدھا راستہ ہی، ادھر جدہ نہین پڑتا، موٹر کا راستہ جدہ ہو کر ہی، اس لئے ہملوگون کو تو بہر حال یہی راستہ اختیار کرنا تھا، دن بھر کے سفر کے بعد شام کو جدہ کی روشنیان نظر آنی شروع ہوئین، اور

عشا کے اول وقت شہر مین داخل ہو گئے، موٹرین حرمین کمپنی کی تھین، اشو فرانی کمپنی کے موٹر خانہ مین موٹرین لے گئے، اور ہمین وہین اتار دیا، رات کا وقت، اجنبی مقام، اپنے وکیل اور اُن کے مکان کی اس وقت کہان تلاش کیجائے؟ اتنی عورتون کا ساتھ، انھین کہان چھوڑا جائے؟ اور پھر اگر وکیل صاحب ہاتھ بھی آ گئے تو ایسے ناوقت وقت پر ہم لوگون سے التفات کیون فرمانے لگے؟ اس قسم کے سوالات تھوڑی دیر تک دماغ کو پریشان رکھتے، لیکن آخر اسی جدہ مین منشی احسان اللہ صاحب بھی تو مع اپنے تمام اختیار و اقتدار کے رہتے ہین، فوراً وہ یاد پڑ گئے، اور پتہ پوچھتے اُن کے گھر جا پہونچا، گھر پر موجود مل گئے، اور ان کی ملاقات ہر مشکل کا حل تھی، وہی لطف و التفات، وہی توجہ و اخلاق، دس بیس منٹ کے اندر وکیل صاحب بھی مل گئے، سامان بھی سب اتر آیا، اور مردانی و زنانی سواریان بھی سب بسہولت وکیل صاحب کے مکان تک پہونچ گئین، قافلہ کے اور لوگ صالح بسیونی کے مکان مین رہے، مجھے اور مولانا مناظر کو شیخ نصیف کے پُر فضا چبوترہ کی چاٹ پڑ چکی تھی، اور اس وقت کے گرم موسم مین تو اس کی اور زیادہ ہوس تھی، ہم دونون ان کے ہان پہونچے، معلوم ہوا شیخ مکہ جا چکے ہین، مجبوراً صالح بسیونی کے مکان کے نیچے میدان مین لیٹے، لیکن اس میدان پر اس وقت انسانون سے زیادہ اونٹون کا قبضہ تھا، ساری رات انسانون اور اونٹون کی کشمکش دیدہ قش مین گذری، اونٹون کا اتنا ہجوم عظیم پہلی بار دیکھنے مین آیا،

جدہ اس وقت حاجیون سے پٹا پڑا ہے، مسجدون کے اندر، سڑکون کے اوپر،

دو کانون کے نیچے، زمین کا کوئی گوشہ خالی نہین، ۸ ذی الحجہ ختم ہو چکی، اب حج کے دن
ہی کے باقی رہگئے، ہر شخص عجلت سے بیتاب، اور لطف یہ کہ سب کو موٹر ہی سے نہین
جانا ہی، سیکڑون ہزارون بندگان خدا ایسے ہین، جو اونٹون پر جائین گے، اور کچھ
ایسے بھی، جو پا پیادہ روانہ ہونگے! آفرین ہی ان کی ہمتون پر، یہان تو موٹر کے باوجود
بھی گھبراہٹ سوار ہی، کہ دیکھئے ٹھیک وقت سے پہونچنا نصیب بھی ہوتا ہی، یا نہین!
جون تون کر کے ۹ کی صبح ہوئی، مدینہ کی طرح یہان بھی تہجد کی اذان ہوتی ہی، خیر،
آج کی بدحواسی مین اُس وقت اٹھنا تو کیا نصیب ہوتا، البتہ نماز فجر کے لئے جب
مسجد جانا ہوا، تو دیکھا، کہ مسجد نمازیون سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہی، سبحان اللہ، آج
کے مجمع کا کیا کہنا، ہندی، مصری، مغربی، خدا معلوم کس کس دیس کے حاجی جمع ہین،
وضع الگ، لباس الگ، بولی الگ، قد و قامت الگ، رنگ روپ الگ، البتہ سب کے
سب نبیؐ کی امت اور اللہ کے بندے، دن نکلا، اور موٹرون کا انتظام شروع ہوا!
آج دن کا کھانا، صبح سویرے ہی پیٹ بھر کر کھا لیا گیا، کہ خدا معلوم دوسرے وقت
کھانے کا موقع کب اور کہان آئے، مکہ مین چونکہ قیام بہت مختصر کرنا تھا، اس لئے
زائد سامان یہین وکیل صاحب کی حفاظت مین چھوڑ دیا گیا، اور صرف ضروری
سامان ساتھ رکھکر، ہندوستان کی گھڑیون کے حساب سے، دن کے دس بجے ہمارے
موٹر روانہ ہو گئے، جدہ سے جو لوگ سیدھے مدینہ منورہ جاتے ہین، اور اُن کے
موٹرون کے جو کرایہ پیشگی لے لئے جاتے ہین، اُن کرایون مین جدہ سے مکہ تک کا کرایہ
بھی شامل رہتا ہی،

جدہ سے مکہ کا فاصلہ کوئی ۴۶، ۴۴ میل کا ہے، اونٹ دو ڈیڑھ روز مین پہونچتے ہین، اچھے موٹر دو ڈھائی گھنٹے مین، اور لاریان تین ساڑھے تین گھنٹے مین، مکہ کا راستہ مدینہ کے راستہ سے نسبتہً بہت بہتر ہے، کہین کہین سڑک کوٹنے والے انجن (اسٹیم رولر) بھی دکھائی دیئے، راستہ مین دونون طرف پانی اور شربت اور چائے کی دوکانین کثرت سے موجود، شاید ایک جگہ شفاخانہ کا خیمہ بھی دکھائی پڑا تھا، چھوٹے چھوٹے پڑاؤ کثرت، درمیان مین ایک بڑی منزل حدہ یا بحیرہ کی آتی ہے، نماز ظہر کے وقت یہان پہونچے، خیمون اور شامیانون کا ایک وسیع سلسلہ سڑک کے دونون طرف قائم علاوہ چائے کے کھانے کی دوکانین بھی موجود، چاول، گوشت ترکاری، تربوز، جو چاہیے، نوش فرمائیے، البتہ مدینہ کا سا پانی اب کہان مل سکتا ہے، اب اس کا خیال ہی چھوڑ دیجیے، گو اسکی یاد ہر مرتبہ حسرت کے ساتھ آکر رہیگی، ایک بڑے قہوہ خانے مین چائے پی، اور یہین نماز ظہر بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی، جدہ سے اونٹون پر جو قافلے مکہ جا رہے ہین، ان کے بھی بہت سے حاجی یہان مل گئے، اور انھین مین جدہ کے مہاجن سیٹھ جمال الدین فتنی بھی تھے، جنکا ذکر خیر پہلے آچکا ہے، جدہ سے مکہ تک سڑک پر سایہ کا کہین نام نہین، خشک جھاڑیان البتہ جابجا نظر آتی رہین، اور مکہ کے قریب کچھ نخلستان بھی نظر آئے،

ظہر کا اوسط وقت گزر چکا تھا، کہ زمین حرم کے حدود شروع ہوگئے، جدہ سے آتے وقت مکہ سات میل رہتا ہے، کہ حدود حرم شروع ہو جاتے ہین، کہا جاتا ہے کہ جب حضرت آدمؑ مکہ مین تشریف لائے، تو اللہ نے شیاطین سے آپکی حفاظت کے لئے ملائکہ

کو نازل کیا، جنھون نے مکہ کو چارون طرف سے گھیر لیا، جو زمین اُس حلقے کے اندر آگئی، وہ حرم کہلاتی ہی، یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو، بہرحال زمینِ حرم ہے خاص ادب و آداب کی سرزمین، اور بزرگون نے اس کے آداب یہ لکھے ہین، کہ اگر ممکن ہو تو اتنا فاصلہ پاپیادہ طے کرے، اور قدم اس مسکنت، فروتنی و تذلل کے ساتھ اٹھائے، کہ جیسے کوئی عاجز و بے بس شہنشاہ کے دربار مین جارہا ہی، مورِ ناتوان اور کم ہمتون اور ناتوانون کو بھلا ان آداب کی کیون توفیق ہونے لگی تھی؟ یہان محض اس لئے ذکر کر دیا گیا کہ ہو سکے تو آیندہ عازمینِ حج اسے پیشِ نظر رکھین، ان حدود مین داخل ہوئے، تو مولانا مناظر کی قیادت مین یہ دعا (یا مثل اس کے کوئی دوسری دعا تھی) بلند آواز سے پڑھی، اللھم ان ھذا حرمک و حرم رسولک فحرم لحمی و عظمی و دمی علی النار اللھم امنی من عذابک یوم تبعث عبادک واجعلنی من اولیائک و اھل طاعتک و تب علی انک انت التواب الرحیم۔ مناسکِ حج پر عربی مین صدہا تصانیف ہین، فقہ کی ہر کتاب کا ایک لازمی جزو کتاب الحج ہوتا ہی، مولانا مناظر کے پاس ملا علی قاریؒ کی شرح لباب المناسک تھی، اس موضوع پر حنفیون کیلئے جامع ترین کتاب ہی، اردو خوانون کے لئے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا مختصر رسالہ زبدۃ المناسک بڑے کام کا ہے، دیکھنے مین چھوٹا لیکن مفید و مستند معلومات سے لبریز، ہم لوگون کے ہاتھ مین اسی کے اوراق تھے مولوی شاہ الیاس برنی صاحب کا سفرنامہ صراط الحمید بھی ضروری مسائل و معلومات سے خالی نہین، گو اسکا اصلی لطف اہلِ دل ہی اٹھا سکتے ہین، مولوی شاہ سلیمان اشرف صاحب کی کتاب الحج جامع و نافع ہی، اور اردو مین سب سے زیادہ مفصل و مبسوط ہدایت نامہ اس باب مین مولوی منور الدین صاحب

دہلوی کی کتاب الحج والزیارۃ (فتاوی عثمانی، جلد ۶) ہے، جو ہر دوسری کتاب سے بے نیاز کردینے کے لئے کافی ہی، اور اردو مین اپنے موضوع پر ایک بے مثل و نادر جامع تالیف ہے، مولوی ابوالخیر خیر اللہ صاحب وکیل ہنمکنڈہ (دکن) نے بھی اپنے چند ورق کے رسالہ خیر المناسک مین حیرت انگیز اختصار کیساتھ ضروری مسائل؛ ادعیہ و اذکار کو جمع کردیا ہی، عازمانِ حج اگر اس قسم کی چیزین اپنے ہمراہ رکھین، تو بہت سی لغزشون اور فروگذاشتون سے، جن پر بعد کو تاسف و ندامت ہوتی رہتی ہے، بچ جایا کرین گے،

باب ۲۱

سوادِ مکہ

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلعم لمکۃ ما اطیبک من بلد و احبّک الی ولو ان قومی اخرجونی منک ما سکنت غیرک،

(ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مکہ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ تجھ سے زیادہ پاکیزہ کوئی شہر نہیں، اور نہ کوئی شہر تجھ سے زیادہ مجھے محبوب ہے، اور اگر میری قوم والون نے مجھے نکال نہ دیا ہوتا، تو مین تیرے سوا اور کہین نہ رہتا،

حاضری اس پاکیزہ ترین شہر اور رسولِ خدا کے اس محبوب ترین شہر مین ہو رہی تھی،

عن عبد اللّٰہ بن عدی قال رأیت رسول اللّٰہ صلعم واقفا علی الحزورۃ فقال واللّٰہ انک لخیر ارض اللّٰہ واحب ارض اللّٰہ الی اللّٰہ

عبد اللہ بن عدیؓ کہتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو حزورہ (مکہ مین ایک مقام کا نام ہے) مین کھڑے ہوئے دیکھا، اور آپ فرما رہے تھے کہ اے مکہ تو اللہ کی بہترین سرزمین ہے، اور اللہ کی نظر مین اللہ

(ترمذی) | کی محبوب ترین زمین ہے؛

قدم اس بہترین شہر اور اللہ کے اس محبوب ترین شہر کی جانب بڑھ رہے تھے

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم... یوم فتح مکۃ ان ھذا البلد حرمہ اللہ یوم خلق السموات والارض فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیامۃ وانہ لم یحل القتال فیہ لاحد قبلی ولم یحل لی الا ساعۃ من نھار فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیامۃ لا یعضد شوکہ ولا ینفر صیدہ ولا یلتقط لقطتہ الا من عرفھا ولا یختلی خلاھا،

(بخاری مسلم وغیرہ)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ.... اس شہر کو حرم قرار دیا اللہ نے اسی روز سے کہ جس روز آسمان و زمین کی آفرینش کی، پس اس کی حرمت واجب ہے روز قیامت تک، اور ہرگز نہیں جائز ہوا اس کے اندر قتال مجھ سے قبل کسی کے لئے، اور نہیں جائز ہوا، خود میرے لئے، بجز ایک ساعت روز کے، پس واجب ہے اس کی حرمت یوم قیامت تک نہ کاٹا جائیگا، درخت خاردار اس کے اندر اور نہ تعرض کیا جائیگا شکار سے اس کے اندر، اور نہ اس کے اندر گری ہوئی چیز اٹھائی جائیگی، سوا اس صورت کے کہ اسے پہنچوایا جائے، اور نہ کاٹی جائیگی گھاس اسکے حدود کے اندر،

رحمت و فضل کی کشش اس سرزمین پر لئے جا رہی تھی، جہاں داخلہ کے یہ آداب اور یہ شرائط ہیں، اور جہاں کے احترام کو ان قیود سے سب پر واضح اور سب پر روشن کر دیا گیا ہے!

یہ قیود اور یہ آداب تو اللہ کی طرف سے ہر بندہ کے لئے ہین، اہلِ ادب اور اہلِ دل نے از خود جو آداب ملحوظ رکھے ہین، اُن کا کیا ذکر کیا جائے، اس تیرہ ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت مین کتنے ایسے ہین، جو بغیر کسی رفیق اور بغیر کسی زاد و راحلہ کے اپنے کو محض تقدیر الٰہی کے سپرد کئے ہوئے اس در پر حاضر ہوئے ہین! کتنے ایسے ہین کہ جو اثناے سفر مین مسلسل روزے رکھتے ہوئے، اور قدم قدم پر دوگانہ نماز ادا کرتے ہوئے اس سرزمین پر پہونچے ہین! کتنے ایسے ہین، جو "خانہ" نہین، صاحبخانہ بیت نہین، رب البیت کے شوقِ دید مین، جھکتے اور گرتے ہوئے، سر کے بل یہان پہونچے ہین! اور فرماتے یہ ہین، کہ مسلمان حرم کو حرم اس لئے کہتے ہین، کہ اس کے

حرم را حرم بدان خوانند، کہ اندروے مقامِ ابراہیم ست ..... و ابراہیمؑ را دو مقام بودہ است، یکے مقام تن وے و دیگر مقام دلش، مقام تن مکہ و مقام دل خلت، ہر کہ قصد مقام تن وے کند از ہمہ شہوات و لذات اعراض باید کرد، (کشف المحجوب)

اندر مقام ابراہیم ہے..... اور ابراہیم علیہ السلام کے دو مقام تھے، ایک ان کے تن کا مقام اور ایک ان کے دل کا مقام، مقام دل کو خلت کہتے ہین، اور مقام تن کا نام مکہ ہے، پس جوان کے مقامِ تن کا قصد کرے، لازم ہے کہ اپنے کو لذتون اور خواہشون سے خالی کرلے،

یہان احرام کی ظاہری پابندیان ہی آسانی سے کس کے بس کی بات تھین کہ ان باطنی پاکیزگیون کا خیال تک بھی آسکتا! یہان زبان اور آنکھ، اور ہاتھ اور پیر کب قابو مین تھے، کہ دل و دماغ، تصور و خیال، خواہش و ارادہ کو قابو مین لانے کا دھیان بھی کیا جاتا! بس محض تن بہ تقدیر چل رہے تھے، اور چل کیا رہے تھے

بس کسی کا لطفِ بے نہایت اور کرمِ بے حساب، چلائے جا رہا تھا! کیا شانِ رحمانیت و ربوبیت ہے! یہ ہیبت و عظمت والی، یہ عزت و جلالت والی سرزمین، جو شاید صرف انبیاء و ملائکہ اور اولیاء و صدیقین کے لائق تھی، اُس پر آج کس ننگِ خلائق نامہ سیاہ کو لایا جا رہا ہے!

عن عبد اللّٰہ ابن عباسؓ قال کانت الانبیاء تدخل الحرم مشاۃً حفاۃً و یطوفون بالبیت ویقضون المناسک حفاۃً مشاۃً (ابن ماجہ، باب دخول الحرم)

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرات انبیاء حرم میں داخل ہوتے تھے تو پا پیادہ اور برہنہ پا، اور خانہ کعبہ کا طواف اور سارے ارکانِ حج پیدل ننگے پاؤں ہی ادا کرتے تھے،

اللہ اکبر! یہ ادب و احترام حضرات انبیاء علیہم السلام کر رہے ہیں! جو خود اس مرتبہ کے ہیں، کہ جن و بشر الگ رہے، فرشتے تک انکی تعظیم کرتے ہیں! ان آنکھوں والوں نے کیا کچھ دیکھا ہوگا! ان بصارت و بصیرت والوں کو کیا کچھ نظر آیا ہوگا! اندھے اگر خود دیکھ نہیں سکتے، تو دیکھنے والوں کی پیروی تو کر سکتے ہیں! سرزمین کی پاکی، اور اللہ کے شہر کی کبریائی کا یہ مرتبہ، کہ پاکوں کے پاک اور بڑوں کے بڑے جب داخل ہوتے ہیں، تو سواریوں سے اتر کر! اور جوتیوں کو اتار کر! ایک ادب ان باادبوں کا تھا، اور ایک ادب ہم بے ادبوں کا ہے، کہ نہ چند منٹ کے لئے بھی سواری سے اترے، اور نہ چند قدم کے لئے بھی جوتے اتارے! ارے، یہ مقام تو وہ تھا، کہ پیروں سے جوتیاں اتارنا تو کیا، اگر تن سے سر اتارنے کو بھی کہہ دیا جاتا، تو اہلِ دل اور اہلِ درد اس نذر کو کہیں ہلکی اور اس سودے کو کہیں ارزاں سمجھتے!

متاعِ وصلِ جانان، بس گران ست
گر این سودا بجان بودے، چہ بودے!

ہندوستان کی گھڑیون کے حساب سے ساڑھے تین پونے چار کا وقت ہوگا، کہ لاریان اپنے اسٹیشن پر پہونچکر رک گئین، اور سامنے شہر مکہ کی عمارتین نظر آنے لگین، ہمارے معلم عبدالقادر سکندر کو ہمارے پروگرام کی پوری اطلاع تھی، چند منٹ کے انتظار کے بعد ایک گدھے پر سوار آتے دکھائی دیئے، اور ہم لوگ انکی معیت و رہنمائی مین روانہ ہوئے۔ مولوی شاہ لطف اللہ صاحب کی پانچ آدمیون کی جماعت یہان سے علیحدہ ہوگئی، اور ہم سولہ مرد و زن چار اعرابیون پر سوار ہو کر چلے، حرم کا نیز حیدرآبادی رباطون کا فاصلہ یہان سے ڈیڑھ دو میل تھا، اور وسط مئی کی دھوپ بھی خاصی تیز تھی، پھر زنانہ قافلہ کا ساتھ، سواری کرنا ناگزیر تھا، ٹھہرنے کے لئے متعدد مقامات پیش نظر تھے، اور سب سے بڑھکر مولوی محمد سلیم صاحب کا خلوص و محبت سے بھرا ہوا، دعوت نامہ مدرسہ صولتیہ سے متعلق موجود تھا، لیکن معلم سے معلوم ہوا کہ مدرسہ کا فاصلہ حرم سے اچھا خاصہ ہے، پنجوقتہ حاضری نہ ہو سکے گی، اس لئے طے پایا، کہ پہلے رباط حیدرآباد مین چلکر قیام کیا جائے، اس کے بعد دیکھا جائیگا، یہ رباط مسفلہ مین واقع ہے، کئی درجون کی وسیع عمارت، مگر اس وقت ماشاءاللہ خوب کھچا کھچ بھری ہوئی، اس کے مہتمم داروغہ حبیب اللہ صاحب خوش خلق، مستعد، کارگذار، خدمت کر کے خوش ہونے والے، حرم سے یہ عمارت کوئی تین فرلانگ کے فاصلہ پر، نہر زبیدہ کا ایک پائپ عین اس کے دروازہ پر، اور یہ مکہ کے لئے ایک خاص نعمت ہے، ہندوستان

والون کو پانی کی اس اہمیت کا اندازہ کہان،

سکندر "ذوالقرنین" تو حضرت خضر کی رہنمائی کا محتاج تھا، یہ سکندر "مطوف" خود ہادی و رہنما بنکر ہمراہ ہوئے، گدھے پر سوار، ہماری اعرابی کے ساتھ ساتھ بآواز بلند دعائین پڑھتے جاتے ہین، اور ہم لوگ انھین الفاظ کو دہراتے جاتے ہین، اب یہ تو خیال نہین، کہ اس وقت اُنھون نے کون سی دعائین پڑھائی تھین، البتہ کتابون مین اس قسم کی دعائین منقول ہین، اللّٰھم انت ربی و انا عبدک جئت لاؤدی فرائضک واطلب رحمتک والتمس رضاتک متبعًا لامرک راضیا بقضائک اسألک مسئلۃ المضطرین الیک المشفقین من عذابک الخائفین من عقابک ان تستقبلنی الیوم بعفوک وتحفظنی برحمتک وتجاوز عنی بمغفرتک وتعیننی علی اداء فرائضک اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیھا واعذنی من الشیطان الرجیم،

مکہ علاقہ حجاز ہی کا نہین، سارے ملک عرب کا سب سے بڑا شہر ہی ہندوستان کے معیار سے بھی اسکا شمار بہت چھوٹے شہرون مین نہین، لوگون سے سننے مین آیا کہ کوئی ڈیڑھ لاکھ کی مستقل آبادی ہی اور حج کے موسم مین تو یہ آبادی دوگنی بلکہ ڈھائی گنی ہو جاتی ہی، اونچے اونچے پختہ مکانات کہین کہین عالیشان حویلیان، بڑے بڑے بازار، ہر قسم کے کپڑے، کھانے، برتن، جوتے بساط خانہ، صرافہ، کی دوکانین بکثرت شب مین بجلی کی روشنی کی جگمگاہٹ، چائے اور قہوہ کا تو ذکر ہی بیکار ہی، ذکر کے قابل برف اور شربت کی دوکانین ہین، طرح طرح کے خوشرنگ شربت قدم قدم پر موجود، اور کہین کہین برف بھی، یہ معلوم ہی نہین ہوتا کہ عرب مین ہین، بس یہی

معلوم ہورہا ہی، کہ ہندوستان کے کسی مہذب و متمدن شہر مین چل رہے ہین، البتہ سڑکون کا کوئی معقول انتظام نہین، پختہ سڑک کا برائے نام وجود، عدم کے مساوی ہجوم اور ہاتپش کا کیا پوچھنا، ایسے ہنگامہ مین، سکنڈر صاحب کی آواز بھی پوری طرح پہونچنی ممکن نہ تھی، پھر بھی "معلم" صاحب اپنی تعلیم شروع کرچکے تھے، اور ادھر سے بھی اپنی والی کوشش یہی تھی، کہ بہت نالایق شاگردون مین شمار نہ ہو،

لیکن مکہ کے بازارون کی یہ رونق اور یہ آبادی ــــــ آہ اس دردِ دل کو الفاظ کے واسطہ سے کیونکر ظاہر کیا جائے ــــــ مسلمانون کی ترقی نہین، اپنون کی ترقی نہین، مکہ و مدینہ کی ترقی نہین، حجاز کی ترقی نہین، حجاز کی نہ سہی مصرو شام، مراقش و طرابلس، عراق و ایران، بخارا و افغانستان کسی اسلامی ملک کی ترقی نہین، بلکہ تقریبًا تمامتر فرنگیون کی ترقی ہی، بیگانون کی ترقی ہی، امریکہ و جرمنی انگلستان و اٹلی کی ترقی ہی، یہ دوکانون پر جو لاکھون روپیے کا سامان نظر آرہا ہی، یہ شال اور پشمینے، یہ کمبل اور یہ چادرے، یہ موزے اور یہ دستانے، یہ مفلر اور یہ کالر، یہ سوٹ اور یہ بنیائن، یہ مخمل اور یہ اطلس، یہ جوتے اور یہ ٹوپیان، یہ لیمپ اور یہ گرگابیان، یہ موٹرون کے ٹیوب اور لاریون کے ٹائر، یہ بجلی کے قمقمے اور گیس کے ہنڈے، یہ یہ تیل کے پیپے، اور یہ عطر کی شیشیان، یہ سگار اور دیاسلائیان، یہ مرتبے اور جلیبان یہ گلاس اور پلیٹین، یہ رومال اور جانمازین، اور یہ ہر قسم کے خوشنما سامان کا ڈھیر کاش اس کا کوئی حصہ تو اپنون کا ہوتا! کاش یہ تو نہ ہوتا، کہ اپنون کی جیب سے سارے کا سارا نکل کر مانچسٹر اور لنکاشائر، لیورپول اور گلاسگو، شیفلڈ و برمنگھم، ایمسٹرڈم و

اسٹاکھام، واشنگٹن اور شکاگو کی کوٹھیون اور کارخانون مین، بینکون اور خزانون مین منتقل ہوا چلا جارہا ہی! یہ ٹھیک ہی کہ بغداد کی عبائین، اور دہلی کے جوتے بھی موجود ہین لیکن جہان ہزارون اور ہزارون کے سیکڑون لاکھون، اور لاکھون کی دہائیون کے نفع بیگانے حاصل کررہے ہون، وہان اگر سیکڑون کی رقم اپنون کی جیب مین آئی بھی، تو کیا آئی! کس کو اس پر خوشی ہوگی، اور کون اسکا ذکر فخر سے کریگا!

اولم نمکن لھم حرما آمنا یجبیٰ الیہ ثمرات کل شیٔ رزقا من لدنا۔ (قصص، ع ٦)	کیا ہم نے ان لوگون کو امن والے حرم مین جگہ نہین دی، جس کی طرف ہر طرح کے میوے کھنچے چلے آتے ہین، جو رزق ہی ہماری طرف سے،

تلاوت مین آیہ کریمہ خدا معلوم کتنی بار نظر سے گزر چکی تھی، لیکن اس کا مفہوم پوری طرح، مکہ معظمہ مین حاضری کے بعد ہی واضح ہوتا ہی۔ ایک بے آب وگیاہ ملک، ہر طرف ریگ اور ریگستان، پتھر اور خشک چٹانین، سبزی اور شادابی کا کوسون کیا معنی منزلون پتہ نہین، کنوئین کا وجود عنقا، اور جھیل اور تالاب کا تو نام بھی کسی کے کانون مین نہ پڑا ہوگا، موسم کی گرمی، لو کی لپٹ، دھوپ کی تیزی اُس پر مستزاد، ایک طرف خشکی کے یہ سارے سامان، اور دوسری طرف تازہ پھلون اور شاداب میوؤن کی وہ کثرت، کہ بمبئی کے کرافرڈ روڈ، یا دہلی کی فتحپوری کی دوکانون کا دھوکا ہونے لگے، کھیرا، ککڑی، سردہ، کیلا، تربوز، خربوزہ، کدو، لوکی، نارنگی، سنگترا، انار، انگور، سیب، ناسپاتی، کشمش، لیمون، چیکو، شفتالو، خوبانی، تروتازہ آلو بخارا، غرض (غالبًا بجز آم کے) جو ترکاری اور جو پھل چاہیئے، اپنی تروتازہ، سرسبز و شاداب شکل مین موجود۔ یہ اگر محض مکہ کی کرامت اور رب مکہ کا کرم نہین، تو اور کیا ہی؟ اسباب ظاہری کے

لحاظ سے تو اس کا خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا، سرزمین مکہ جہاں "من اللہ تا دیہ ہماری طرف سے" بلا تائیدِ اسباب طبعی، و بغیر مساعدتِ تدابیر ظاہری، مکہ والوں کے لئے رزق ہی رزق ہی جیسے نے کہا ہی، حرف بحرف سچ کہا ہی، اور وہی ایک سچا اتنے بڑے دعویٰ کی بے دھڑک ہمت کر بھی سکتا تھا جس سرزمین میں کچھ بھی نہ پیدا ہوتا ہو، وہاں، یہ سب کچھ موجود ہو جانا، اور دعویٰ کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کر دینا، قرآن مجید کی صداقت کا وہ مستقل معجزہ ہی، جسکا مشاہدہ دنیا ساڑھے تیرہ سو برس سے مسلسل کرتی چلی آرہی ہی، اور خدا جانے آیندہ کب تک کرتی چلی جائے گی!

باب ۲۲

حرم شریف

مکہ مکرمہ مین حاجیون کے ٹھہرنے کا عام دستور یہ ہے کہ اپنے اپنے معلم کی معرفت کرایہ کے مکانون مین اترتے ہین، مکانات کے کرایہ عموماً تو کچھ ایسے گران نہین رہتے لیکن اس ہجوم کے زمانہ مین ظاہر ہے کہ اپنے جائز حدود کے اندر کیونکر محدود رہ سکتے ہین، مالکانِ مکانات کی خاطر خواہ آمدنیون کا یہی زمانہ ہوتا ہے، منہ مانگے کرایے ملتے ہین، اور پھر معلم صاحبان اپنے "حقوق" سے ایسے خداداد موقع پر کیون دست بردار ہونے لگے، کرایے عموماً روپیون کے حساب سے نہین، گنیون کے حساب سے ہوتے ہین، ہمارے معلم عبدالقادر سکندر نے جو ہندوستان سے ہمارے ساتھ ہی اسی جہاز پر خود بھی مکہ چلے تھے، ہم سے بمبئی مین بکمال عنایت فرمایا تھا، کہ وہ ہمارے لئے ایک بہت ارزان مکان دس پندرہ گنی مین تلاش فرما دین گے! لیکن ہمکو بحمداللہ انکی عنایت سے مستفید ہونے کی ضرورت نہین پڑی، اللہ کے گھر مین میزبانون کی کیا کمی، مدرسہ صولتیہ، مدرسہ فخریہ عثمانیہ اور حیدرآباد کی رباطین متعدد ٹھکانے ہمارے ٹھہرنے کے تھے، اور صلاح یہ قرار پائی کہ سب سے پہلے رباط حیدرآباد کو چل کر دیکھا جائے، چنانچہ وہین کے لئے ہمارا قافلہ، اعرابیون پر سوار اپنے معلم کی رہنمائی مین چل رہا تھا، ——

یہ خوب واضح رہنا چاہئے، کہ ہر شخص کو ایسی سہولتین میسر آجانا ممکن نہین، عموماً حاجیوں کو اپنے ٹھہرنے کا سارا انتظام اپنے معلم ہی کی معرفت کرنا ہوتا ہی، اور مکہ مین کرایہ مکان کے لئے ایک معقول رقم اپنے پاس رکھنا ضروری ہی،

آج سے خدا معلوم کے ہزار برس قبل یہ حکم اللہ کے خلیل ع کو ملا تھا، کہ،

واذن فی النّاس بالحج یاتوک رجالاً و علی کل ضامر یاتین من کل فجٍ عمیق (حج، ع ۴)	لوگون مین پکار دے حج کے لئے، وہ آئین گے تیری طرف پیدل بھی، اور ہر طرح کی دبلی سواریون پر بھی، جو ہر دور دراز کے راستہ سے آتی ہونگی،

اب تک آیت کے محض الفاظ کا مطالعہ ہوا تھا، معنی کا مشاہدہ آج شروع ہوا، خدا معلوم آس پاس سے آنے والے کتنے پاپیادہ، اور دور و دراز سے آنیوالے کتنے سواریون پر، ساتھ ساتھ چل رہے ہین، آگے چل رہے ہین، پیچھے چل رہے ہین، اور برابر امنڈتے ہوئے چلے آرہے ہین! دس بیس ہون سو پچاس ہون، تو کوئی گننے کی کوشش بھی کرے، ٹڈی دل کے شمار کرنے کی ہمت کوئی کہان سے لائے! عزیمت اور حوصلہ والے پاپیادہ ہین، رخصت اور اجازت والے سواریون پر سوار ہین، اونٹ اور اونٹنیان بھی ہر قسم کی خوش رنگ بھی بدرنگ بھی، بڑی بھی چھوٹی بھی، وحشی بھی، شایستہ بھی، سفید بھی، سیاہ بھی، سرخ بھی بادامی بھی، مگر سب کی سب قریب مشقت سے چور چور (علی کل ضامر) اور آنے والے کہان کہان کے؟ کوئی ایک دو ملک ہون، تو نام گنائے جائین، نجد کے یمن کے، عراق کے،

شام کے، مصر کے، اناطولیہ کے، فلسطین کے، کردستان کے، سوڈان کے، طرابلس کے، مراقش کے، زنجبار کے، حبشہ کے، ٹیونس کے، ایران کے، افغانستان کے، بلوچستان کے، بخارا کے، ترکستان کے، چین کے، جاوا کے، برھما کے، سیلون کے، بنگالہ کے، پنجاب کے، سندھ کے، گجرات کے، بہار کے، مالابار کے، بمبئی کے، دکن کے، دہلی کے، لکھنؤ کے، اور خدا معلوم دنیا کے کن کن گوشون کے رہنے والے اور روے زمین کے کن کن حصون کے بسنے والے من کل فج عمیق کی تفسیر کا مشاہدہ کرانے کو موجود۔

بیرون شہر کا حصہ جب تک طے ہوتا رہا غنیمت رہا، شہر کے اندر داخل ہوتے ہی ہجوم کی بھی زیادتی شروع ہوئی، یہان تک کہ جب اس موڑ پر پہونچے جہان سے محلہ سفلہ کے حدود شروع ہوتے ہین، تو اونٹون اور انسانون کی وہ چپقلش تھی کہ راستہ ملنا کسی طرح آسان نہ تھا، عصر کا وقت شروع ہو چکا تھا، ادھر یہ عجلت کہ منزل پر جلدی سے پہونچ، اسباب رکھ رکھا، کسی طرح حرم تک جا پہونچین، اور ادھر ہجوم ہی کہ راستہ کو ناقابل گذر بنائے ہوے ہے۔ منیٰ کے جانے کا مسنون وقت ۸ ذی الحجہ کی صبح ہی، اور عرفات تو ۹ کی دوپہر تک پہونچنا چاہئیے، لیکن جلد بازون اور سنت رسولؐ سے بے پروائی برتنے والون نے سیکڑون ہزارون کی تعداد مین، آج، ۶ ذی الحجہ ہی سے روانہ ہونا شروع کر دیا ہی، اور ان قافلون نے راستہ کی چپقلش اور زیادہ بڑھا رکھی ہے، دو منٹ چار منٹ، دس منٹ بیس منٹ، چوراہے پر کھڑے کھڑے ایک مدت گزر گئی، اور سکندر معلم جو راستہ کے صاف کرنے مین لگے ہوئے تھے، خود بھی کہین غائب ہو گئے، ایک ایک منٹ بھاری

ہو رہا ہی، لیکن کس کے بس کی بات ہی! ـــــ سعودی پولیس آخر کہان ہے؟ کیا راستہ کا انتظام اور ہجوم کو قابو مین رکھنا حکومت کے فرائض مین داخل نہین؟ اور وہ پولیس جو مدینہ منورہ مین زیارت روضۂ اطہر کے وقت اپنی زندگی و اپنی قوت کا ہر لحہ اور ہر آن ثبوت دیتی رہتی تھی، آج ان "بدعتون" کے روکنے کے وقت، جنکا تعلق کسی مخصوص فرقہ کے عقائد سے نہین بلکہ حنفی و حنبلی، بدعتی و وہابی سب سے یکسان ہی، کیا سرے سے غائب و معدوم ہو گئی؟

خیر خدا خدا کر کے مشکل آسان ہوئی، سکندر پھر نظر پڑے، اور اب کی اُن کے ہمراہ مہتمم رباط، داروغہ حبیب اللہ بھی تھے، بیچارے ہم نوواردون اور اجنبیون کی پیشوائی کے لئے یہان تک آ گئے، ان دونون کے مشورہ سے ہم سب لوگ جنمین بوڑھے اور کمزور مرد، اور بوڑھی اور کمزور عورتین بھی تھین، اپنی اپنی سواریون سے اترے، اور مجمع کے اندر گھستے اور ریلتے، پیدل روانہ ہوئے، اسباب بدستور اعرابیون پر لدا ہوا پیچھے پیچھے تھا، اور اس طرح فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کی مسافت طے کر کے رباط تک پہونچے۔ رباط ایک اچھی وسیع دو منزلی عمارت ہی، اور سب سے اوپر کھلی ہوئی چھت، عین دروازہ پر نہر زبیدہ کا نل لگا ہوا، جو یہان کے لئے ایک خاص نعمت ہی، خالی زمانہ مین کوئی یہان آئے، تو بڑی راحت و آسایش سے ٹھہر سکتا ہی، اس وقت یہ حالت کہ عمارت کا چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ حاجیون سے گھرا ہوا، اوپر نیچے، کمرہ، برآمدہ، ہر جگہ رکی ہوئی، مگر داروغہ صاحب نے بکمال عنایت ہمارے قافلہ کے لئے اوپر کے درجہ مین ایک خاصی وسیع جگہ محفوظ کر رکھی تھی، ایک لمبا چوڑا دالان اور ایک بڑا کمرہ،

دو پاخانے، اگر ہم سب مرد ہی مرد ہوتے، تو اتنی گنجایش بہت کافی تھی، لیکن ہم سولہ آدمیون مین سات عورتین تھین، اور وہ بھی سب ایک خاندان کی نہین کہ سب مردون کے سامنے آسکین، بلکہ تین یا چار مختلف خاندانون کی، پردہ کے اہتمام مین سخت دقتین، شدید گرمی کا موسم صحن کا نام نہین، برآمدہ بھی ہوادار نہین، بلکہ دیوارون سے گھرا ہوا، چپقلش ناگزیر تھی، لیکن انسان کے اختیار مین آرام و آسایش کا جو درجہ ممکن تھا، اُس کے بہم پہونچانے مین داروغہ حبیب اللہ نے کوئی بات اٹھا نہین رکھی، انھین سیکڑون مہمانون کو سنبھالنا تھا، لیکن، بیچارے ہنسی خوشی سب کی خدمت مین لگے رہتے، متعدد موقعے ایسے بھی آئے، کہ ان کا ناخوش ہو جانا بالکل واجبی تھا، لیکن کبھی اُن کے جبینِ تحمل پر شکن پڑتے نہین دیکھی گئی۔

اسباب رکھتے رکھاتے عصر کا اول وقت گذر کر اوسط وقت شروع ہو گیا، جلدی جلدی تازہ وضو کر کرا، جامۂ احرام مین ملبوس، اپنے معلم کی رہنمائی مین حرم کو روانہ ہوئے، فاصلہ کچھ بہت زائد نہین، کوئی تین فرلانگ ہو گا، چند منٹ مین پہونچ گئے ہونگے، مگر نہ پوچھیے، کہ یہ چند منٹ اس وقت کے گھنٹے معلوم ہوئے! زبان پر لبیک ہی، معلم صاحب شاید کچھ اور دعائین بھی پڑھاتے جارہے ہین، لیکن دل کیا کہہ رہا ہی؟ کون سی تمنا ہی، جو اس وقت دل مین نہین؟ تمناؤن کا ہجوم، آرزوؤن کی کشمکش، اور پھر ہیبت و دہشت، کہ کس دربار مین حاضری ہو رہی ہی! دل ہی، کہ ہر لحظہ اس کی دہشت بڑھتی جارہی ہی، اور قدم ہین، کہ ہر ہر قدم پر بھاری ہوتے جارہے ہین، کہان کسی سیہ کار کی جبین، اور کہان کسی بے مکان و بے نشان

کا سنگِ آستانہ! یہ ناپاک قدم کس پاک سرزمین کو روند رہے ہیں؟ ——
آہ! یہ گلیاں تو تیرے اس خلیلؑ کے قدموں کے لائق تھیں، جو تیرے نام پر دہکتی ہوئی آگ میں کود اتھا۔ اور جو محض تیرا اشارہ پاکر اپنے بیٹے پلائے تو نظر کے حلقوم پہ چھری پھیر چکا تھا، اس کمسن لڑکے کے لائق تھیں، جو محض تیری رضا کے لئے بے خطا و بے قصور اپنے ذبح کرانے کو حلق سامنے کرکے ہنسی خوشی لیٹ گیا تھا! تیرے اس حبیب اور محبوب بندہؐ کے لائق تھیں، جو تیرے نام اور تیرے پیغام کی منادی کرنے کے جرم میں، انھیں گلیوں میں سالہا سال ہر طرح کی ایذائیں سہتا اور اذیتیں برداشت کرتا رہا تھا!

سنتے چلے آئے تھے، اور کتابوں میں بھی بار ہا پڑھا تھا، کہ کعبہ تجلی گاہِ جلال ہے یہاں تجلیاتِ قہری کا زور ہے، روایتوں کا اثر دل میں بیٹھا ہوا تھا ہیبت و دہشت کا غلبہ تھا، ہمت بار بار جواب دے رہی تھی، اور دل یہ کہہ رہا تھا، کہ سامنا کیونکر کیا جائیگا، "زمین" کی زبان سے یہ مصرعہ بار بار سنا تھا، کہ

تو مرا خراب کردی بہ این سجدۂ ریائی!

دل کھٹک رہا ہے، ذرا کان لگا کر سننا کہیں یہ ندا اس وقت اسی مسجد حرم کی سرزمین سے تو نہیں آرہی ہے؟ شاعری کی دنیا میں بار ہا یہ آواز کانوں میں پڑ چکی تھی،

چو بطوفِ کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند،
تو بروں درچہ کردی کہ درونِ خانہ آئی!

کیا آج اور اس وقت یہ شاعری حقیقت بنکر رہے گی؟ یا اللہ اس پاک زمین

پر اپنی ناپاک پیشانی کو کیونکر رگڑا جائیگا؟ اس عظمت وجلالت والے مکان کے طواف پر کیسے قدرت ہوگی؟ جن گلیون مین ہاجرہ صدیقہ دوڑی تھین، نبی کی مان اور نبی کی بیوی دوڑی تھین، وہان اس ننگ امت سے "سعی" کیونکر بن پڑے گی،

لیجئے، مسجد حرام کی چار دیواری شروع ہوگئی، کئی دروازے چھوڑتے ہوئے ہم لوگ باب السلام سے اندر داخل ہوئے، (داخلہ کے لئے یہی دروازہ سب سے بہتر مانا گیا ہی) کس کے اندر داخل ہوئے؟ اس ارض پاک کے اندر، اس بقعۂ نور کے اندر، جہان کی ایک نماز، ایک لاکھ، یا کم از کم ایک ہزار نمازون کے برابر ہی! اندر داخل ہوتے ہی نگاہ، اس سیاہ غلاف والی عمارت پر پڑی، جسے خشکی اور تری مین نہ سما سکنے والے نے، زمین و آسمان، عرش و کرسی کی سمائی مین نہ آنے والے نے، وہم وخیال کی وسعت مین نہ گھرنے والے نے، اپنا گھر، کہکر پکارا ہی! اور نگاہ پڑتے ہی جہان پڑی تھی، وہین جم کر رہگئی! اس گھڑی کی کیفیت کیا، اور کن لفظون مین بیان ہو! کہتے ہین، کہ موسیٰ کلیم ع کے ہوش وحواس کسی کی ایک تجلی کی تاب نہ لا سکے تھے، جب تجلیِ "بیت" کا یہ حال ہی، کہ ہوش وحواس قائم رکھنے دشوار، تو "رب البیت" کی تجلی نے خدا معلوم کیا غضب ڈھایا ہوگا! جب گھر کی برق پاشیون کا یہ عالم ہی، تو گھر والے کے انوار وتجلیات کی تاب کون بشری آنکھ اور انسانی بصارت لا سکتی ہی؟ اللہ اللہ! کیا حسن وجمال، کیا رعنائی وزیبائی، کیا خوبی ومحبوبی، کیا دلکشی ودلبری ہی! جن لوگون نے قہر وجلال کی تجلی گاہ بتایا ہی، خدا معلوم انھون نے کیا، اور کس عالم مین دیکھا، اپنا تو یہ حال تھا، کہ سر تا پا مہر وجمال ہی ٹپکتا نظر آتا تھا، اور ہر چہار طرف سے رفق ولطف

شفقت و مرحمت کے کھلے ہوئے پھولون کی خوشبوئین لپکی اور دوڑی چلی آرہی تھین !
ابراہیم کی خلت، اسمٰعیلؑ کی فداکاری، ہاجرہ کی مسکینیت، اللہ اکبر جہان یہ تینون اکٹھا ہون،
انوارِ مہر و جمال کی تجلیات اس ٹھکانے سے بڑھ کر اور کہان ہونگی! اب نہ قلب
کو اضطراب ہے، نہ طبیعت مین انتشار، نہ خوف نہ دہشت، نہ رعب نہ ہیبت، سرتاسر سکون
ہے، اور انبساط، سرور ہے اور نشاط! من دخلہ کان امنًا کی تفسیرین بہت سی پڑھی تھین
لیکن جو تفسیر اِس گھڑی بغیر کسی کتاب و عبارت کے توسط کے، لوحِ قلب پر القا ہوئی
تھی، وہ سب سے الگ، سب سے نرالی، سب عجیب تھی، اور اگر فاش گوئی کی اجازت ہوجائے
تو اپنے حق مین سب منقول و مکتوب تفسیرون سے بڑھکر صحیح بھی تھی، آہ،

در مصحف روے او نظر کُن
خسرو، غزل و کتاب تا کے ؟

غزالیؒ، احیاء العلوم مین لکھتے ہین، کہ قیامت کے دن کعبہ کا حشر بناؤ سنگار کی ہوئی
نئی دلھن کی شکل مین ہوگا، لیکن یہ قید اُس روز کے لئے کیون، اور اس کے مشاہدہ
کے لئے قیامت کے انتظار کی کیا ضرورت ہے ؟ قسم ہے خانۂ کعبہ کے رب کی، کہ کعبہ آج
بھی نئی دلھنون ہی کی طرح حسن و جمال، رعنائی و زیبائی، دلکشی و دلبری کے پورے
ساز و سامان سے آراستہ ہے، اور اپنی خوبی و محبوبی مین بجز مدینہ کی مسجد نبوی کے نہ
کوئی شریک رکھتا ہے، نہ سہیم، اسے محبوبیت کے جامہ مین، حسن و جمال کی جملہ اداؤن
کے ساتھ اسی عالم ناسوت مین کس نے نہین دیکھا؟ پیمبرون نے دیکھا، صدیقون نے
دیکھا، کاملون نے دیکھا، عارفون نے دیکھا، آنکھین رکھنے والون نے دیکھا، اور انتہا یہ

ہے کہ جو بصیرت سے محروم، اور بصارت کا ضعیف ہی، اس تک نے دیکھا! شاید امام غزالی ہی نے، یا کسی اور بزرگ نے فرمایا ہی، کہ آج جن آنکھون نے خانۂ کعبہ کی زیارت کی ہی، کل اُن مین اتنی قوت و استعداد پیدا کردیجائیگی، کہ وہ ربِّ کعبہ کا بھی دیدار کرسکین، اس مرتبہ اور اس اکرام کا کیا کہنا، لیکن اس مرتبے کی توقع تو وہ کرے، جو خود ذیمرتبت ہو، ہم جیسے درماندون اور زبون ہمتون کے لئے مکین کو چھوڑکر مکان ہی کا دیدار بجائے خود کیا کم ہی! روایات مین آتا ہی، کہ خانہ کعبہ پر نظر کرنا ایک مستقل عبادت ہی، اور شاید کسی حدیث مین یہ تصریح بھی آئی ہی، کہ کعبہ پر روزانہ ایک سو بیس رحمتون کا نزول ہوتا رہتا ہی، جنمین سے ساٹھ اُن کے لئے ہین، جو اس کے اندر نماز پڑھتے ہین، اور چالیس ان کے لئے جو اس کا طواف کرتے ہین، اور بیس اُن کے لئے جو اسکی طرف دیکھتے رہتے ہین، لیکن اجر و عبادت سے قطع نظر کرکے اپنے ذوق و شوق اور ولولہ کے لحاظ سے کون دل ایسا ہی، جو ہوسِ دیدار سے خالی اور حرصِ نظارہ سے کورا ہوگا، جی بیتاب کہ دیکھئے اور پھر دیکھئے، دس بار دیکھئے، سو بار دیکھئے، ہزار بار دیکھئے، دیکھتے رہئیے، اور دیکھے جائیے، اور دیکھنے سے کبھی نہ تھکئے! ؏

نظارہ ز جنبیدنِ مژگان گلہ دارد!

باب ۲۳

حریم قدس

کلام پاک مین ایک جگہ جہان جنت سے ابلیس کے نکالے جانے کا قصہ مذکور ہی
ابلیس کی زبان سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہین، لاقعدن لهم صراطك المستقيم یعنی
مین تیرے بندون کی راہ مارنے کے لئے، تیری سیدھی راہ مین بیٹھون گا، ظاہر ہی
کہ صراط مستقیم یہان اپنے عام و وسیع معنی مین آیا ہی یعنی ہر نیک کام، ہر خدائی راہ،
اور مفسرین نے یہی معنی لئے ہین، لیکن ابن جریر، ابن کثیر، خازن وغیرہ مین ایک قول
یہ بھی نقل ہوا ہی، کہ اس صراط مستقیم (سیدھی راہ) سے مراد مکہ اور حج بیت اللہ
کی راہ ہی، تابعین مین عون بن عبداللہ اسی کے قائل ہوئے ہین، اور امام غزالیؒ
نے احیاء العلوم مین بھی یہ قول نقل کیا ہی، یہ ہے بیت اللہ کی اہمیت! شیطان تک
نے اللہ کی اصلی راہ، اور حقیقی صراط مستقیم اسی کو سمجھا، اور اللہ کی راہ سے روکنے
کے لئے جب بیٹھا، تو بیت اللہ ہی کے مسافرون کی راہ مین بیٹھا! شیطان سے بڑھکر
رازشناس اور کون ہی، خود مردود ہی، لیکن یہ تو خوب جانے اور پہچانے ہوئے ہی
کہ مقبولیت کا راستہ کیا ہی، اور مقبولون کی راہ کون سی ہی؟

تنہا حجاز کا نہین، محض ملک عرب کا نہین، صرف مسلمانون ہی کا نہین سارے

دنیا کا نظم و نظام، امن و امان، اسی ایک پیاری عمارت سے وابستہ، قیاماً للناس اسی کی شان مین وارد۔ دنیا اس دم تک قایم ہے جب تک یہ شرف و عزت والا گھر اور اس کا طواف قایم ہے، اور جس وقت یہ ڈھا دیا گیا، اس کے بعد نہ کوئی مکان باقی رہیگا، نہ مکین، ولا تقوم الساعۃ حتی لا یحج البیت،

رفعتِ مرتبہ و جلالتِ قدر کا یہ حال، لیکن اسے چھوڑیئے، کہ یہ تو سب کو مسلم ہے، اور اس مین کسی کو کلام ہی نہین، یہان ذکر کمال کا نہین جمال کا تھا، اور گفتگو بیتِ خلیلؑ و بیتِ ربِ جلیل کی عظمت و بزرگی کے باب مین نہین، بلکہ اس کی دلآویزی و محبوبی کے باب مین ہو رہی تھی، شیخ فریدالدین عطارؒ اپنے تذکرۃ الاولیا مین حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی زبان سے یہ روایت نقل کرتے ہین، کہ ایک مرتبہ مین مکہ مین تھا دیکھا کہ ایک حسین نوجوان خانہ کعبہ تک پہونچنا چاہتا ہے، اتنے مین بیہوش ہو کر گر پڑا، مین اُس کے پاس لپک کر پہونچا، دیکھا کہ وہ کلمۂ شہادت پڑھ رہا ہے، مین نے ماجرا پوچھا، تو کہا، کہ مین نصرانی ہون، چاہتا تھا کہ کعبہ کے حسن و جمال کا چل کر مشاہدہ کرون، جون ہی یہان پہونچا، غیب سے کان مین آواز آئی تدخل بیت الحبیب وفی قلبک معاداۃ الحبیب (دوست کے گھر مین قدم رکھ رہا ہے اور دل مین دوست کی دشمنی لئے ہوئے ہے؟) اللہ اللہ! حسن و جمال کی یہ کشش! منکرون تک کو یہ شوقِ دید! وہ جو کمال کے منکر ہین، جمال کا انکار اُن سے نہ بن پڑا! ـــــ عبداللہ بن مبارکؒ کی روایت چھوڑیئے، اسے سیکڑون برس کا زمانہ ہو چکا، اپنے زمانہ کو دیکھئے، آج اس بیسوین صدی مین، اس روشنی

اور روشنخیالی کے زمانہ مین کیا حال ہی؟ کتنے امریکی اور کتنے افرنجی، کتنے برطانوی اور کتنے اطالوی، کتنے جرمن اور کتنے فرنچ، اس تمنا اور اس آرزو مین رہتے ہین! اور کس کس طرح بھیس بدل بدل کر، وضع وقطع، نام وقومیت تبدیل کر کر کے، جھوٹے مسلمان، اور جعلی عرب بن بن کر اس گھر کے دیدار کو آتے رہتے ہین!

اور اس محبیت پر، اس محبوبیت پر، حیرت کیون کیجیے، آخر یہ دعا کس مقبول و برگزیدہ، کس چہیتے اور محبوب بندہ کی زبان سے نکلی تھی، رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام...... ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون، ساری دنیا کو چھوڑیئے، صرف اتنے ٹکڑے کو لیجیے، فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم لوگون کے دلون مین اس وادی ذی زرع مین بسنے والون کی طرف، اس بے آب و گیاہ سرزمین مین ڈیرے جمانے والون کی طرف اپنے اس پاک و پاکیزہ گھر کے جوار مین وطن بنانے والون کی طرف رغبت و کشش پیدا کر دے"! دعا کس نے کرائی تھی؟ دعا کے الفاظ کس کے تعلیم کئے ہوئے تھے؟ دعا کے لفظ خلیل اللہ کی زبان سے ادا ہوئے، لیکن دعا کا القا کہان سے ہوا تھا؟ جس نے دعا سکھائی، اسی نے دعا قبول بھی کی، اور جو سب کے دلون کا مالک اور حاکم ہی، اسی نے دلون مین رغبت اور کشش پیدا کر دی! اور پھر مکین کی نظر مین اپنے مکان کی عظمت ذرا دیکھنا، دعا مین یہ نہین کہلایا جاتا کہ اس گھر کی طرف کشش ہو، بلکہ صرف یہ کہ اس گھر کے آس پاس بسنے والون کی

طرف کشش ہو! جس گھر کے جوار مین یہ مرجعیت، یہ محبوبیت، یہ کشش ہو، تو خود اس گھر کی کشش اور محبوبیت کو کن لفظون مین ادا کیا جائے! دعا کے لئے اجابت خود استقبال کو آئی، دعا قبول ہوئی، اور ایسی قبول ہوئی، کہ ابراہیم والے، اسمٰعیل والے، محمدؐ والے، اور ربّ محمدؐ والے تو الگ رہے، کلکتہ اور بمبئی والے، دہلی والے اور شملہ والے، کشمیر اور مسوری والے، نینی تال اور دارجیلنگ والے، آکسفرڈ اور کیمبرج والے، لندن اور پیرس والے، آج دنگ و حیران ہین، اور شمال اور جنوب سے، شرق سے اور غرب سے، خشکی اور تری سے، ریل سے اور جہاز سے، موٹر سے اور اونٹ سے، ہزارون اور لاکھون مرد و عورت، بوڑھے اور جوان، ادھیڑ اور بچے ہین، کہ ٹڈی دل کی طرح امنڈتے چلے آتے ہین!

جس گھر کی محبوبیت اور جاذبیت، گھر کے نافرمانون اور باغیون تک کی نظر مین ہو، تو گھر کے مالک کے غلامون اور حلقہ بگوشون کے دلون کی کیفیت اس کے متعلق کیا ہو گی! حرم کے اندر داخل ہوتے ہی اور کعبۂ مطہر پر نظر پڑتے ہی، نہ پوچھیے، کہ دل کی کیا کیفیت ہوئی! معلم نے اس وقت کیا دعا پڑھائی، یہ تو یاد نہین، اور کوئی دعا پڑھائی بھی تھی یا نہین، یہ بھی اب پوری طرح حافظہ مین نہین ——— اس وقت اتنا ہوش اور اتنا دماغ کسے تھا، ——— البتہ یہ خوب یاد ہے، کہ اس جمالِ مجسم پر نظر پڑتے ہی بے اختیاری کے عالم مین بیساختگی کے ساتھ جو دعا زبان پر آئی، وہ بے حساب و کتاب اپنی آمرزش و مغفرت کی دعا تھی! خود غرضی کا یہ عالم، کہ معًا اس وقت کوئی دوسرا یاد نہین پڑا، میدانِ حشر کی طرح صرف نفسی نفسی زبان پر تھا، اور سب سے پہلے صرف اپنے ہی حق مین دعا نکلی، مگر چند ہی لمحون کے بعد اپنے والے بھی یاد پڑے،

اور عزیزوں، دوستوں، اور امت اسلامیہ میں جو جو یاد پڑتے گئے، سب کے حق میں دعائیں ہوتی رہیں، یہ تو آپ بیتی تھی لیکن کتابوں میں عموماً یہ لکھا ہوا ہے، کہ خانہ کعبہ پر اول نظر پڑتے ہی یہ دعا پڑھے، اور یہی رسول اللہ صلعم سے منقول ہے (بتغیر بعض الفاظ) اللھم زد بیتک ھذا تعظیماً وتشریفاً ومھابۃً وزد من تعظیمہ وتشریفہ من حجۃ وعمرۃ تعظیماً وتشریفاً ومھابۃً" ایک روایت میں نبی کریم صلعم سے دعا کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں، اعوذ برب البیت من الدین والفقر ومن ضیق الصدر وعذاب القبر، حضرت عمرؓ کی بابت منقول ہے، کہ وہ جب خانہ کعبہ کو دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم انت السلام ومنک السلام فحینا ربنا بالسلام، اور فقہاء حنفیہ نے عموماً یہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے تین بار اللہ اکبر کہے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے، اور اس کے بعد جو دعا چاہے مانگے، اس پر سب کا اتفاق ہے، کہ (رفات الدعاء مستجاب عند رویۃ البیت) رویتِ کعبہ کے وقت جو دعا کیجاتی ہے مقبول ہوتی ہے، مقبولیتِ دعا کا یہ خاص اور اہم وقت ہوتا ہے، آیندہ کے لئے تمام عازمینِ حج وعمرہ اس وقت کی اہمیت کو یاد رکھیں، اور اس وقت عزیز کو ہرگز اپنی غفلت وتساہل سے ضایع و برباد نہ ہونے دیں،

ہوش و حواس ذرا بحال ہوئے، تو پہلا کام یہ کیا، کہ حرم میں نمازِ عصر پڑھی حرم کی کیفیت کیا بیان ہو، وسعت میں یہ مسجد الحرام، مسجد نبویؐ سے کہیں بڑھی ہوئی ہے گو دلکشی میں اس کی ٹکر کی نہیں، لوگوں کا بیان سننے میں آیا، کہ اس کے اندر ایک لاکھ انسان تک نماز پڑھ سکتے ہیں، صرف صحن کا طول بارہ سو فٹ اور عرض نو سو فٹ

سے زائد بیان کیا جاتا ہی، چارون طرف بڑے بڑے وسیع فراخ و عالیشان دالان اس کے علاوہ ہین، دروازے متعدد ہین، زبانی تو وہان اکتالیس دروازے سننے مین آئے تھے، مگر کتابون مین نام صرف سترہ کے نظر پڑے، منارے چھ ہین، اور چھوٹے بڑے گنبدون کی تعداد غالباً ڈیڑھ سو سے متجاوز ہی، دالانون سے خانہ کعبہ تک پہونچانے کے لئے صحن مین متعدد روشین یا سڑکین پتھر کی، چھ چھ ساڑھے چھ چھ فٹ چوڑی بنی ہوئی ہین، ان کی تعداد بھی دس بارہ سے کیا کم ہوگی، صحن مین عموماً چھوٹی کنکریان بچھی ہوئی ہین، اس لئے خانہ کعبہ تک پہونچنے کے لئے ان سڑکون سے کام لینا ہوتا ہی، دھوپ کے وقت یہ پتھر کی روشین خوب جل اٹھتی ہین، پیرون کو اس تکلیف سے محفوظ رکھنے کے لئے سفید ہلکی سلیپرین، جو بمبئی مین بھی اور مکہ مین بھی، خاص اسی غرض کے لئے ملتی ہین، لے لینا مناسب ہوتا ہی، اپنے گھر سے حرم تک اپنا معمولی جوتا پہنے ہوئے آئے، اور حرم کے اندر اگر اس مخصوص سلیپر کو پہن لیا جائے، تو پیر تکلیف سے بالکل محفوظ ہوجائین گے، بجلی کی روشنی سارے حرم کے اندر رہتی ہی، صحن مین جابجا بجلی کے قمقمے ستونون مین لگے ہوئے، یہ وہی مسجد ہی جہان کی ایک رکعت نماز کہین اور کی ایک لاکھ رکعتون کے برابر اجر رکھتی ہی! اس وسعت کرم و رحمت کا کچھ ٹھکانا ہی! یہ مسجد گویا اصل ہی، اور ساری دنیا کی مسجدین گویا اسی کی نقل، یہان کی نمازون، اور یہان کے نمازیون کا کیا پوچھنا، جدھر نظر اٹھائیے ہر طرف نماز ہی نماز ہی، اور نمازی ہی نمازی، صحن مین چار چھوٹی چھوٹی عمارتین مصلی حنفی، مصلی شافعی، مصلی مالکی، مصلی حنبلی کے نام سے بنی ہوئی ہین، لیکن یہ کچھ ضرور نہین، کہ ہر مصلی پر خاص اسی فرقہ کے لوگ نماز پڑھین، جس کا جہان جی چاہے، آزادی کے ساتھ نماز پڑھتا رہتا ہی، جابجا لوگ کلام مجید

کی تلاوت کر رہے ہین،

نماز سے فارغ ہوتے ہی خانہ کعبہ کے طواف کے لئے بڑھے، خانہ کعبہ وسط صحن مین واقع ہی، ایک سیاہ رنگ کا، سیاہ غلاف کے اندر عظیم الشان کمرہ طول تقریبًا ۵۰ فٹ، عرض ۴۰ فٹ، اور بلندی ۸۰،۱۰۰ فٹ اس کے چارون طرف چکر لگانے کو ایک گول راستہ بنا ہوا، اسی حلقہ کو مطاف کہتے ہین، اور کسی کے گھر کے شیدائی گھر والے کی زیارت کے مست و دیوانے، اسی پر گھوم گھوم کر اپنے دل کے ارمان پورے کرتے رہتے ہین، ہر چکر کو ایک شوط کہتے ہین، اور ہر طواف مین سات شوط ہونا چاہئین، ہر چکر حجر اسود کے سامنے سے شروع ہوتا ہی، اور یہین ختم ہوتا ہی حجر اسود وہ مشہور پتھر ہی، جو خانہ کعبہ کی اس دیوار مین جدھر دروازہ ہی، زمین سے چار فٹ کی بلندی پر لگا ہوا ہی، طواف کا طریقہ یہ ہی، کہ حجر اسود کے محاذ مین کھڑا ہو کر، نماز کی تکبیر تحریمہ کی طرح، دونون ہاتھ اٹھا کر کان تک لیجائے، اور تکبیر و تہلیل کے بعد ہاتھ چھوڑ دے، اور دل سے طوافِ بیت کی نیت کر کے مطاف پر اس طرح چلنا شروع کرے کہ خانہ کعبہ ہمیشہ بائین ہاتھ کی طرف رہے، فقہ حنفی مین سات شوطون مین سے چار فرض ہین، باقی واجب، طواف باوضو کرنا چاہئے، حالتِ طواف مین اگر نماز شروع ہو جائے، تو چاہئے کہ طواف چھوڑ کر جماعت مین شریک ہو جائے، اور بقیہ طواف بعد نماز پورا کرے، طواف کے سات چکرون مین سے پہلے تین چکرون مین مردون کے لئے اضطباع اور رمل کا حکم ہی، اضطباع کا مفہوم یہ ہے، کہ داہنا شانہ کھول کر احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے لاکر بائین شانہ پر ڈال لے، اور رمل کے

معنی یہ ہین کہ دونون شانون کو ہلاتے ہوئے اور میدانِ جنگ مین سپاہیون کیطرح اکڑتا ہوا جلدی جلدی چلا جائے، یہ سارے طریقے اور حالتِ طواف مین پڑھنے کی دعائین معلّم خود بتاتے جاتے ہین، سب زبانی یاد کس کو رہ سکتی ہین، تاہم بہتر یہ ہوگا کہ تمامتر معلّم ہی پر بھروسہ نہ کر لیا جائے، بلکہ ارکان و مناسکِ حج کی کوئی معتبر کتاب خود اپنے پاس بھی رہے،

حجرِ اسود کو بوسہ دینا سنت ہی اور اسکی بڑی فضیلت ہی لیکن ہجوم مین گھس کر خود تکلیف اٹھانا، اور دوسرون کو دھکے دینا ہرگز صحیح نہین، ایسی صورت مین حکم یہ ہی کہ چھڑی سے اسے چھوکر چھڑی کو بوسہ دے، لیکن اگر یہ بھی دشوار ہو (اور علی العموم حج کے موقع پر یہ دشوار رہتا ہی) تو بس دور سے حجرِ اسود کی طرف توجہ کرنا یعنی اپنے ہاتھ ہتھیلیون کی طرف سے دکھانا، اور انھین بوسہ دے لینا اور اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ والحمد للہ کہنا اور درود پڑھنا بالکل کافی ہی، طواف کی نیت کے لئے یہ الفاظ منقول و ماثور ہین، اللھم انی ارید طواف بیتك الحرام فیسرہ لی وتقبلہ منی اور اس کے بعد عام معمول ان دعاؤن کا ہی، بسم اللہ والحمد للہ واللہ اکبر والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ اللھم ھذا البیت بیتك وھذا الحرم حرمك وھذا الامن امنك وھذا مقام العائذین بك من النار اعوذ بك من النار فاعذنی منھا، اللھم انی اعوذ بك من الشك والشرك والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاھل والولد، اللھم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور، اللھم انی اعوذ بك من الکفر واعوذ بك من الفقر

ومن عذاب القبر ومن فتنة المحيا والممات واعوذ بك من الخزى فى الدنيا والاخرة ربنا اتنا فى الدنيا حسنة وفى الاخرة حسنة وقنا عذاب النار،

ایک دو کو نہین، سیکڑون ہزارون کو دیکھا کہ حجر اسود تک پہونچنے کے لئے دوسرون کو ڈھکیل دیتے ہین، اور خود بھی برابر دھکے کھا رہے ہین، اور جب اتنی مشقتون کے بعد کسی طرح وہان تک پہونچ جاتے ہین، تو واپس ہوکر ایک فاتحانہ اندازسے ادھر اُدھر دیکھتے ہین، گویا بہت بڑا ثواب کما آئے، یہ سرتاسر نادانی ہو، شمس الائمہ امام سرخسی نے صاف صاف لکھدیا ہو کہ

ثم ابدأ بالحجر الاسود فاستلمه .... ان استطعت من غيران توذى مسلماً.... لان استلام الحجر سنة والتحرز من اذى المسلم واجب فلا ينبغى لمران يوذى مسلماً لاقامة السنة

(مبسوط)

طواف کی ابتدا حجر اسود سے کرو، اور اسے بوسہ دو بشرطیکہ ایسا کرنا کسی مسلمان کو تکلیف پہونچائے بغیر ممکن ہو، اس لئے کہ حجر اسود کا بوسہ سنت ہو، اور ایذا مسلم سے احتراز واجب ہے اور درست نہین، کہ ادائے سنت کے لئے کسی مسلمان کو ایذا پہونچائی جائے،

اور اسی کے قریب قریب تمام فقہاء کے ہان تصریحات ملتی ہین، ثم استقبل الحجر مكبرا مهللاً مستلماً بلا ايذاء (کنز) لان استلام سنة والكف عن الايذاء واجب (بحر الرائق) ويقبل الحجر ان استطاع من غيران يوذى احدا........ وان لم يستطع استلام الحجر من غيران يوذى احداً الا يستلمه (قاضی خان) وغیرہ۔

کم علم معلمون نے اپنی سہولت وآسانی کے لئے چند گنی چنی دعاؤن کا دستور

باندھ لیا ہی، اور بیچارے حاجیون کو یہ سمجھا اور ڈرا رکھا ہی، کہ طواف کے وقت صرف وہی مخصوص دعائین پڑھی جاسکتی ہین، حالانکہ یہ بالکل بے اصل ہے، شریعت نے اس موقع پر بڑی وسعت دے رکھی ہی، البتہ ظاہر ہے، کہ جو دعائین ماثور ہین، اُن کے الفاظ کی برکت بہت زائد ہی، مطاف، حج کے موسم مین، دن اور رات کے کسی گھنٹہ مین بھی خالی نہین رہتا، ہر وقت اور ہر آن ایک مسلسل چکر ہی کہ جاری ہی، صبح اور شام کے ٹھنڈے وقتون کو چھوڑیئے، رات کے ایک اور دو بجے آکر دیکھئے تو، اور ٹھیک دوپہر کی تیز گرمی کے وقت آکر دیکھئے تو، ایک دو نہین، سیکڑون اور ہزارون دیوانے بس برابر چکر کاٹتے ہوئے ہی ملین گے، اور ان دیوانون مین کیسے کیسے ہوشیار اور فرزانے بھی ہین! مرد بھی، اور عورتین بھی، کمزور بھی، اور پہلوان بھی، لاٹھی ٹیک کر چلنے والے بوڑھے بھی اور انگلی پکڑ کر چلنے والے بچے بھی، عالم بھی اور عامی بھی، زاہد بھی اور فاسق بھی، گدائے بینوا بھی اور بمبئی کے لکھ پتی سیٹھ جی بھی، صحرائے عرب کا بدوی بھی اور مصر کا فیشن مآب شہری بھی، بھوکے بنگالی بھی اور دکن کے شیر چشم نواب و رؤسا بھی، سب کے سب ایک رب کے پرستار، ایک اللہ کے بندے، ایک رسول ؐ کے امتی، ایک ہی آقا کے حلقہ بگوش، ایک دھن مین مست، برابر ایک گھر کا چکر کاٹ رہے ہین! ان مین کتنے قطب ہون گے، کتنے ابدال ہون گے، کتنے اللہ کے اولیاے کاملین مین سے ہون گے! انھین کون پہچانے؟ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ؒ نے اسی مطاف مین کس کس کی زیارت نہین کی ہے، کیسے کیسے مکاشفات نہین

نصیب مین نہین آئے ہین، کون کون سے اسرار ہین حل نہین کئے ہین!
لیکن آج کوئی آنکھ بھی محی الدین ابن عربی کی رکھتا ہی؟ طور اب بھی وہی
ہے، تجلیات اب بھی وہی ہین، جواب مین لن ترانی کہنے والا اب بھی جون کا
تون ہے، لیکن رب ارنی پکارنے والا بھی کوئی ہے؟
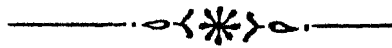
اخلاص ہو تو بہتر ہے، اتنے نصیب کہاں تھے کہ عین مقام ابراہیمؑ تک پہونچتے، اس کے برآمدہ مین بھی کثرتِ ہجوم سے نماز پڑھنے کی جگہ نہ ملی، مجبورًا مقامِ ابراہیم کے متصل جو جگہ اس کے اور محراب النبیؐ کے درمیان ہی، وہان نماز پڑھی، یہ نماز رسول اللہ صلعم ہر طواف کے خاتمہ (یعنی اس کے سات چکّر دن کے پورے ہونے) پر پڑھتے تھے، اور اسی لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ نماز واجب ہی، گو امام شافعیؒ کے ہان محض سنت کے درجہ مین ہے نماز کے بعد معلّم نے جو دعا پڑھائی وہ غالبًا یہ تھی:-

اللّٰھم انک تعلم سرّی وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤالی وتعلم ما فی نفسی فاغفر لی ذنوبی، اللّٰھم انی اسئلک ایمانًا یباشر قلبی یقینًا صادقًا حتی اعلم انہ لا یصیبنی الا ما کتبت لی ورضنی بما قسمت لی یا ارحم الراحمین،	اے اللہ تو جانتا ہی میرا وطن اور میرا ظاہر بھی میرا عذر قبول کر، اور تو میری حاجت سے واقف ہے، پس مین جو طلب کرتا ہون مجھے عطا کر، اور تو جانتا ہی جو کچھ میرے دل مین ہی، پس میرے گناہون کو معاف کردے، اے اللہ مین تجھ سے مانگتا ہون ایمان جو میرے دل مین جگہ رکھے، اور ایسا سچا یقین جس سے مین جان جاؤن کہ مجھے بس وہی ملیگا جو کچھ تو نے میرے لئے لکھ رکھا ہی! اور اے سب رحیمون سے بڑھکر رحیم، مین مانگتا ہون تجھ سے اس چیز پر رضامندی جو تو نے میری قسمت مین لکھ رکھی ہی،

روایتون مین آتا ہی، کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہی دعا مانگی تھی، اس کے الفاظ کی جامعیت وہمہ گیری ظاہر ہے، لیکن اختیار ہے، کہ اس کے بعد اپنی دینی ودنیوی

حاجتوں کے لئے اور جو دعائیں مانگنا چاہے، مانگے،

بہت سے لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں، کہ بعد طواف، یہ دوگانہ، خاص اسی جگہ یعنی مقام ابراہیم ہی پر ادا کرنا چاہئے، یہ صحیح نہیں، امام محمدؒ کے الفاظ بالکل صاف و واضح ہیں:۔

ثم ایت المقام فصل عندہ رکعتین او حیثما تیسر علیک من المسجد

مقام ابراہیم پر آکر دو رکعتین پڑھو، یا مسجد میں جہاں کہیں آسانی سے جگہ مل جائے،

سرخسیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

و مرادہ ان الزحام یکثر عند المقام فلا ینبغی ان یحتمل المشقۃ لذلک ولکن المسجد کلہ موضع للصلوٰۃ فیصلی حیث تیسر علیہ،

(مبسوط، جلد ۴، ص ۱۲، مصری)

مطلب یہ ہے کہ مقام ابراہیم پر سخت ہجوم رہا کرتا ہے، ایسی صورت میں یہ درست نہیں کہ خواہ مخواہ اس کے لئے مشقت اٹھائی جائے بلکہ نماز کی جگہ ساری مسجد میں ہی، پس جہاں کہیں آسانی سے جگہ مل جائے نماز پڑھ لیجا لے،

اسی طرح کی تصریحات دوسرے فقہاء کے ہاں بھی ہیں، و صلی رکعتین فی المقام او حیث تیسر من المسجد (کنز) ثم یاتی المقام فیصلی عندہ رکعتین او حیث تیسر من المسجد (ہدایہ) فی ای موضع تیسر علیہ من المسجد الحرام وغیرہ و ان صلی فی مقام ابراہیم فھو افضل (سراجیہ) یصلی بعد الطواف رکعتین عند المقام او حیث تیسر لہ من المسجد و ان صلی فی غیر المسجد جاز (قاضیخان)

حج کے موقعہ پر جتنے اعمال ہیں، سب میں یہ قدم قدم پر ملحوظ رکھا گیا ہے،

کہ اللہ کی عبادت کرنے مین بندون کے حقوق کی ادائی مین غفلت نہ ہونے پائے، اور حتی الامکان کسی دوسرے مسلمان کو کسی نوع اور درجہ کی ایذا نہ پہونچنے پائے، حج کا سفر، قلب کی شکستگی، عبدیت، و انابت کا ایک مدرسہ ہی، اپنی کسی سہولت اور آسائش کے لئے یا کسی سنت کے ادا کرنے مین دوسرون کی راحت و آسائش کی طرف سے بے پروائی کی کوئی گنجائش اس پاک سفر مین نہین،

خیر یہان سے چند منٹ مین فارغ ہو گئے، اور اب چاہ زمزم کی طرف بڑھے، اب زمزم اور چاہ زمزم کا نام ہر مسلمان کے کان مین پڑا ہوا ہی، زمزم اب ایک کنوین کی شکل مین ہی لیکن اصل مین چشمہ کا نام ہی، صحیح و مستند روایات مین اسکا جو کچھ تذکرہ آتا ہی، اس کا خلاصہ یہ ہی، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے آکر اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور شیرخوار صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل ؑ کو جب مکہ مین چھوڑ کر واپس جانے لگے، تو ایک مشک پانی اور کچھ کھجورین اُن کے پاس رکھ گئے تھے، ایک مشک کب تک کام دیتی، پانی ختم ہوا، اور مان اور بچہ پر پیاس کا غلبہ، قریب مین صفا و مروہ، دو پہاڑیان تھین، مائی ہاجرہ ماما متا سے بے قرار ہو کر ان پہاڑیون کی طرف پانی کی تلاش مین بار بار دوڑتی تھین، ادھر شیرخوار پیمبر زادہ نے جو تڑپ تڑپ کر پیر زمین پر پیٹخے، تو ایڑیون کے نیچے زمین سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا، حضرت ہاجرہؓ جب سات پھیرون کے بعد مایوس واپس آئین تو دیکھا، صاحبزادہ کے قدمون کے نیچے ایک چشمہ جاری ہی! ——— آگے چل کر اور جوان ہو کر جس کے قدمون کے نیچے سارے عالم کی روحانی پیاس کی تسکین کے لئے فیض و ہدایت کا چشمہ جاری ہونیوالا ہو

اگر چہ جین مین مادی سیرابی کے سامان کا ظہور اُس کے قدمون کے برکت سے ہوگیا ہو، تو کوئی عقل و قیاس اسے اپنے اوپر بار کیون محسوس کرے؟ ———

بہرحال حضرت ہاجرہؓ نے جو یہ ماجرا دیکھا تو باغ باغ ہوگئین، اور مٹی سے گھیر کر پانی کے لئے ایک کنوین کی سی شکل قائم کردی، اسی حالت مین زبان سے نکلا تھا ” زم زم“ جس کے معنی ہین ٹھہر ٹھہر، بس اسی وقت سے اس کا نام زمزم پڑگیا، مکہ کی آبادی، اسی وقت سے قایم ہوئی، اس وقت تک شہر کے بجائے چٹیل میدان پڑا ہوا تھا، کچھ دنون کے بعد کنوان پٹ گیا، اور رفتہ رفتہ اہل مکہ اسے بھول بھی گئے، جب سرورِ عالمؐ کی ولادت باسعادت کا زمانہ قریب آیا، تو عبد المطلب کو خواب مین اس کنوین کا پتہ بتایا گیا، اُس وقت سے زمزم از سر نو دنیا کو سیراب کرنے لگا،

موجودہ حالت مین چاہ زمزم معمولی کھلے ہوئے کنون کی طرح نہین بلکہ باہر سے ایک کمرہ سا معلوم ہوتا ہی، دیوارِ کعبہ سے ۳۰ ، ۳۲ گز کا فاصلہ ہوگا، کمرہ کی عمارت دو منزلہ ہی، نیچے والے کمرہ کے دو حصے ہین، ایک حصہ مین کنوان ہی، دوسرے مین آبدار خانہ، کنوان اندر اور باہر دونون طرف سے سنگ مرمر کا بنا ہوا ہی، پانی کی سطح کچھ کم ستر گز کی گہرائی کے بعد ہے، کنوین کا منہ اچھا خاصا بڑا ہے، جیسا ہمارے ہان اندارے کنوون کا ہوتا ہی، منہ کا چوڑان کوئی چار گز کا ہوگا، اور پھر بارہ گز سے اوپر، چار گھرنیان (چرخیان) لگی ہوئی ہین، چارون طرف سے پانی کھینچا جا سکتا ہی، کمرہ کی چھت مین بھی پانی بھرنے کی جگہ رکھی گئی ہے، کوئی چاہے

تو اوپر کے درجہ سے بھی پانی کا ڈول نکال سکتا ہے، دیواریں زیادہ تر سنگ اسود کی ہین، اوپر کے درجہ مین خانہ کعبہ کے رخ پر ایک چوبی برآمدہ ہے جگت خاصی اونچی ہے، کوئی قد آدم، پانی کی سطح سے ذرا نیچے ایک مضبوط جالی لگا دی گئی ہے تاکہ حاجیون کے ہجوم و کشمکش مین اگر اتفاق سے کسی کی کوئی چیز کنوین مین گر پڑے، تو فوراً نکالی جا سکے، تہ تک نہ پہونچنے پائے، نالیان متعدد بنی ہوئی ہین، تاکہ گرا ہوا پانی برابر باہر نکلتا رہے، دروازہ مشرق کی جانب ہے، رات مین بند ہو جاتا ہے دن مین برابر کھلا رہتا ہے، ہر شخص کو آزادی ہے کہ اپنے ہاتھ سے پانی نکالے لیکن موسم حج کے ہجوم و چپقلش مین ہر ایک یہ نصیبہ کہان سے لا سکتا ہے؟ چرخیون تک پہونچنا اور ڈول اپنے ہاتھ سے کھینچنا الگ رہا، کمرہ کے اندر گھسنے کی بھی ہمت ہر ایک کی نہین پڑتی،

آب زمزم کی فضیلتین احادیث صحیحہ مین بکثرت وارد ہوئی ہین، ایک حدیث مین آتا ہے ماء زمزم لما شرب لہ، زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جائے، وہ مقصد پورا ہوگا، ایک اور حدیث مین آتا ہے، کہ زمزم کا پانی، غذا ہے پیٹ بھرنے والی، اور شفا ہے بیمار کیلئے، ایک اور روایت مین حضورؐ کی زبان سے منقول ہے کہ دنیا مین بہتر پانی، زمزم کا پانی ہے، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہین کہ ہم لوگ زمزم کو شباعہ، یعنی سیراب کر دینے والا، پیٹ بھر دینے والا، کہتے ہین، اور ابن عباسؓ ہی سے ایک دوسری روایت مین آتا ہے، کہ اگر اس کو بیمار شفا کی غرض سے پیئے، تو اسے اللہ شفا دیگا، اگر کوئی پیٹ بھرنے کے لئے پیئے، تو اللہ اسکا پیٹ بھر دیگا، اور اگر

کوئی اسے پیاس بجھانے کے لئے پئے، تو اللہ اس کی پیاس بجھا دیگا، متعدد اکابر امام شافعیؒ، عبد اللہ بن مبارکؒ، حافظ ابن حجر وغیرہم اپنا تجربہ بھی لکھتے ہین کہ ہم نے جس غرض کے لئے اسے پیا، وہ مقصد پورا ہو کر رہا خود حضورؐ کو بھی یہ پانی نہایت مرغوب و محبوب تھا، بہتر یہ ہے کہ اسے جب پیا جائے، تو تین سانسون مین سیر ہو کر پیا جائے، اور پیتے وقت یہ الفاظ ماثورہ بطور دعا پڑھ لئے جائین:۔

اللھم اِنی اسئلک علماً نافعاً ورزقاً واسعاً وشفاءً من کل داءٍ،	اے اللہ مین تجھ سے طلب کرتا ہون کام آنیوالا علم، اور فراخی کے ساتھ روزی اور ہر بیماری سے شفا،

ایک مستقل کرامت اس کی یہ ہے، کہ لوگ اسے اپنے ہمراہ ٹین کے ڈبون یا ڈبیون مین بھر بھر کرلے آتے ہین، اور لا کر برسون رکھتے ہین، پھر بھی نہ یہ پانی سڑتا ہے نہ اسمین کیڑے پڑتے ہین، یہ فضائل سب بجا و مسلم، لیکن مزے مین مدینہ کے پانی سے کوئی مناسبت نہین رکھتا، بدمزہ یہ بھی نہین، لیکن ایک طرح کی نمکینی ہے، اور مزے مین دودھ کی سی چکناہٹ محسوس ہوتی ہے، پھر تھوڑا سا پینے مین طبیعت سیر و آسودہ ہو جاتی ہے، مدینہ منورہ کے پانی کی سی نہ ٹھنڈک نہ شیرینی، نہ لطافت، کہ جتنا چاہئے بغیر گرانی محسوس کئے ہوئے پیتے چلے جایئے!

عصر کا وقت آخر ہو رہا تھا، جب ہم طواف و متعلقات طواف سے فارغ ہو کر "سعی" کے لئے باہر نکلے، سعی کے لفظی معنی، تیز چلنے یا دوڑنے کے ہین، اصطلاح مین سعی نام ہے، صفا و مروہ کے درمیان سات پھیرے کرنے کا، سعی کا طریقہ یہ ہے، کہ پہلے خانہ کعبہ مین حجر اسود کو بوسہ دیجئے، اس کے بعد باب بنی مخزوم سے یا اور کسی دروازہ سے

حرم شریف سے باہر نکلے، اور ان مقامات کے درمیان سات پھیرے کرے، اس طرح کہ پہلا پھیرا صفا سے شروع ہو، اور ساتوان پھیرا مروہ پر ختم ہو، صفا و مروہ کسی زمانہ مین اونچی پہاڑیان تھین، مائی ہاجرہؑ پانی کی تلاش مین مضطر و بیقرار ہو کر انھین پہاڑیون پر چڑھ چڑھ کر دیکھتی تھین، کہ شاید دور سے کوئی قافلہ نظر پڑ جائے، اور اُس سے پانی حاصل ہو جائے اب تو پہاڑیان باقی نہین رہین، معمولی بلندی کے چبوترے سے کچھ باقی رہ گئے ہین، حضرت ہاجرہؑ سات ہی پھیرے کرنے پائی تھین، کہ شیرخوار نور نظر کی ایڑیون کے نیچے سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا تھا، اور اُس صدیقہ کی سعی ختم ہو گئی تھی، بس اسی سعی کی یادگار آج تک قایم چلی آ رہی ہے ——— اللہ والون اور اللہ والیون کا مرتبہ ذرا دیکھنا! طالب خود اس راہ مین مطلوب بنجاتے ہین! اپنے چاہنے والون کی ادائین کس کس طرح محفوظ رکھی جاتی ہین! ہاجرہ صدیقہ نے زندگی مین ایک بار سات پھیرے کئے تھے اس کی یادگار مین، اس ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت مین، کتنے لاکھ، کتنے کرور، کتنے ارب، اسی راہ پر اپنے دربار کی حاضری دینے والون سے پھیرے کرائے جا چکے ہین، اور دنیا کا کوئی ریاضی دان حساب لگا سکتا ہے، کہ قیامت تک ان پھیرون اور پھیرے کرنے والون کی تعداد کہان تک پہونچیگی! سالہا سال نہین، صدیان گزر چکی ہین، اور ہاجرہؑ کے نقش قدم پر چلنے والون کا تانتا ہے، کہ کسی کے توڑے نہین ٹوٹتا ہے!

"صفا" و "مروہ" کا نام جب ہندوستان مین سنتے تھے، یا کتابون مین پڑھتے تھے تو خیال ہوتا تھا، کہ شہر سے دور آبادی سے الگ، کسی ویرانہ مین یہ خشک پہاڑیان ہونگی، کافی مسافت طے کرکے یہان پہونچنا ہوتا ہوگا، اور ان کے درمیان "سعی" کرنا بجائے خود ایک مستقل سفر ہوتا ہوگا، یہ تخیل مکہ پہونچنے تک قایم رہا، آج سعی کے وقت سالہا سال کی یہ غلط فہمی دور ہوئی، اور مشاہدہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ سارا تخیل بالکل بے بنیاد تھا، صفا و مروہ کسی زمانہ مین پہاڑیان تھین، مگر اب تو ان پہاڑیون کے نشان محض کچھ اونچے چبوترے سے، اور ان کے چند زینے باقی رہ گئے ہین، آس پاس کے بلند مکانات ان "پہاڑیون" سے کہین زیادہ بلند ہین، پھر یہ پہاڑیان آبادی سے دور کسی ویرانہ مین نہین، بلکہ عین وسطِ شہر مین، نافِ آبادی کے اندر، اور حرم شریف سے فاصلہ کچھ بھی نہین، گویا بالکل متصل، ایک دروازہ سے نکلئے، تو صفا بالکل سامنے دوسرے دروازہ سے نکلئے، تو چند قدم چل کر مروہ، دونون کے درمیان کا فاصلہ کچھ کم دو فرلانگ "سعی" نام ہی اسی درمیانی مسافت کے طے کرنے کا، اور اس راستہ کو مسعیٰ (جائے سعی) کہتے ہین، یہ سعی کسی ویران و سنسان مقام مین ہونا الگ رہا، شہر کے

سب سے زیادہ آباد و بارونق، اور چہل پہل والے حصہ مین واقع ہی! اچھی چوڑی پختہ سڑک، دور تک اوپر سے سائبان پڑا ہوا، کچھ دور تک ایک طرف حرم کے دروازے اور دونون طرف تقریباً سارے راستہ بھر ہر قسم کی آراستہ و پر رونق دوکانین خوشرنگ شربتون کے گلاس اور ٹھنڈے پانی کی صراحیان بکنے کے لئے ہر چند قدم پر موجود، چلتے وقت یعنی سعی کرتے وقت یہ معلوم ہی نہین ہوتا، کہ کوئی عبادت کر رہے ہین، بس یہ معلوم ہوتا ہی، کہ گویا دہلی کے چاندنی چوک یا لکھنؤ کے امین آباد مین ٹہل رہے ہین!

عصر کا وقت قریب ختم تھا جب ہم لوگ حرم شریف سے نکل کر صفا پر پہونچے، اور معلم کی رہنمائی مین سعی شروع کی، سعی کے سات شوط ہوتے ہین، یعنی صفا و مروہ کی درمیانی مسافت کو سات مرتبہ طے کرنا ہوتا ہی، گویا تقریباً دو میل چلنا ہوتا ہی، جو بہت سے لوگون کے لئے ایک اچھی خاصی اور تھکا دینے والی مسافت ہی خصوصاً گرمی کے موسم مین اور ہجوم کی کشمکش کے درمیان، لیکن شریعت نے مسلسل سعی ضروری نہین رکھی ہی، تھک جانے والے کو درمیان مین ستا لینے اور بیٹھ جانے کا پورا اختیار دیا ہی، جو لوگ کچھ دور بھی پیدل چلنے مین دشواری محسوس کرتے ہون، وہ سواری کے اوپر سعی کر سکتے ہین، اور اس غرض کے لئے سب سے بہتر چیز یہان کی شبری ہی، جو ایک طرح کا پلنگ ہوتا ہی، جس پر ضعیف و مریض آسانی سے لیٹ سکتے ہین، اور اس کو اپنے کاندھون پر اٹھانے والے حمال (مزدور) بہ کثرت ہر وقت ملتے رہتے ہین، شام کا وقت دوکانداری کے شباب کا وقت تھا، اور پھر حاجیون کی بھی بڑی تعداد، دن کی گرمی سے بچنے کے لئے اسی وقت سعی کو نکلی تھی، اس لیے

ہجوم قدرتاً اپنے پورے شباب پر تھا، آگے پیچھے، دائین بائین ہر طرف خلقت ہی خلقت، انسانون کے ہجوم کے علاوہ کہین کہین اونٹون کی بھی مسلسل قطار سے سابقہ پڑجاتا تھا جسکا تانتا پانچ پانچ دس دس منٹ تک ٹوٹنے مین نہین آتا تھا مجبوراً اونٹون کے نیچے سے نکل نکل کر گذرنا ہوتا تھا، اونٹون سے زیادہ تکلیف دہ سرکاری اور سلطانی موٹرین تھین، جو عین حرم شریف کے متصل، زور زور سے اپنے بگل اور ہارن بجاتی ہوئی، چیختی چلاتی ہوئی، اس ہجوم کو چیر کر تیزی سے گذر جانا چاہتی تھین، اور اونٹون اور موٹرون دونون سے زیادہ تکلیف دہ بعض نجدی و بدوی قبائل تھے، جو کئی کئی مرد و عورت ایک ایک قطار قایم کئے، ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ہوئے، بلا وجہ دوڑتے اور جھپٹتے ہوئے مجمع مین گھستے تھے، اور جب انکا ریلا آنے لگتا تو بس یہی معلوم ہوتا تھا، کہ کمزور جثہ والے اکا دکا حاجیون کو یہ دل کچل کر بلکہ ان کی ہڈیون تک کو سرمہ کرکے رکھدیگا، ——— سعودی پولیس، اور محکمۂ امر بالمعروف کے پیادے، جنکی زبانین مدینہ منورہ مین روضۂ نبویؐ کے متصل، بات بات پر چلتین، اور جن کے بید وہان بار بار اٹھتے رہتے تھے، یہان اُن مین سے کسی کا وجود نہین! یہان راستہ کے انتظام کے لئے، مجمع مین نظم و امن قایم رکھنے کے لئے، زخمیون کو اٹھانے کے لئے، کمزورون اور ناتوانون کو زبردستون اور ظالمون کی زیادتیون سے بچانے کے لئے، حکومت کا کوئی پیادہ موجود نہین! محض اس مقام کی عظمت و بزرگی، جلالت قدر و کرامت عالی ہے، کہ گرنے اور چوٹ کھانے کے حادثات بالکل نادر الوقوع ہین، ورنہ اسباب ظاہری و قرائن کے لحاظ سے تو جو کچھ بھی ہو جائے تھوڑا ہے،

فقہ حنفی کی کتابون مین سعی کا طریقہ یہ لکھا ہوا ہی کہ حرم شریف سے نکلتے وقت ذکر کرتے ہوئے، اور درود پڑھتے ہوئے نکلے، کوہ صفا پر چڑھنے لگے تو دل مین سعی کی نیت کرے، اور بہتر یہ ہی کہ زبان سے بھی یہ الفاظ کہے، اللّٰھم انی ارید السعی بین الصفا والمروۃ سبعۃ اشواط لوجھک الکریم فیسرہ لی وتقبلہ منی، ایک زینہ پر چڑھنے سے کعبہ نظر آنے لگتا ہی، اس لئے زیادہ زینے چڑھنے کی ضرورت نہین، جب خانہ کعبہ نظر آنے لگے، تو اسی طرف منہ کرکے تکبیر اور تہلیل کرے، اور رسول اللہ صلعم پر درود پڑھکر جو دعائین مانگنا چاہے، مانگے، کہ یہ خاص محل اجابت ہے، یہان قیام اتنی دیر رکھے، جتنی دیر مین دو تین رکوع بہ اطمینان پڑھے جا سکتے ہون، یہان کے لئے دعاؤن کے جو الفاظ منقول و ماثور ہین، وہ متعدد ہین، اور اکثر اُن مین سے طویل ہین، ایک مختصر دعا اس موقع کے لئے حسب ذیل بھی نقل ہوئی ہی، اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شئ قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ اس کے بعد صفا سے یہ دعا پڑھتا ہوا اترے، اللّٰھم استعملنی بسنۃ نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین، اس کے بعد اپنی معمولی رفتار سے چلنا شروع کرے، ڈیڑھ دو سو قدم چلنے پر وہ وادی شروع ہو جائیگی جہان ہاجرہ صدیقہ علیہا السلام دوڑکر چلی تھین، یہان چاہئے کہ اپنی رفتار بھی تیز کر دے، اور ہلکی دوڑ شروع کر دے، سرپٹ بھاگنے کی ضرورت نہین، جیسا کہ اکثر

ناواقف عمل کرتے رہتے ہین، اس وادی کا طول کتابون مین پچھتر گز (سوا دو سو فٹ) لکھا ہوا ہی، وادی کے دونون سرون پر سبز رنگ کے اونچے پتھر بطور ستون نصب کر دیئے ہین، ان کو میلین اخضرین کہتے ہین، انھین دیکھ کر ہر عامی حاجی بھی بغیر معلم کی وساطت کے سمجھ سکتا ہی کہ بس اتنی دور ذرا دوڑ کر چلنا ہی، اس کے بعد پھر اپنی وہی معمولی چال اختیار کر لے، اصل مسعی (دوڑنے کی جگہ) اسی وادی کا نام ہے، میلین کے درمیان معلمین جو دعائین پڑھاتے ہین، وہ تو خاصی لمبی چوڑی ہین لیکن اگر اس قدر بھی پڑھ لے تو کافی ہی، رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم بانک انت الاعز الاکرم، صفا اور مروہ دونون پر چڑھتے وقت آیہ کریمہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم، پڑھتا رہے،

سعی، مذہب شافعی مین فرض ہی، اور رکن حج ہی، بغیر سعی کے ان کے ہان حج ہی نہ ہوگا، فقہ حنفی مین فرض نہین، لیکن واجب، اور ایک نہایت موکد سنت ان کے ہان بھی ہی، سعی کے سات پھیرے ہین، لیکن اگر کوئی شخص صرف چار ہی پھیرے کرے، تو بھی سعی ہو جاتی ہی، گو یہ بہتر نہین سمجھا گیا ہی، اور چار سے بھی کم پھیرے کرنا، گویا سعی سرے ہی سے نہ کرنا ہی، باوضو رہنا لازمی نہین، لیکن بہت مستحسن ومستحب ہی، سعی کے سارے وقت مین حضور قلب کے ساتھ دعا ومناجات مین لگے رہنا چاہیئے، بلا ضرورت دنیوی باتین کرنا مکروہ ہی، کھانا پینا، خرید وفروخت کرنے لگنا، اگرچہ جائز رکھا گیا ہی، لیکن بلا ضرورت ان مین سے کسی چیز کی طرف

متوجہ ہونا، بڑی قیمتی اور قابلِ قدر گھڑیون کو برباد کر دینا ہی، اتنے ہجوم عظیم مین اور
عین بازار کی چہل پہل کے درمیان حضورِ قلب قایم رکھنا واقعۃً بہت دشوار، لیکن
بہر حال اپنی طرف سے تو کوشش اسی کی رکھنی چاہیئے، اور اجر کا دار و مدار کوشش ہی
پر ہے، ساتوان پھیرا مروہ پر تمام ہو گا، اس کے بعد چاہیے، کہ حرم شریف مین جاکر مقام
ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھے، جس طرح طواف کے ختم ہونے پر پڑھی جاتی ہی، اور بس
عمرہ کرنے والے کا عمرہ اسی پر ختم ہو جاتا ہی، جس نے حج تمتع کی نیت کی تھی، اسے چاہیئے
کہ حرم شریف سے باہر آکر اپنا سر منڈالے، یا کم از کم بال کترا دے، اور احرام اُتار کر حج کا منتظر
رہے، حج قران کی نیت کرنے والا بدستور احرام پہنے رہے، اور بال ہرگز نہ منڈائے
نہ کترائے،

ابھی سعی کر ہی رہے تھے، کہ مغرب کا وقت آگیا، اور حرم مین جماعت کھڑی ہو گئی
ہم لوگ بھی سعی کو ناتمام چھوڑ کر، لپک کر جماعت مین شریک ہوئے، حرم کے اندر تو
کیا جگہ ملتی، باہر سیڑھیون کے نیچے، سڑک کے اوپر جگہ ملی، اور جون توں کر کے نماز
ختم کی، اس کے بعد سعی کے بقیہ شوط پورے کیے، لیجیے، جن رفیقون کا میری طرح حج
تمتع تھا، اُن سب کا عمرہ ختم ہو گیا، اس وقت کی خوشی کا کیا پوچھنا، عمرہ سے فراغت
کیا ہوئی، یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خزانہ مل گیا ہی، ہنستے ہوئے چہرون کے ساتھ ایک
دوسرے کو مبارکباد دیجانے لگی، طویل سفر سے چلے آرہے تھے اور آتے ہی طواف
وسعی مین مشغول ہو گئے تھے، خوب تھکے ہوئے تھے، لیکن دل کے انبساط نے جسم کے
تکان کو بڑی حد تک رفع کر دیا، پیاس کی شدت مین شربت کے گلاس خوب

برف ڈال کر پئے گئے، اور اُسی وقت بجلی کی روشنی مین ایک حجام کی آراستہ وشاندار دوکان مین سر منڈائے گئے، اور بال کترائے گئے! مغرب کے وقت کو ابھی آدھ گھنٹہ یون گھنٹہ ہوا تھا، عشاکے وقت مین ابھی خاصی دیر تھی، رباط حیدر آباد مین جگہ کی تنگی اور اہل قافلہ کے لحاظ سے قلت کا اندازہ ہو چکا تھا، خیال یہ ہوا کہ رات کو سب کی گزر کیونکر ہو گی، خصوصًا عورتین جو اس موسم مین صحن مین لیٹنے کی عادی ہین، ان بیچاریون سے اندر کے درجون مین کیونکر بسر ہو سکے گی... طبیعت بے اختیار یہ چاہ رہی تھی، کہ اب فورًا لیٹ کر سو یا جائے لیکن اول تو ابھی نماز عشا باقی تھی، اور پھر خانہ داری کی یہ فکرین ہمت کرکے اسی وقت ایک راہبر کو ساتھ لیکر مدرسۂ صولتیہ والے مولوی محمد سلیم صاحب کے مکان پر پہونچا، مولوی صاحب موصوف کے اخلاص و اخلاق کا اندازہ اُن کے عنایت نامون سے ہو چکا تھا، ملاقات ہونے پر وہ اسی لطف و محبت، مدارات و اخلاق سے پیش آئے، یہ معلوم ہی نہین ہوتا تھا کہ آج پہلی ملاقات ہے، یہ معلوم ہوتا تھا، کہ برسون کی پرانی ملاقات ہے رات کے اندھیرے مین مکان سے اپنے ہمراہ مدرسے لائے گئے، مدرسہ کی جدید عمارت کو کھلوا کر اوپر سے نیچے تک سب منزلین ایک ایک کمرہ کھول کر دکھلائین اور یہ اصرار فرماتے رہے کہ "یہین اُٹھ آؤ" مدرسہ کی عمارت کا کیا کہنا، ماشاء اللہ بہت وسیع ہے، اگر یہان اٹھ آتا، تو بڑی فراغت کی جگہ مل جاتی، اور مکان کی وسعت سے کہین بڑھکر متولی مکان کی وسعت اخلاق اور مسافر نوازی ہم لوگون کے آرام و آسایش پہونچانے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی، لیکن حرم شریف سے مکان مدرسہ کا فاصلہ اچھا خاصہ نظر آیا، اور خیال یہ گذرا کہ مکہ معظمہ مین مدت قیام یون ہی

بہت مختصر ہے، اس مین بھی اگر بہت سی نمازین بعدِ مسافت کے عذر پر حرم مین ملنے سے رہ گیئن، تو بڑی ہی محرومی اور شدید حرمان نصیبی ہوگی، اس لئے مولوی سلیم صاحب سے اُن کے ہان اٹھ آنے کا پختہ وعدہ نہ کرسکا، اور اُن کے دلی شکریہ پر ملاقات ختم کرکے واپس چلا آیا،

حرم پاک کی پاک سرزمین، مقدس بزرگون کے وجود سے اب بھی خالی نہین، اللہ والے اگر اللہ کے شہر مین نہ ہون گے، تو اور کہان ہون گے، بلدالامین کے گوشون مین اللہ کے پیارے، خدا معلوم کتنے، آج بھی موجود ہین، ان مین سے کم ازکم ایک بزرگ کی زیارت تو اپنے نصیب مین بھی آئی، اور مزید مسرت اس کی، کہ وہ بزرگ اپنے ہی دیس ہندوستان بلکہ اپنے ہی صوبہ یو، پی، کے نکلے، مولانا محمدؐ شفیع الدین صاحب نگینہ ضلع بجنور کے رہنے والے، آج سے اڑتالیس سال قبل مکۂ معظمہ حاضر ہوئے تھے، اور اللہ کے گھر کی محبت ایسی غالب آئی، کہ اپنے گھر کو بھول گئے، نصف صدی کا زمانہ دیکھئے، اور ایکمرتبہ بھی اس درمیان مین وطن کا رخ نہین فرمایا! ساری عمر تجرد مین گذاردی، نہ بیوی نہ بچے، شیخ المشایخ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے ہاتھ پر بیعت کی، اور اس وقت انکے اجلّ خلفا مین ہین، ایک معتبر وثقہ راوی سے سننے مین آیا، کہ اس ساری طویل مدت مین شاید ایک نماز فرض بھی ایسی نہین گذری جو حرم شریف کے اندر نہ ادا کی ہو! اور محض اتنا ہی نہین، بلکہ جماعت کے اہتمام والتزام مین بھی فرق نہین آنے پایا! اور پھر اس سے بھی بڑھکر کمال یہ نصیب مین آیا، کہ نجدیون کے تسلط کے قبل تک، جماعت مین بھی صف اول چھوٹنے نہ پائی! —— ان خوش نصیبون پر کس کو رشک نہ آئیگا!

لیکن یہ سب اللہ ہی کی دین ہے، این سعادت بزور بازو نیست، کا معاملہ ہے ــــ علم و فضل، زہد و تقویٰ، فقر و سلوک کی یہ جامعیت، گو حضرت حاجی صاحب کے خلفاء و منتسبین مین عنقا نہ ہو، لیکن جب یہ یاد پڑتا ہے، کہ یہ بیسوین صدی عیسوی کا زمانہ ہے دجال و یاجوج کا دور ہے، تو ایسی ہستیون کے وجود پر حیرت ضرور ہوتی ہے، خدا معلوم کتنے حج پا پیادہ کئے، اور فرائض و واجبات الگ رہے معمولی نوافل مستحبات تک چھوٹنے نہ پائے، اس نصف صدی کی مدت مین شاید ہی گنتی کے دو چار حج چھوٹے ہون، ورنہ ہر سال حج کا معمول رہا، مدتون فقر و فاقہ سے یہ نوبت رہی، کہ محض سوکھی روٹی پانی مین بھگو بھگو کر نوش فرماتے رہے،

بہر حال یہ موقع ان کے مناقب و فضائل کی تفصیل کا نہین، صرف تعارف کی غرض سے اتنا تذکرہ آگیا، مولوی سلیم صاحب کے ہان سے واپسی مین نماز عشا حرم مین پڑھکر ایک رہنما کی رفاقت مین جناب مولانا کے ہان حاضری ہوئی، قیام باب الصفا مین رہتا ہے، حرم شریف سے گنتی کے چند قدم کا فاصلہ، حسن اخلاق و وسعت مدارات کا کیا پوچھنا، بزرگانہ کرم و نوازش کا مجسم نمونہ، اخفاء حال و کمال کا اس درجہ اہتمام، کہ ملنے والے کو ان کے مرتبہ کا شبہہ بھی نہ ہونے پائے، اتمام تر خشک فقہی مسائل پر ٹالنے کی انتہائی کوشش، ہندوستان کے بعض انھین کے ہم مرتبہ بزرگون کے سلام و پیام خدمت والا مین پہونچائے گئے، اور اپنے حق مین دعاے خیر کرائی گئی، اٹھنے کو جی تو نہ چاہتا تھا، موصوف ہی کی زحمت کا خیال کرکے اجازت چاہی، اور قیامگاہ (رباط حیدرآباد) پر واپس آیا، جامۂ احرام اتارنے کا موقع ابھی تک کہان ملا تھا، گھر پہونچکر وہ ملبوس اتارا، اور عام لباس پہنا، دن

بھر کی دوڑ دھوپ کے بعد خستگی اور تکان کا پورا احساس اب ہوا، ہم مردون کو توکھلی ہوئی چھت پر جگہ مل گئی، ساتھ کی بیویون بیچاریون کو اندر ہی کے حصون مین گذر کرنا پڑا، مولانا مناظر احسن ہر جگہ کی طرح یہان بھی سب سے "شاہ" نکل گئے، قافلہ اور قافلہ والون کو چھوڑ چھاڑ حرم شریف کے صحن مین سونے کے لئے جا پہونچے، اور وہان پہونچکر سوئے تو کیا ہون گے، لیکن اپنے جن حالات کو وہ خود راز رکھنا چاہتے ہین، وہ ان کے نیازمند خادم کی زبان سے کیون فاش ہون!

———

باب ۲۷

آغاز حج

۷ ذی الحجہ، پنجشنبہ، آج کے دن کی کوئی مخصوص مشغولیت نہ تھی، عمرہ بفضلہ ادا ہی ہوچکا تھا، اب ارکانِ حج کے آغاز کا انتظار تھا، آج ہی کے دن حرم شریف مین باضابطہ اعلان ہوتا ہے، کہ پرسون ۹ ذی الحجہ کو عرفات مین حاجیون کا اجتماع ہوگا اور آج ہی ظہر کے بعد حرم شریف مین امام خطبہ پڑھتے ہین جسمین مسائلِ حج کی تشریح ہوتی ہے، دوپہر کی شدید گرمی مین شوق کے ساتھ اس خطبہ کے سننے کی ہمت کس کو، اور پھر اتنے بڑے مجمع مین خطیب کے قریب خطبہ کے الفاظ سننے کے لئے جگہ ملنی کہان نصیب، اور جگہ گھس پل کر مل بھی جائے، تو خطبہ کی زبان سمجھنے والے ہندوستانیون مین کتنے؟ باانہمہ جہان تک ممکن ہو، خطبہ سننے کی فضیلت کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے، رسول و اصحابِ رسول کے اتباع کا شرف اسی مین ہے، اور پھر اس مجمع مین خدا معلوم کیسے کیسے برگزیدہ بندے اور مقبولانِ حق شامل ہوتے ہین، ان کی ہمنشینی خود کیا کم ہے، خطبہ تھوڑی دیر مین ختم ہوجاتا ہے، طواف، نماز، وتلاوت کے لئے رات اور دن کا سارا وقت ہے، اور حرم شریف کے دروازے ہر وقت کھلے ہوئے، جتنی دیر جس شغل مین چاہے لگا رہے، ہمارے قافلہ والون مین سے جس کے نصیب مین جو کچھ آنا تھا، آیا، وطن کے متعدد

حاجی دکھائی دیئے، ان سے ملنے جلنے کا سلسلہ بھی جاری رہا، کل منیٰ و عرفات کے مختصر لیکن اہم سفر پر روانگی ہے، اس کی تیاریان بھی شام سے ہوتی رہین،

حج "قران" کا ذکر اوپر آچکا ہے، جو لوگ قارن تھے، اُن کے احرام تو بندھے ہوئے تھے ہی، انھین کسی جدید احرام کی ضرورت نہین، باقی دوسرے لوگون کو ۸ ذی الحجہ کی صبح کو احرام باندھکر روانہ ہوجانا چاہیئے، لیکن اگر اس کے قبل ہی احرام باندھ لیا جائے، تو بہتر ہے، اور فقہائے نے اسے مستحسن لکھا ہے، مولانا شفیع الدین مدظلۂ نے بھی یہ خاص طور پر ارشاد فرمادیا تھا، کہ احرام ۷ اور ۸ کی درمیانی شب ہی مین بعد عشا حرم شریف ہی مین، بلکہ حطیم کے اندر باندھ لینا، حطیم کا ذکر شاید پہلے نہین آیا، حطیم مطاف کے اندر، خانہ کعبہ کے شمالی صحن کا نام ہے، جو ایک قوسی دیوار سے گھرا ہوا ہے، دیوار اچھی خاصی چوڑی اور کچھ کم قد آدم بلند ہے، ذیل کے نقشے سے حطیم بآسانی سمجھ مین آجائیگا،

حطیم	خانہ کعبہ

خلیل اللہ کے بنائے ہوئے کعبہ مین یہ چھوٹی ہوئی زمین بھی کعبہ کے اندر تھی، قریش نے جب اپنے زمانہ مین عمارت کعبہ کی تجدید کرنی چاہی، تو کچھ سامان کم پڑگیا، اسلئے یہ قرار پائی، کہ تعمیر ابراہیمی سے کچھ کم کر دینا چاہیئے، چنانچہ اتنا حصہ چھوڑ دیا گیا، اور اس میدان کو دیوار سے گھیر دیا گیا، حطیم کے لفظی معنی ٹکڑے کے ہین، اور چونکہ یہ زمین خانہ کعبہ ہی کا ایک ٹکڑا ہے، اس لئے اس کا نام بھی حطیم پڑگیا، رسول خدا صلعم نے ایک بار

حضرت عائشہؓ سے فرمایا، کہ میرا جی چاہتا ہی، کہ حطیم کو از سر نو خانہ کعبہ کے اندر شامل کر لیا جائے لیکن قریش خواہ مخواہ بھڑکین گے، کہ ہماری ہر شے سے مخالفت کیجاتی ہی، اس لئے ایسا نہین کرتا، ایک عباسی خلیفہ نے اپنے زمانہ مین چاہا، کہ حضورؐ کی اس مرضی مبارک پر عمل کی سعادت حاصل کرے، اور امام مالکؒ سے استفتا کیا، امامؒ نے فتویٰ دیا، کہ" ایسا کرنے سے خانہ کعبہ ملعبۂ ملوک وسلاطین ہو جائیگا، جو بادشاہ اس مین ترمیم کرنا چاہیگا، اسے ایک سند ملجائیگی، اس لئے ایسا کرنا مناسب نہین" غرض اس وقت سے حطیم برابر اسی حالت مین چلا آرہا ہی، اور حرم مقدس کے اندر مقدس ترین مقامات مین سے ہے، طواف خانہ کعبہ کے ساتھ ساتھ اس کا بھی ہوتا رہتا ہی، اور اس کے اندر نماز پڑھنا، خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے مساوی رکھا گیا ہی، گویا حکماً یہ بھی خانہ کعبہ ہی ہے، حطیم ا ہی کا دوسرا نام حجر ہے، ایک روایت یہ بھی سننے مین آئی، کہ حضرت ہاجرہؓ صدیقہ اور ان کے لخت جگر حضرت اسمٰعیل ذبیح اسی زمین کے نیچے مدفون ہین، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال، ایک سونے کا پرنالہ جسے میزاب رحمت کہتے ہین، اور جو کعبہ کی شمالی سمت مین چھت کے اوپر نصب ہی، اس کا پانی بھی برسات مین حطیم ہی مین آگرتا ہی، میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دعا مانگنا، ایک خاص محلِ اجابت مین دعا مانگنا ہی، کتابون مین اس موقع کے لئے یہ دعا منقول ہی:۔

اللّٰھم انی اسألک ایماناً لا یزول ویقیناً لا ینفد ومرافقۃ نبیک محمد صلعم اللّٰھم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک واسقنی بکاس	اے اللہ مین تجھ سے طلب کرتا ہون وہ ایمان جو ٹل نہ سکے، اور وہ یقین جو ختم نہ ہو، اور تیرے نبی محمد صلعم کی رفاقت، اے اللہ مجھے اس روز جبکہ کوئی سایہ بجز تیرے سایۂ عرش کے نہ ہوگا، اپنے سایۂ عرش

محمد صلعم شربۃ لاظمأ بعدها ابدًا،	مین جگہ عطا فرمانا، اور محمد صلعم کے حوض سے وہ جام پلانا جس کے بعد مین کبھی پیاسا نہون،

حطیم و میزاب رحمت کا ذکر یہان ضمناً آگیا، لیکن تھا ضروری، بہرحال مولانا کے ارشاد کے ایک جزو کی تعمیل تو ہوگئی، یعنی احرام کے لئے ۸ر کی صبح کے طلوع ہونے کا انتظار نہین کیا گیا، بلکہ شب ہی مین باندھ لیا گیا، البتہ اس کے لئے مقام حطیم نصیب نہ ہوسکا، یہ اس وقت احرام کا باندھ لینا صرف ہمارے ہی قافلہ والون کے ساتھ مخصوص نہ تھا، مغرب و عشا کی نمازون کے وقت حرم شریف کے اندر ایک خاصی بڑی تعداد احرام پوشون کی نظر آئی، آج ہی عصر کے بعد اپنے معلم عبدالقادر سکندر کو کل کے سفر کے متعلق تمام ضروری ہدایات دیدین، سولہ[16] آدمیون کے لئے آٹھ اونٹون کے انتظام کو کہدیا گیا، جن لوگون کو مشق و عادت ہی، وہ اونٹ کی ننگی پیٹھ پر، یا محمل کجاوہ رکھکر بہ آرام و اطمینان سفر کرسکتے ہین، ہم لوگون کو بھلا اس کی کہان عادت، ایسے لوگون کے لئے بہترین صورت شغدف کی ہی، یہ مثل چھوٹے پلنگ یا بڑے کھٹولے کے ایک چیز ہوتی ہی، جس پر معمولی قد و جسامت کا آدمی لیٹ سکتا ہی، ہر شغدف کے اندر دو دو پلنگڑیان ہوتی ہین، اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے یہ پلنگڑیان، چٹائیون کی چھت اور دیوارون سے منڈھی ہوئی ہوتی ہین، اونٹ پر اگر شغدف کو اچھی طرح کس کر باندھ دیا جائے، اور دونون پلنگڑیون پر وزن مساوی رہے، تو خاصی آرام دہ سواری ہی، اور اونٹ کے چلنے کے جھٹکے بہت کم لگتے ہین، ۸ر کو منیٰ مین قیام کرنا ہی ۹ر کے دن مین عرفات مین، شب مین مزدلفہ مین، اور ۱۰، ۱۱، ۱۲ - کو پھر منیٰ مین،

منیٰ وعرفات مین عام لوگ بیچارے تو یون ہی کھلے میدان مین بسر کرتے ہین، ہم جیسے آرام طلبون کے لئے یہ ممکن نہ تھا معلّم سے دو خیمون کی بابت بھی معاملت طے ہو گئی، ہر خیمہ اتنا بڑا کہ آٹھ آٹھ آدمیون کی گنجایش اُس مین نکل سکے، اونٹون کا کرایہ، شغدفون کی قیمت، اونٹ پر پڑھنے کے لئے سیڑھی کی قیمت، خیمون کا کرایہ، جو کچھ معلّم صاحب نے بتایا، بغیر کسی سوال وبحث کے بلا تامّل منظور کر لیا گیا، اور ہر شے کا انتخاب بالکل انھین کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا، خیمون کا کرایہ غالباً دو دو گنی فی خیمہ قرار پایا، ضروری سامان سفر مین سب سے پہلا نمبر پانی کی صراحیون کا آتا ہی، فی اونٹ مٹی کی دو دو صراحیان خرید لی گئین، مختصر بستر، پکانے کا ہلکا اور مختصر سامان خیمون مین بچھانے کے لئے دریان، پانی کے کنستر، لالٹین منیٰ مین قربانی وغسل کے بعد پہننے کیلئے ایک ایک جوڑا کپڑا، اور کچھ ناشتہ جس کا سب سے اہم جزو ستو تھے، رکھ لیا گیا، اور رات ہی مین یہ سب سامان درست کر کے رکھ لیا گیا، کہ صبح سویرے دن نکلتے ہی چلنا ہوگا معلّم صاحب نے حرم شریف کے اندر بیٹھکر بیت اللہ کے سامنے، یہ وعدہ مکرر، اور موثق لہجے مین فرمایا، کہ بعد نماز فجر قبل طلوع آفتاب روانگی کے لئے اونٹ دروازہ پر آجائین گے، اور اس وعدہ پر قدرةً ہم لوگ مطمئن ہو گئے۔

۸ر ذی الحجہ، یوم جمعہ، آج کا دن یہان کی اصطلاح مین یوم الترویہ کہلاتا ہی، آج ہی وہ مبارک دن ہی جب سارے حاجی مکہ سے منیٰ وعرفات کے لئے روانہ ہوتے ہین، مسنون اور افضل وقت روانگی کا بعد نماز فجر سورج نکلنے کا وقت ہی حضورؐ نے مع جماعت صحابہ کرام نماز فجر مکہ مین پڑھی تھی، اور آفتاب نکلنے پر روانہ ہو گئے

تھے، ہم لوگ نمازِ فجر، حرم شریف مین پڑھتے ہی، جلدی جلدی اپنی قیامگاہ پر واپس آئے، کہ معلم نے قبل طلوع اونٹ پہونچا دینے کا وعدہ کیا ہی، کہین اونٹ والے ہمارے انتظار مین گھبرا نہ جائین، یہان جو پہونچے، تو نہ اونٹون کا پتہ، نہ معلم صاحب کا! لیجیے، اب تو آفتاب بھی نکل آیا، اور اچھی طرح بلند ہو گیا، اب تک اونٹون کے نہ آنے کی آخر کیا وجہ؟ ٹھنڈے ٹھنڈے نکل جاتے تو دھوپ کی تمازت سے بچ جاتے، اور سفر بڑے لطف سے کٹ جاتا، اتباعِ سنت کا جو اجر ملتا وہ الگ، چاے اور ناشتہ سے یہین نہ فراغت کر لیجائے، لیجئے اب تو ناشتہ سے بھی فراغت ہو گئی، اور چاے کے دور بھی ختم ہو چکے، اور اونٹون کا اب بھی پتہ نہین! کس کو خبر تھی کہ معلم صاحب اسی موقع پر یون اپنے شتر غمزون کی مشق ہم پردیسیون پر کرین گے! بار بار اضطراب مین نگاہین دروازہ تک دوڑتی ہین، اور پیر سڑک تک دوڑتے ہین، لیکن نہ معلم صاحب کا نشان ملتا ہی، نہ ان کے کسی کارندہ و ملازم کا، سیکڑون ہزارون اونٹ اسی سڑک سے ہمارے دروازہ کے سامنے سے گذر رہے ہین، حسرت و محرومی شاید ہمارے ہی حصہ مین ہی! ہندوستان کی گھڑیون کے حساب سے آٹھ بجے، ساڑھے آٹھ بجے، نو بجے، دس بج گئے، اور ہنوز وہی انتظار! وسطِ مئی کا زمانہ، عرب کی دھوپ، اس ٹھیک دوپہر مین کس سے سفر کیا جائیگا؟ اور تنہا یہی ایک فکر ہوتی، تو بھی غنیمت تھا، دوسرا دھڑکا یہ لگا ہوا، کہ جمعہ کا وقت قریب آتا جا رہا ہی، کہین ایسا نہ ہو، کہ جمعہ حرم شریف کا بھی جائے، اور منیٰ کا بھی! جمعہ کے دن قبل زوال ہی کوچ کر جانا، اور منیٰ مین جا کر نماز پڑھنا افضل ہی، یہان کھٹکا اسکا لگا ہوا کہ فاضل و مفضول کی بحث الگ رہی، کہین سرے سے نمازِ جمعہ ہی سے محروم نہ رہنا پڑے! دس بجے کے

بعد مولانا مناظر صاحب اور ایک رفیق سفر معلّم صاحب کے مکان کی تلاش مین نکلے، لبصد دشواری و زحمت بڑی تلاش کے بعد، مکان تو ملا لیکن مکین غائب! انا للہ، گھنٹہ بھر کی حیرانی و سرگردانی کے بعد، دونون صاحب خستہ و خراب مایوس واپس آئے،

ایک ایک گھڑی پہاڑ ہو رہی تھی، دلون کے اندر خون جس طرح کھول رہا تھا، اس کا اندازہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے، جس کے پہلو مین دل ہے، بعض زبانون پر بھی دل کے جذبات بے تکلف آنے شروع ہو گئے تھے، اور وہ وقت جو تکبیر و تہلیل، ذکر و دعا مین بسر ہونے کا تھا، سب ظالم سکندر کی دعا گوئیون اور منقبت سرائیون مین صرف ہو رہا تھا، وقت کچھ اور کھسکا، اور کھسکتا رہا، یہان تک کہ حرم شریف کے منارون سے جمعہ کی اذانین بلند ہونے لگین، اسوقت ہمارے مہربان خدا خدا کر کے تشریف لائے، اور اس معصومیت اور بھولے پن کی ادا کے ساتھ کہ گویا کچھ ہوا ہی نہین، بلا کسی معذرت و اظہار افسوس کے، فرمانے لگے، کہ "اونٹ فوراً بعد نماز جمعہ آجائین گے، اس سے پہلے کیونکر لاتا، ہجوم کے اندر اونٹون کو راستہ کیسے ملتا؟" گویا یہ ہجوم اونٹون کا نہین، کسی اور کا تھا! اور یہ ہجوم، سیکڑون ہزارون دوسرے اونٹون کے گذرنے کا مانع تھا! بہر حال صبر کے سوا چارہ کیا تھا، بھاگتے ہوئے حرم شریف کی طرف چلے، مسجد کا کونہ کونہ بھرا ہوا، اتنی دیر کے بعد جگہ کہان مل سکتی تھی، جون تون گھس پل کر ایسی جگہ کھڑے ہونے کو ملی، جہان امام و خطیب کی آواز الگ رہی، مکبرون کی تکبیر

بھی مشکل ہی سنائی دیتی تھی، نماز کے بعد فوراً گھر آئے، اور اب پھر صبر وتحمل کی آزمایش شروع ہوگئی گھنٹہ سوا گھنٹہ کے مزید انتظار کے بعد معلم صاحب مع اونٹون کے نمودار ہوئے، کچھ وقت سامان کے چڑھانے اور سواریون کو چڑھنے مین لگا، اونٹ کی سواری ہم سب لوگون کے لئے ایک نئی سواری تھی، عورتون کو خوف معلوم ہونا واجبی تھا جب خود مردون کی طبیعت ہچکچا رہی تھی، داروغہ حبیب اللہ بیچارے اگر مدد نہ دیتے، تو تنہا معلم صاحب تو اس مرحلہ کو بھی جلد نہ طے کرا سکتے، دوپہر ڈھل چکی تھی، اور ظہر کا وقت قریب ختم تھا، کہ ہمارا قافلہ روانہ ہوا، ابھی چند ہی قدم چلے تھے، کہ معلم نے بڑھ کر سوال کیا، "منیٰ مین آپ ٹھہرین گے کہان؟ حیدرآباد کے سرکاری مکان مین؟" سوال کا سننا تھا، کہ فرط حیرت سے آنکھین کھلی کی کھلی رہگئین اور ٹکٹکی معلم صاحب کے چہرہ پر لگ گئی، پہلے تو دل نے اپنے کو یون سمجھایا، کہ معلم صاحب اس وقت مزاح وظرافت سے کام لے رہے ہین، لیکن ان کے کڑے تیورون پر جو نظر گئی تو یہ خیال بھی چند لمحون سے زیادہ نہ قایم رہنے پایا، جی کڑا کر کے جواب دیا، کہ "یہ سوال آپ ہم سے کر رہے ہین؟ ہم تو آپ کے بھروسہ پر چل رہے ہین، کہ آپ جہان ٹھہرائین گے ٹھہرین گے، الٹے آپ ہم سے دریافت کر رہے ہین، کہ تم کہان ٹھہروگے،؟ سبحان اللہ! اور ہم تو دو خیمے اپنے لئے آپ سے ٹھہرا ہی چکے تھے، کیا انکے ملنے مین کچھ شک پیدا ہوگیا ہے"؟ جواب گرجتی ہوئی آواز مین ملا، کہ وہ "خیمے عرفات اور وہان سے واپسی پر منیٰ کے لئے ہین، آج وہ خیمے نہین مل سکتے، آج میدان مین شغدفون پر رہنا ہوگا"! انا للہ وانا الیہ راجعون، گویا آج سہ پہر سے لیکر کل صبح تک کا وقت، کھلے میدان مین کاٹنا ہے، صرف مردون ہی کو نہین، عورتون کو بھی

اور کھانے سونے، اور حوائج ضروری سے فراغت سب کو اسی میدان مین ہزارون لاکھون کے مجمع کے درمیان کرنا ہی! اور یہ وہ شخص پوری ڈھٹائی اور دیدہ دلیری کے ساتھ کہہ رہا ہی، جو یہی نہین، کہ لکھنؤ مین ہم لوگون کے، اور ہماری عورتون کے طرزِ معاشرت سے خوب اچھی طرح واقف ہو چکا ہی، بلکہ جو کل صراحت کے ساتھ خیمون کا وعدہ بھی کر چکا تھا! —— لوگ حیرت سے کہتے ہین، کہ مکہ والون پر بار بار تباہی و بربادی کیون نازل ہوتی ہی، کاش وہ دیکھتے، کہ خود مکہ والون کا اللہ کے مہمانون کے ساتھ، غریب الوطن پردیسیون کے ساتھ، برتاؤ کیا رہتا ہے' مکہ کا مالک، ساری دنیا جہان کا مالک ہی۔ اسکے ہان مہلت ملتی ہی، لیکن غفلت اسے کسی کے حال سے بھی نہین رہتی!

تو مشو مغرور بر حلمِ خدا ۔۔۔ دیر گیرد، سخت گیرد مر ترا!

ہندوستان مین بیٹھے بیٹھے، جب سفرِ حج کی سختیون کا خیال آتا تھا، تو اس خیالی فہرستِ مصائب و شدائد مین ایک عنوان، اونٹ کی سواری کا بھی ضرور ہوتا تھا، تجربہ کے بعد معلوم ہوا، کہ اور بہت سے موہوم خطرات کی طرح یہ تخیل بھی بہت مبالغہ آمیز تھا، بہت سی منزلون کا طویل و مسلسل سفر ممکن ہی تکلیف دہ ہوتا ہوا اسکا تو تجربہ ہوا نہین، لیکن آٹھ دس میل کے مختصر سفر مین تو کوئی قابلِ ذکر تکلیف نہین ہوتی، اور جس حد تک ہوتی ہی، وہ بھی ناگزیر اور لازمی نہین، بلکہ اس کا انتظام آسانی سے ہو سکتا ہی، سب سے بڑی بات یہ ہے، کہ شغدف کی بندش اچھی ہونی چاہئے، اور توازن قایم رہے، توازن اور بندش جتنی اچھی ہوگی، اسی نسبت سے ہچکولے

کم لگین گے تکلیف کم ہوگی، اور راحت زیادہ ملے گی، اچھی بندش کے بعد شغدف مین لیٹ کر بہ آرام تمام سونا ممکن ہی، نیند بغیر دقت آجاتی ہی، دوسری ضروری چیز یہ ہی کہ اونٹ کے ساتھ چلنے والے جو بدو ہوتے ہین، اور جنھین جمّال کہتے ہین، (یہ سن رکھیے کہ یہ لوگ اونٹ کے اوپر سوار نہین ہوتے بلکہ پیدل اونٹ کے ساتھ ساتھ چلتے ہین) انھین خوش رکھا جائے، ان کو خوش رکھنا آسان ہی بہت تھوڑے سے انعام اور خوش خلقی سے خوش ہوجاتے ہین، موٹر کے شوفرون کی طرح ان کے لئے یہ ہرگز ضروری نہین، کہ ان کے ہاتھ مین کم ازکم دس یا پانچ روپیے رکھے جائین، جب جاکر انکا منہ سیدھا ہو، آنہ دو آنہ مین (یہان ایک آنہ کو قرش کہتے ہین) یا چند بسکٹون، یا شربت یا پانی کے دو ایک گلاس سے، چاے کی ایک دو پیالیون سے انھین بآسانی خوش کیا جاسکتا ہی، البتہ یہ ضروری ہی، کہ جو کچھ ازخود اور خوش دلی کے ساتھ دیدیا جائے، لڑجھگڑ کر تیورون پر بل ڈال کر بڑی سے بڑی رقم بھی بیکار رہیگی، تھوڑی سی دلدہی اور خاطر داری کے بعد آپ کا جمّال آپ کا بندۂ بے دام ہوجائیگا دوڑ کر آپ کے لئے پانی اور شربت لائیگا، آپ کا اسباب خوشی خوشی اتار دیگا، سوار ہونے مین آپ کو مدد دیگا، شغدف ڈھیلا ہونے لگے گا، تو خود ہی لپک کر اسکو درست کر دیگا، غرض ہر حیثیت سے آپکا بہترین رفیقِ سفر و خادم ثابت ہوگا،

باب ۲۰

منیٰ قبل حج

لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک، لا شریک لک لبیک، ان الحمد و النعمۃ لک والملک لا شریک لک، لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک وسعدیک و الخیر بیدیک، ۸ ذی الحجہ جمعہ، سہ پہر، ہم لوگون کو چلنے مین اس قدر تاخیر ہوئی کہ وقت مستحب نکل چکا، ہزارہا قافلے آگے جا چکے، پھر بھی بہت سے باقی بھی رہ گئے ہین، اور ساتھ ہی ساتھ چل رہے ہین، ہزارون انسان پیدل چل رہے ہین، ہزارہا اونٹون پر سوار ہین، اور ہزارہا خچرون اور گدہون پر، ہر شخص احرام پوش، لبیک لبیک کی صدا ہر طرف سے چلی آرہی ہی، ہم لوگون کی زبان پر بھی اس وقت یہی کلمے ہونے تھے، لیکن لاحول ولاقوۃ، اتنے نصیب کہان تھے، معلم صاحب کی عنایتون کا چرکا، ابھی دلون پر تازہ تھا، زبانین بجاے لبیک لبیک کے اپنے اوپر اور اپنے معلم پر لاحول پڑھنے مین مصروف! قافلہ کے آٹھون اونٹ سولہ سواریون کو لئے ہوئے ایک دوسرے کے آگے پیچھے، دو یا تین بدو ہمراہ، ہر اونٹ کے ساتھ ایک ایک شتربان نہین ہوتا، تین تین چار چار اونٹون کے لئے بس ایک ہی بدو کافی سمجھا جاتا ہی، ایک اونٹ پر ہم دونون میان بیوی، ایک پر مولانا

مناظر احسن صاحب اور حکیم عبدالخالق صاحب، اسی طرح دو دو سواریان باقی سب پر، اونٹ پر سوار ہونے کا یہ پہلا تجربہ تھا، جو وحشت و دہشت پہلے تھی، سوار ہونے کے بعد غائب، شغدف اگر اچھے بندھے ہون، تو اونٹ کی سواری خاصی آرام دہ ہی، پالکی یا میانہ کی سواری کا سا لطف آتا ہی،

منیٰ کا فاصلہ حرم شریف سے چار میل کا ہی، ہمارے ہان سے چند فرلانگ زائد ہوگا، خوب چوڑا اور کشادہ راستہ ہی، کئی کئی اونٹ ایک ساتھ بآسانی چل سکتے ہین، ایک میل تک تو خاص مکہ ہی کی آبادی پڑتی ہی، اس کے بعد میدان شروع ہوا، اور اس کے کوئی دو میل کے بعد منیٰ کے حدود شروع ہوگئے، مکہ کے گورنر اور ولیعہد سلطنت شہزادہ فیصل ابن سعود کا محل، حرم شریف سے بالکل متصل ہی تھا، خود سلطان کا قصر معلیٰ منیٰ کے راستہ مین پڑا، اندر کا حال تو معلوم نہین، البتہ باہر سے ہندوستان کے رئیسون کی طرح خاصی شاندار، پرتکلف و عالیشان عمارت، جسے دور خلافتِ راشدہ کی سادگی سے کوئی دور کی بھی نسبت نہین!

آخر دوپہر کا وقت تھا، پیاس خوب زور کی، اور بار بار لگ رہی تھی، پانی کی صراحیان ساتھ مین بھی تھین، ان کے علاوہ دو دو پیسہ مین صراحیان بیچنے والے لڑکے اور چھوٹی چھوٹی لڑکیان بھی بکثرت قدم قدم پر اونٹون کو گھیرے ہوئے، اپنی معصومانہ اداؤن کے ساتھ خوش خوش اپنے سودے کو بیچنے مین لگے ہوئے، اس عام شاہراہ کے علاوہ، بعد کو سننے مین آیا کہ پیدل چلنے والون کے لئے کوئی اور مختصر راستہ بھی ہی، جس سے فاصلہ بہت کم رہجاتا ہی، اگر عورتون کا

جھمیلا ساتھ مین نہ ہو، اور وقت بھی ذرا ٹھنڈا یعنی صبح یا شام کا ہو، تو پیدل کا سفر یقیناً زیادہ آرام دہ اور پر لطف رہیگا، جب تھک جائے جہان چاہے دم لے سکتا ہی، چاے، قہوہ، شربت کی دوکانین بہ افراط، روانہ ہونے کے دو پونے دو گھنٹہ کے بعد منیٰ کی آبادی شروع ہو گئی، اور ہمارے جمّالون نے شروع آبادی ہی مین ہماری منزل کرادی،

منیٰ کے متعلق تخیل یہ تھا، کہ ویران وغیر آباد، سنسان میدان ہوگا، اکثر تخیلات کی طرح یہ تخیل بھی غلط ثابت ہوا، حضورؐ کے زمانہ مین بے شبہہ یہ چٹیل میدان ہی تھا، اور بعض روایات مین آتا ہی، کہ صحابۂ کرامؓ نے جب حضور سے اس کی اجازت چاہی تھی، کہ یہان ایک مکان بنادیا جائے، تو حضورؐ نے اس درخواست کو منظور نہین فرمایا تھا، لیکن اب صورت حال بالکل بدل گئی ہی، اب منیٰ میدان کا نہین، پختہ اور بلند مکانات کی ایک مسلسل آبادی کا نام ہی، مکہ مکرمہ سے مشرق کی جانب واقع ہی، کسی قدر مائل بہ جنوب، طول تقریباً ڈیڑھ دو میل ہوگا، عرض بھی ایک میل سے کیا کم ہوگا، مکانات، ظاہر ہے کہ سال بھر خالی پڑے رہتے ہین، ساری چہل پہل اسی ایک ہفتہ کے اندر ہو جاتی ہی، مالکانِ مکانات کی آمدنی کا یہی زمانہ ہوتا ہی، کرایے منہ مانگے وصول کرتے ہین، اگر انسان صاحب استطاعت ہی، تو یہان کے قیام کے لئے مکان ضرور لے لے، خواہ کتنا ہی مختصر ہو، رات تو میدان مین گذر جائے گی، لیکن دن کی لو اور دھوپ مین، بغیر پختہ مکان کے سایہ کے اچھی خاصی تکلیف اٹھانی پڑے گی، جو لوگ مکانات نہین

ے سکتے وہ خیمون مین رہتے ہین، جو خیمہ کا کرایہ بھی نہین دے سکتے، وہ بیچارے کھلے میدانون مین محض اللہ کے بھروسہ پر گذر کرتے ہین، ہندوستانی حاجی، اپنے ملک پر قیاس کر کے درختون اور درختون کے سایہ کی کوئی توقع ہرگز نہ قایم کرین، پانی، انواع واقسام کے شربت، دودھ، دہی، قہوہ، چاے کی دوکانین بکثرت، برف اور فالودہ بھی موجود، کھانے کی دوکانین کمتر لیکن موجود، وہ بھی، لیمون، نارنگی، ککڑی، کیلا، انار وغیرہ، شاداب وترو تازہ پھلون اور میوؤن کی گویا منڈی لگی ہوئی، جو وسط مئی کے شدید ریگستانی دھوپ مین نعمت غیر مترقبہ سے کم نہین، بازار اچھا خاصہ لگا ہوا، ضرورت کی ہر شے مہیا، اور یہ افراط، پانی والے گھرون اور خیمون پر بھی، مشکون اور ٹین کے کنسترون مین پانی پہونچا دینے کو حاضر،

ظہر کا وقت آخر ہو رہا تھا جب مکہ معظمہ سے چلے تھے، عصر کا اوسط وقت گذر چکا، جب منیٰ پہونچے، کل صبح عرفات کے لئے روانہ ہونا ہے، مسنون طریقہ یہ ہے کہ ۸ ذی الحجہ کی ظہر سے لیکر ۹ کی فجر تک، پوری پانچ نمازین یہان ادا کرے، اور اسی لئے ۸ کو ہم لوگ مکہ سے صبح سویرے چلنے کی اس قدر عجلت کر رہے تھے، لیکن معلم صاحب کا خدا بھلا کرے، محض انکی عنایت سے ہم لوگ ایسے وقت یہان پہونچے کہ جمعہ و ظہر کا وقت الگ رہا، عصر کا بھی اول وقت کچھ دیر ہوئی رخصت ہو چکا تھا، خیمون کی طرف سے تو معلم صاحب چلتے وقت مایوس کر ہی چکے تھے، سڑک کے کنارے میدان مین ہمارے شغدف اتار کر رکھدیئے گئے، اور ہم کو حکم ملا، کہ اس سہ پہر سے لیکر کل صبح تک کا وقت انھین شغدفون کے اندر یا ان کے باہر،

آسمان کی چھت کے نیچے، اور زمین کے فرش کے اوپر بسر کرنا ہی! تعمیلِ ارشاد کے سوا چارہ کیا تھا؟ اور صبر و خاموشی سے کام نہ لیتے، تو آخر کرتے کیا؟ یہ بھی غنیمت ہوا کہ یہاں سابقہ خود معلّم سے نہین اُن کے لڑکون اور کارندون سے پڑا جو نی الجملہ مہذّب اور زبان کے میٹھے تھے، خود معلّم صاحب کی شریعت مین منیٰ کا قیام غالباً فضول سا تھا، وہ خود آج مکہ ہی مین رہے، وہ موجود ہوتے تو شاید ہم لوگون کو زبان کے گناہون مین کچھ اور مبتلا ہونا پڑتا! بہرحال جس طرح بن پڑا، ہم مردون نے کہین آڑ تلاش کر کے ضروریات سے فراغت کی، زنانہ قافلہ کے لئے ایک مہربان کا مکان مل گیا۔ مسجد خیف جس کی فضیلت حدیثون مین وارد ہوئی ہی، منیٰ ہی مین واقع ہی، حضورؐ نے حجۃ الوداع مین یہین نماز پڑھائی تھی، بڑی وسیع مسجد ہی، لیکن حاجیون نے اسے سرا، یا مسافر خانہ بنا کر ہر طرح گندہ کر رکھا ہی، اور موجودہ حکومت نے شاید مسجد کی صفائی اور احترام قایم رکھنے کو بھی "بدعت" سمجھ رکھا ہی! ہماری منزل گاہ سے اس کا اچھا خاصا فاصلہ تھا، اور پھر سڑک پر انبوہِ عظیم، سب سے بڑھ کر اپنی پست ہمتی، پست ہمتون کو کوئی نہ کوئی بہانہ ملنا چاہئے، بہرحال کسی نماز کے لئے بھی وہان تک رسائی نہ ہو سکی، عصر، مغرب، عشا اور فجر کی نمازین وہین میدان مین جماعت کیساتھ ادا ہوئین، اور رات کو وہین سوئے، ہزارہا عرفات کے جانے والے رات بھر اسی راستہ سے گذرتے رہے، اور منیٰ مین قیام نہ کیا، ان اللہ کے بندون کے نزدیک، رسولؐ کی سنت محبوب پر عمل گویا کوئی معنی ہی نہین رکھتا!

اس غلطی مین دس بیس، سو پچاس نہین، ہزارہا حاجی مبتلا پائے گئے، حالانکہ

منیٰ مین قیام، اور آٹھوین اور نوین کی درمیانی شب مین شب باشی، تمام ائمہ کے نزدیک مستحب ہی، قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہین، کہ سعی کے بعد جس عمل کی طرف حاجی کو متوجہ ہونا چاہیے، وہ یہی ہی، کہ ۸ رکو منیٰ مین آئے، اور شب مین یہان رہے، اور اس پر چارون مذہبون کا اتفاق ہی کہ امام جماعت کے ساتھ منیٰ مین ۸ رکو ظہر، عصر، مغرب و عشا کی نمازین پڑھے، اور ۹ رکو امام لوگون کے ساتھ عرفات آئے، اور یہان وقوف کرے، البتہ جس کے پاس اتنا وقت نہ ہو، وہ سیدھا عرفات ہی کو جا سکتا ہی، (بدایۃ المجتہد جلد اول ص۲۷۹) اور حنفیہ کی کتابون مین تو اس کی تصریح موجود ہے، کہ اگرچہ حج بغیر منیٰ مین ۸ رکو قیام کئے ہوئے بھی ادا ہو جاتا ہی، لیکن منیٰ مین نہ ٹھہرنے والا ترک سنت کا گنہگار ہوگا، ہدایہ مین ہی۔

ولو بات بمكة ليلة عرفة وصلى بها الفجر ثم غدا الى عرفات ومر بمنى اجزاه لانه لا يتعلق بمنى في هذا اليوم اقامة نسك ولكنه اساء بتركه الاقتداء برسول الله صلعم

اگر نوین شب مکہ ہی مین گزار دی، اور یہین سے صبح کو عرفات روانہ ہوا، تو حج صحیح ہو جائیگا، اس لئے کہ آج منیٰ کا قیام مناسک حج مین داخل نہین لیکن رسول اللہ صلعم کی سنت ترک کرنے کا گناہ گار ہوگا۔

اور طحطاوی شرح درمختار مین ہی،

ثامن الشهر خرج الى منى ومكث بها الى فجر عرفة فبات بها استناناً فلو لم يخرج من مكة الا يوم عرفة اجزاه ولكنه اساء لترك السنة

۸ رکو منیٰ کی طرف روانہ ہوا، تو وہان ۹ رکی صبح تک قیام کرے، اور اتباع سنت مین شب وہین بسر کرے اور اگر ایسا نہ کیا بلکہ ۹ ہی کو مکہ سے روانہ ہو تو حج ہو جائیگا لیکن ترک سنت کا گناہ ہوگا،

شرح لباب المناسک (ملا علی قاری) مین ہی:۔

وان بات بمکۃ تلک اللیلۃ جاز واساء لترک السنۃ،	اگر یہ شب مکہ ہی مین گذاری، تو یہ جائز ہی لیکن مخالفت سنت کا گناہ ہوا،

اور فتاوی قاضیخان مین ہی:۔

ولو بات بمکۃ وخرج منہا یوم عرفۃ الی عرفات کان مخالفًا للسنۃ،	اگر وہ رات کی شب بجائے منیٰ کے مکہ ہی مین گذاری اور وہ رکو وہان سے عرفات کے لئے روانہ ہوا، تو یہ سنت کے مخالف ہی،

معلوم ہوتا ہی، یہ دستور کچھ عرصہ سے چلا آرہا ہی، صاحب رد المختار (شامی) کو اپنے زمانہ مین لکھنا پڑا:۔

واما ما یفعلہ الناس فی ہذا الازمان من دخولہم بارض عرفات فی الیوم الثامن فخطأ مخالف للسنۃ ویفوتہم بسببہ سنن کثیرۃ منہا الصلوات بمنی	اور اس زمانہ مین لوگون نے جو یہ طریقہ نکالا ہی، کہ عرفات مین رہی کو آجاتے ہین (اور منی کو چھوڑ جاتے ہین) سو یہ طریقہ مخالف ہی سنت کے، اور ایسا کرنے سے بہت سی سنتین فوت ہو جاتی ہین، مثلاً منیٰ کی نمازین وہان کی شب باشی وغیرہ،

بڑی حسرت و قلق کا مقام ہی، کہ انسان اتنی محنت اور اتنا صرف گوارا کر کے حج کو جائے، اور ایک تھوڑی سی تن آسانی کے خیال سے اتنی بڑی فضیلت کو چھوڑ دے،

منیٰ کے لئے کوئی خاص عبادت یا کچھ مخصوص دعائین، واجب نہین، البتہ

متعدد دعائین ماثور اور اُن کی فضیلتین منقول ہین، مکہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہوتے وقت مستحب یہ ہی کہ لبیک پکارنے کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ بھی پڑھتا رہے، اور جو دعائین چاہے مانگے، اور راستہ مین استغفار اور درود شریف کی جتنی کثرت رکھ سکے، بہتر ہے جس وقت منیٰ نظر آنے لگے، اس وقت یہ دعا پڑھے :۔

اللھم ھذہ منی فامنن علیّ بما منننت بہ علی اولیاءک	اے اللہ یہ منیٰ ہی، تو مجھ پر وہ احسان کر، جو تو نے اپنے دوستون پر کئے ہین،

نوین شب برکت والی شب ہی منیٰ کا مقام برکت والا مقام ہی، چاہیئے کہ شب مین جسقدر بھی ہو سکے دعائین پڑھتا رہے، استغفار کرتا رہے، اور لبیک کہتا رہے بعض روایات مین آتا ہی، کہ حضور انورؐ نے فرمایا ہے، کہ اسی شب کو منیٰ مین جو شخص ایکہزار بار یہ دعا پڑھے، وہ اپنی جو مراد اللہ سے مانگیگا، اسے ملی گی :۔

سبحان الذی فی السماء عرشہ	پاک ہی وہ ذات جسکا عرش آسمان مین ہی،
سبحان الذی فی الارض موطئہ	پاک ہی وہ ذات زمین جسکے قدمون کے نیچے ہی،
سبحان الذی فی البحر سبیلہ،	پاک ہی وہ ذات جسکا راستہ سمندر مین ہی،
سبحان الذی فی النار سلطانہ	پاک ہی وہ ذات جسکی حکومت آگ پر ہی،
سبحان الذی فی الجنۃ رحمتہ،	پاک ہی وہ ذات جسکی رحمت جنت مین ہی،
سبحان الذی فی القبر قضائہ،	پاک ہی وہ ذات جسکا حکم قبر مین جاری ہی،
سبحان الذی فی الھواء روحہ	پاک ہی وہ ذات جسکی بنائی ہوئی روح ہوا مین ہی،
سبحان الذی رفع السماء	پاک ہی وہ ذات جس نے آسمان کو بلند کیا،
سبحان الذی وضع الارض،	پاک ہی وہ ذات جس نے زمین کا فرش بنایا،

سبحان الذی لا ملجاء ولا منجاء الا الیہ،	پاک ہو وہ ذات کہ جس کے سوا نہ کوئی پناہ ہو، نہ نجات،

منیٰ مین تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر، تین شیطانون کی علامتون کے طور پر تین قدِ آدم سفید ستون سے پتھر کے کھڑے ہوئے ہین، ہمارے معلّم صاحب نے اپنے غایتِ کرم سے ہمارے قافلہ کو عین اس جگہ اتارا، جہان درمیانی شیطان نصب تھا! گویا اللہ کے گھر کے مہمان پوری ایک شب، شیطان کے ٹھیک پڑوس مین مقیم رہے! ایسے "مقدس" پڑوس مین اللہ سے مناجات کا موقع تو کیا ملتا، یہی غنیمت ہو کہ شیطان مردود پر لاحول بھیجنے مین اگر کچھ وقت صرف ہوتا رہا ہو!

معلّم اور جمّال جس طرح اپنی شرارت سے منیٰ مین حاجیون کو لاتے بہت دیر مین ہین، اُسی طرح یہ کوشش بھی برابر جاری رہتی ہو، کہ جس قدر جلد ممکن ہو، یہان سے لے بھی جائین، چنانچہ ہمارے قافلہ سے بھی یہی اصرار شروع ہوا، کہ پچھلی شب مین عرفات کے لئے کوچ کر دینا ہوگا، گویا منیٰ مین پانچ نمازون کے ادا کرنے کی سنت ہو، جس طرح ۸- کو نمازِ ظہر کے ترک کی محرومی ہو چکی تھی، اسی طرح ۹- کو نمازِ فجر سے بھی محرومی ہو جائے، لیکن ہم لوگون نے اتنے سویرے روانہ ہونے سے قطعی انکار کیا، عبدالقادر سکندر خود ہوتے تو یقیناً بات پوچھتے لیکن اُن کے لڑکون اور کارندون مین فی الجملہ انسانیت تھی، کچھ دیر بعد جب آفتاب اچھی طرح بلند ہو لیا یعنی ہندوستان کی گھڑیون کے حساب سے کوئی سات ساڑھے سات کا وقت ہوگا، اُس وقت ہمارا قافلہ روانہ ہوا، میدان

عرفات مکہ معظمہ سے ٹھیک جانب مشرق کوئی ۱۵ ر ۱۶ میل کے فاصلہ پر ہے منیٰ سے
اس کا فاصلہ کوئی ۱۰۔۱۱ میل ہوگا، اور یہان سے شمال و مشرق مین ہی، سنا تھا، کہ عرفات
مین پانی کی بہت قلت رہتی ہی، پانی کم ملتا ہی خراب اور گندلا ملتا ہی، اور بہت گران
قیمت پر ملتا ہی، یہان تک کہ بعض غریب غربا کو پیاس کی شدت سے ہلاکت کی نوبت
آجاتی ہی، یہ ڈراونی روایتین سنکر صراحیان پانی سے بھر بھر لی گئین، اور ناشتہ
کے لئے بسکٹون کے ڈبے مکہ ہی سے ساتھ لے لئے گئے تھے، آج کا دن خاص فضیلتون
اور برکتون، رحمتون اور نوازشون کا دن ہی، راستہ مین جس قدر بھی ہوسکے تلبیہ
و تکبیر، درود و استغفار، جاری رہنا چاہئے، سعادت کی یہ گھڑیان اگر عمر مین ایکبار
بھی نصیب ہوجائین تو خوش نصیبی ہی، ـــــ لیجئے، عرفات کے حدود شروع ہوگئے
ایک لق و دق میدان مبصرون کا اندازہ ہے۔ کہ دس میل مربع سے کیا کم ہوگا،
جہان تک نظر کام دیتی ہی، میدان ہی میدان اور ارد گرد پہاڑیان، اونٹون
کی تعداد حساب و شمار سے خارج، اور خیمون کا گویا ایک جنگل لگا ہوا، ہر طرف خیمے
ہی خیمے، جن کو خیمہ کی استطاعت نہین، اُنھون نے معمولی چادرین تان رکھی ہین،
بعض جنکو یہ بھی نہین نصیب، بیچارے دھوپ مین پناہ لینے کے لئے شغدفون کے
نیچے گھسے ہوئے۔ دوپہر سے کچھ قبل، کوئی گیارہ، پونے گیارہ کا وقت ہوگا، کہ ہملوگ
پہونچ گئے،

باب ۲۹

عرفات نمبر (۱)

حج کسی مفرد عمل کا نام نہین، ایک طویل و مسلسل مجموعۂ اعمال کا نام ہی جنین کچھ فرائض ہین اور کچھ واجبات، کچھ سنن ہین اور کچھ مستحبات، اس مجموعہ کا سب سے اہم جزو یہی ۹ ذی الحجہ کو عرفات کی حاضری ہی، جسے اصطلاح مین "وقوفِ عرفات" کہتے ہین (وقوف، کے لفظی معنی ٹھہرنے کے ہین)، کسی شخص نے اگر اور سارے اعمال و مناسک ادا کر لئے، اور آج کی تاریخ مین عرفات کی حاضری خدانخواستہ کسی سبب سے رہ گئی، تو سرے سے حج ہی رہ گیا، دوسرے سال حج کر کے اس قضا کو ادا کرنا ہوگا، آج کی تاریخ، دنیا کی تاریخ مین وہ اہم تاریخ، اور عرفات کا میدان روے زمین کے مقامات مین وہ اہم مقام ہی، کہ دین خداوندی کے جامع و مکمل ہونے اور اسلام کے آخری اور کامل پیام ہدایت ہونے کے باضابطہ اعلان کے لئے، اسی سرزمین اور اسی تاریخ کا انتخاب فرمایا گیا، اور آج او یہین، ہمیشہ کے لئے اور ہر قوم کے لئے اس فرمان کی منادی کی گئی کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا، ایک صحابی طارق ابن شہاب رض روایت کرتے ہین، کہ ایک یہودی نے سیدنا عمر فاروق رض سے کہا

کہ اگر ہمارے اوپر کہیں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم نے تو اس کے یوم نزول کو روز عید قرار دے لیا ہوتا، آپ نے فرمایا، کہ مجھے یاد ہی کہ یہ آیت کب نازل ہوئی تھی، وہ رات جمعہ کی رات تھی، (اور وہ دن عرفہ کا دن تھا) اور ہم لوگ رسول اللہ (صلعم) کے ہمراہ عرفات میں حاضر تھے! (سنن نسائی) یہ کہکر آپ نے گویا یہ ارشاد فرمادیا، کہ وہ دن ہماری سب سے بڑی عید کا تو تھا ہی، کسی اور جشن کے مقرر کرنے کی کیا حاجت؟

آج کی رحمتیں بے حساب ہیں، اور آج وہ دن ہی، کہ شیطان آج سے زیادہ حقیر و ذلیل، مایوس، و پریشان اور کبھی نہیں ہوتا،

عن طلحة ان رسول الله صلعم قال ما رأی الشیطان یوماً ھو فیه اصغر ولا ادحر ولا احقر ولا اغیظ منه فی یوم عرفة، ماذلک الا لما رأی تنزل الرحمة وتجاوز الله عن الذنوب العظام الا ما رأی یوم بدر

(موطأ امام مالکؒ)

حضرت طلحہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ پست اور بے اعتبار اور حقیر اور پریشان کسی دن نہیں دیکھا گیا، اور یہ سب اس لئے کہ آج وہ اللہ کی رحمت کے نزول اور بڑے بڑے گناہوں سے اس کے عفو و مغفرت کو دیکھتا ہی، البتہ سوا ایک روز بدر کے (کہ اس روز بھی وہ ایسا ہی پریشان و مایوس ہوا تھا)

آج کی رحمتوں کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب، نہ کوئی اندازہ ہے نہ پیمانہ، بڑے سے بڑے مجرم آج رہا کئے جاتے ہیں، سب کو عفو عام کی بشارت ہوتی ہے، وہ

جو ہمہ رحمت و مرحمت اور ہمہ شفقت و مغفرت ہو، اس کی تجلیات، امت کے بڑے سے بڑے تباہ کار کو بھی اپنے آغوش مین لے لیتی ہین، اور اسی کو وہ مولی اپنے بندون کے قریب اپنے آجانے سے تعبیر کرتا ہو، اور بندون نے تو اپنے مالک پر خدا معلوم کتنی بار فخر کیا ہی ہوگا، آج وہ دن ہو کہ خود مالک اپنے بندون پر فخر کرتا ہو

عن عائشة ان رسول الله صلعم قال ما من یوم اکثر من ان یعتق الله عز وجل فیه عبدا من النار من یوم عرفة وانه لیدنو ثم یباهی بهم الملائکة فیقول ما اراد هٰؤلاء

(صحیح مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہین جسمین اللہ بندون کو آگ سے اتنا آزاد کرتا ہو، جتنا عرفہ کے دن کرتا ہو، اور اللہ تعالیٰ قریب ہوجاتا ہے، اور بندون کا حال فرشتون پر ظاہر کرکے فخر کرتا ہے، اور فرشتون کو قائل کرنے کے لئے، پوچھتا ہو کہ یہ بندے کس ارادہ سے جمع ہوئے ہین؟

آج اور یہان رحمت الٰہی سے مایوسی کفر ہو، اور آج اس سے بڑھکر ناشکرا اور گنہگار کوئی نہین، جو یہان کی حاضری کے بعد بھی یہ سمجھتا ہو کہ اس کے نامۂ اعمال کی سیاہیان رحمت و مغفرت کی بارش سے دھل کر نہین رہین، سچے کا ارشاد ہے

اعظم الناس ذنبا من وقف بعرفة فظن ان الله لم یغفر له،

سب سے بڑھکر گنہگار وہ ہو، جو عرفات مین وقوف کرے اور پھر بھی یہ سمجھے کہ اللہ نے اُس کی مغفرت نہین فرمائی!

آج کا دن دعا و مناجات، توبہ و استغفار، الحاح و زاری، جھکنے اور گڑگڑانے کے لئے مخصوص ہی، جتنا اور جہان تک ممکن ہو، وقت اسی مین لگایا جائے، جو کچھ مانگنا ہو، اپنے رب سے مانگ لے، مانگے اور مانگتا جائے، بے حساب مانگے، اور بے تکان مانگے، جب وہ ہمہ جود و کرم اور ہمہ بخشش و عطا، بے حساب دینے اور دلانے، بخشنے اور لٹانے پر آجائے، تو خاک کا پتلا، جو ہمہ فقر و ہمہ طلب، ہمہ احتیاج و ہمہ درماندگی ہے، مانگنے اور طلب کرنے مین کوئی کسر کیون اٹھا رکھے، اور دین و دنیا کی نعمتون کا کوئی ارمان اور کوئی حوصلہ اپنے دل مین کیون رہنے دے! افضل الدعاء دعاء یوم عرفۃ، (عرفات کی دعا سب دعاؤن سے بڑھکر ہے) یہ اس کا ارشاد ہی، جو سب سے زیادہ دعائین کرنے والا تھا، اور جسکی دعائین سب سے زیادہ قبول ہونے والی تھین، آج کے لئے کسی خاص دعا کا حکم نہین، جو چاہے مانگتا رہے، البتہ ان کلمات کی بڑی فضیلت آئی ہی، لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیٔ قدیر، جہان تک ہو ان کلمات کو حضور قلب کے ساتھ بار بار پڑھتا رہے، اور تلبیہ بھی ابھی موقوف نہین ہوا ہے لبیک لبیک بھی برابر پکارتا رہے، بعض کتابون مین یہ بھی منقول ہی، کہ جب عرفات کو آنے لگے، تو راستہ مین یہ دعا پڑھتا ہوا آئے:۔

اللّٰھم الیک توجھت وعلیک توکلت ووجھک اردت فاجعل ذنبی مغفورًا وحجی مبرورًا وارحمنی ولا تخیبنی وبارک لی فی سفری واقض بعرفات	اے اللہ مین نے اپنا منہ تیری طرف پھیرا اور تیرے اوپر بھروسہ کیا، اور تیری توجہ کی طلب ہے، پس میرے گناہون کو معاف کر اور میرے حج کو قبول کر اور مجھ پر رحم فرما، اور مجھے محروم نہ کر

حاجتی انک علی کل شیٔ قدیر	میرے سفر کو مبارک بنا، اور عرفات مین میری حاجت پوری کر، تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

اور عرفات مین داخلہ کے وقت اس ذکر کا مستحب ہونا تو اوپر گذر ہی چکا ہی، سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر خود سرورِ کائنات صلعم کی زبانِ مبارک سے عرفات مین کسی دعا کے الفاظ، حدیث کی چھو مشہور و مستند کتابون مین تو درج نہین البتہ ایک طویل دعا بعض اور حدیث کی کتابون مین منقول ہی، جو ارد و خوان ناظرین کو مع ترجمہ کے، مولوی منور الدین صاحب دہلوی کی کتاب الحج والزیارۃ (فتاوی عثمانی، جلد ۶) مین ملجائیگی، کتبِ مناسک مین متعدد دعائین لکھی ہوئی ہین،

وقوفِ عرفات کا وقت، مذہب حنفیہ مین ورکو زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے، اور حنفیہ ہی کی بعض کتابون مین ہی، کہ امام مالکؒ کے نزدیک وقتِ وقوف بعد طلوع آفتاب شروع ہوجاتا ہی، لیکن خود قاضی القضاۃ ابن رشد مالکیؒ لکھتے ہین کہ:—

واجمعوا علی ان من وقف بعرفۃ قبل الزوال واحاض منہا قبل الزوال انہ لا یعتد بوقوفہ ذلک، (بدایۃ المجتہد جلد اول، صـ۲۸۱)	اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہی، کہ اگر کوئی عرفات مین قبل زوال وقوف کرے، اور قبل زوال ہی وہان سے روانہ ہوجائے، تو اس کا شمار وقوف مین نہ ہوگا،

بہرحال حاجی کو چاہئے، کہ دوپہر تک یا اس کے قبل یہان پہونچ جائے، اور بہتر ہے کہ اس وقت غسل کرلے، ورنہ وضو بھی کافی ہی، اس کے بعد مسجد نمرہ مین، جس کا دوسرا نام مسجد ابراہیم بھی ہی، اور جو منیٰ سے آتے ہوئے عرفات کے شروع ہی

مین پڑتی ہی، حاضر ہوجائے، امام کو چاہئے، کہ جون ہی زوالِ آفتاب ہو، منبر پر آبیٹھے
اور موذّن اس کے سامنے اذان دے، جیسا کہ نمازِ جمعہ مین ہوتا ہی، اب امام دو
خطبے دیگا، جسمین مناسکِ حج کی تعلیم و تفصیل ہو گی، اس کے بعد اقامت اور ظہر کی چار
فرض رکعتین، امام کے سلام پھیرنے پر، معًا بعد، بغیر نوافل وغیرہ کا وقت دیئے دوسری
اقامت ہو گی، اور اسی وقت اپنے عام و معمولی وقت سے بہت قبل نمازِ عصر کی چار رکعتین
جماعت کے ساتھ پڑھی جائین گی، اور بس اس کے بعد سے شام تک دعا و مناجات تسبیح
و استغفار کے لئے، اطمینان و یکسوئی کے ساتھ سارا وقت ہی وقت پڑا ہوا ہی، عرفات
مین روزہ رکھنا بہتر نہین، کہ خلافِ سنت ہی، البتہ غذا اگر ہلکی اور مختصر رکھی جائے
تو بہت مناسب ہی، تاکہ گرانی اور ضعف دونون سے امن رہے، اور اپنے مشاغل
کے لئے پوری فرصت نصیب رہے، دو نمازون کا ایک وقت مین جمع کرکے پڑھنا
حنفیہ کے نزدیک صرف آج ہی جائز اور مستحب ہی، اس پر دوسرے حالات و اوقات کو
قیاس نہین کرسکتے، مسجد تک پہونچنا خصوصًا اگر قیام گاہ دور ہے، اور گرمی کا موسم
ہے، ہر ہمت کا کام، ہر شخص کے لئے پہونچنا اور جماعت مین شریک ہونا ممکن نہین،
ہزار ہا آدمی اپنے اپنے خیمون ہی مین نماز پڑھ لیتے ہین، اور یہ بالکل جائز ہی، منفرد
اگر جماعت مین نہ شریک ہو سکا، اور خیمہ ہی مین نماز پڑھ رہا ہی، تو امام ابو حنیفہؒ کے
قول کے مطابق اُسے ظہر اور عصر کی نمازین الگ الگ اپنے معمولی وقتون پر پڑھنا
چاہئے، مگر صاحبین (امام محمدؒ و ابو یوسفؒ) کا فتویٰ اس کے برعکس یہ ہی، کہ ایسی صورت
مین بھی دونون نمازون کو جمعِ تقدیم کے ساتھ پڑھ لینا چاہئے، فقہ کی کتابون مین
دونون مذہبون کے جو دلائل منقول ہین، اُن سے تو امام ابو حنیفہؒ ہی کا قول زیادہ

مضبوط و مدلل معلوم ہوتا ہی، واللہ اعلم و علمہ اتم،

حج کا فرض اتر جانے کے لئے عرفات کی محض حاضری کافی ہی خواہ انسان کچھ بھی نہ کرے، یہان تک کہ اگر سو رہا ہو، یا بے ہوشی کی حالت مین، اور کوئی اسے چند لمحون کے لئے میدان عرفات سے آج کے دن گزار دے، تو بھی اس کا حج ہو جائیگا لیکن ظاہر ہی کہ اپنے قصد و ارادہ سے آج کی قیمتی گھڑیون کو ضایع کرنا کون شخص گوارا کریگا، سرور کائنات (صلعم) نے اس میدان مین اور آج کے دن جو دعا کی ہی، اسکا نقشہ حضرت ابن عباسؓ ان الفاظ مین کھینچتے ہین :-

رایتہ علیہ السلام یدعو بعرفۃ یداہ الی صدرہ کا ستطعم المسکین،	مین نے حضورؐ کو عرفات مین اسطرح دعا مانگتے ہوے دیکھا جیسے کوئی بھوکا مسکین اپنا ہاتھ کسی سخی داتا کے آگے پھیلائے ہوا!

جب رسول معصومؐ کا یہ حال تھا، تو امت کے سیہ کارون اور تباہ حالون کو اسدن اور اس جگہ اپنا کیا حال رکھنا چاہئیے ؟ الحاح و تضرع، خشوع و خضوع کا کوئی دقیقہ آج اٹھا رکھنا چاہئیے؟ اپنے گناہون کو یاد کرکے اگر آنکھون سے آنسو جاری ہو جائین، تو کیا پوچھنا، لیکن اگر رونا نہ آئے، تو اس پر زیادہ حسرت بھی نہ کرنا چاہئیے رسول اللہ صلعم کے متعلق یہ کسی روایت مین نہین ملتا، کہ دعا کے وقت چشم مبارک سے آنسو بھی جاری تھے، جہان میدان ختم ہوتا ہی، وہان ایک سمت ایک اونچی پہاڑی ہے، اس کا نام جبل رحمت ہی، سرور کائنات (صلعم) نے اسی کے نیچے وقوف کیا تھا اور یہین اونٹنی پر سوار ہو کر حجۃ الوداع کا مشہور و معروف خطبہ ارشاد فرمایا تھا، موقف النبی

اور موقف اعظم یہی مقام کہلاتا ہی، جبل رحمت کے نیچے بڑے بڑے سیاہ پتھر بہت سے ڈھیر ہین، اگر جگہ مل جائے، اور ہمت ہو، تو یہین کہین بیٹھ کر فراغت و یکسوئی کیساتھ دعا و مناجات مین مشغول ہو جائے، سہ پہر کے وقت امام یہین آتا ہی، اور قبلہ رخ، اونٹ پر سوار ہو کر خطبہ پڑھتا ہی اور دعائین مانگتا ہی، لوگون کو بھی چاہئے کہ دعا کے وقت حتی الامکان قبلہ رخ ہی رہین، اگر امام کے قریب پہونچ سکین، تو افضل ہی، ورنہ جہان کہین بھی ہون، وہین اپنے کام مین لگے رہین، سارا میدان عرفات بجز وادی عرنہ کے جو مسجد نمرہ سے متصل ہی، موقف ہی موقف ہی،

امام غزالیؒ، اعمال عرفات کے ذکر مین فرماتے ہین کہ:-

ودر دعا مبالغہ کند کہ سر جمع اجتماع دلہا و ہمتہائے عزیزان ست درین وقت شریف،	اس وقت خوب جی لگا کر دعا کرے، اور راز اسکا یہ ہی کہ اس وقت کیسے کیسے مقبول و برگزیدہ بندے ایک ساتھ دعا مین لگے ہوتے ہین!

اللہ اللہ! یہ عرفات کا لق و دق ویرانہ جو نہ انسان کے بسنے کے لایق ہی، نہ حیوان کے، اور جہان سال بھر انسانی آبادی تو الگ رہی، پرندہ پر بھی نہین مارتا، دم کے دم مین، آن کی آن مین، کیا سے کیا ہو جاتا ہی! دن بھر کے لئے، سیکڑون کا نہین، ہزارون کا نہین، لاکھون کی آبادی کا ایک عظیم الشان شہر آباد ہو جاتا ہی: ان مین بوڑھے بھی اور جوان بھی، بچے بھی اور عورتین بھی، شہزور پہلوان بھی، اور لب مرگ کمزور و ناتوان بھی، گورے بھی کالے بھی، سانولے بھی پیلے بھی، مشرقی بھی مغربی بھی جنوبی بھی شمالی بھی، عالم بھی عامی بھی، امیر بھی فقیر بھی، عابد و زاہد بھی، فاسق و فاجر بھی،

اور یہ سارا مجمع کیون آپ ہی آپ اکٹھا ہو رہا ہو؟ کوئی دلچپ تماشہ ہونے والا ہو؟
کوئی بزم مشاعرہ ہو؟ کوئی ہنسنے ہنسانے والی نقل دکھائی جائیگی؟ کوئی گھوڑدوڑ
ہے؟ پولو ہو؟ ہاکی یا فٹ بال کا میچ ہے؟ رستم دوران گاما ان پہلوان کی کشتی کا
دنگل ہو؟ تجارتی مصنوعات کی نمائش ہو؟ ڈربی سویپ (SWEEP) ہے؟
گھوڑون اور ہاتھیون کا بازار لگنے والا ہے؟ کسی کانفرنس، کسی کانگریس کا افتتاح
ہے؟ کسی کا لکچر ہونے والا ہے؟ کسی درگاہ پر عرس ہونیوالا ہے؟ کسی دیبی دیوتا کی
پوجا ہونے والی ہو؟ کوئی گنگا اشنان ہو؟ کوئی کمبھ میلا ہو؟ بجز ایک اللہ کی عبادت کے
بجز ایک اللہ کے حکم کی تعمیل کے، بجز ایک اللہ کے نام پر مرمٹنے کی تمنا کے، اور کوئی
شے ان ہزار ہا بندون کو، ان لاکھون کلمہ گویون کو یہان اس تپتی ہوئی ریت مین
گھسیٹ کر لائی ہو؟ مجمع دنیا مین اور بہت سے ہوتے رہتے ہین، میلے ٹھیلے خدا معلوم
کتنے ہوتے رہتے ہین، کھیل تماشون مین ٹھٹ کے ٹھٹ ہر جگہ لگ جاتے ہین، لیکن
اللہ کے نام پر جمع ہونے والون کا، لبیک لبیک کی رٹ لگا کر اللہ کا نام جپنے
والون کا اور محض بن دیکھے مولا و مالک کے آگے روتے اور گڑگڑاتے، جھکنے اور
گرنے والون کا اتنا بڑا مجمع، دریاؤن اور سمندرون کو پار کرکے، پہاڑون اور
پہاڑیون کو پھاند کرکے، دنیا کے طول و عرض مین کہین، اور وقت کے کسی حصہ
مین کبھی بھی ہوتا ہو؟ دعائین، ان اللہ والون کی نہ قبول ہونگی، تو اور کس کی
ہونگی؟ بے حساب رحمتون اور بے شمار برکتون کا نزول اُن کے سرون پر نہ ہوگا
تو اور کس پر ہوگا؟ مشہور ہے کہ آدم علیہ السلام کی توبہ اسی مقام پر اور آج ہی کے
دن قبول ہوئی تھی، یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو، لیکن بہرحال بنی آدم اپنے گناہون

کے بخشوانے کے لئے آج سے بہتر تاریخ اور یہاں سے بہتر سرزمین اور کون سی ڈھونڈھکر لائیگا!

دنیا کی کوئی قوم، روے زمین کا کوئی مذہب اس خالص توحید وخدا پرستی کے عظیم الشان مظاہرہ کا نمونہ پیش کر سکتا ہے؟ کسی نے کبھی پیش کیا؟ کوئی آج کہین پیش کر رہا ہے؟ کوئی آیندہ کبھی پیش کریگا؟ تون کے بندے بے شمار، حرص وہوا کے پرستار لاتعداد، سیر وتماشہ کے سودائی بے گنتی، لیکن دنیا آئے، پارکون اور سبزہ زارون کی سیر کرنے والی دنیا آئے، بازارون اور نمایش گاہون کی گشت لگانیوالی دنیا آئے، عجائبخانون اور چڑیاخانون مین وقت گذارنے والی دنیا آئے، اور اس بیسوین صدی عیسوی مین ایکبار ذرا اللہ کی فوج کے ان سپاہیون کو اپنے رب کے ان ستون اور دیوانون کو دیکھے، کہ اس جھلجلاتی دھوپ مین، تپتی ہوئی ریت کے اوپر ننگے سر اور پسینہ مین شرابور، مٹی مین اٹے ہوئے، اور خاک مین لتھڑے ہوئے، کس کس طرح جھک جھک کر اور گر گر کر، رو رو کر اور گڑگڑا گڑگڑا کر، اپنے ان دیکھے مولا و مالک کے آگے، مانگنے اور بھیک مانگنے کے لئے، کن کن آرزوؤن اور تمناؤن کیساتھ، کس ہجوم شوق واشتیاق کیساتھ اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہین، دعائین انکی نہ قبول ہونگی تو کس کی قبول ہونگی؟ جو کچھ مانگین گے ملے گا، جو سوال ہوگا، پورا ہوگا، لیکن اتنا کرم تو دنیا کے کریم بھی کر دکھاتے ہین، انھین تو وہ ملیگا، جو انکے وہم وخیال مین بھی نہین، یہ تو وہ پائین گے، جسکا سوال ان کے ذہن مین بھی نہین! نور کے بنے ہوئے فرشتے ظلوم وجہول انسان کی اس طاعت واطاعت

ان اللہ ینزل الی سماء الدنیا فیباھی بھم الملٰئکۃ یقول ھؤلاء عبادی

یہ دنگ رہجاتے ہین، انھین دکھایا جاتا ہے، اور جنھون نے کبھی کہا تھا، کہ انسان روے زمین

جاؤنی شعثا غبرا یرجون رحمتی ویخافون
علذ ابی ولم یرونی فکیف لو ارونی،

پر فتنہ و فساد ہی کریگا، انھین دکھا دکھا کر عرفات
کی حاضری دینے والون پر فخر کیا جاتا ہے؛

اور کہا جاتا ہے، کہ دیکھو، خاک کے پتلون کا ذوقِ جبین سائی دیکھو، آج جب اپنے
کو اتنے حجابات مین رکھا ہی، اس وقت تو ان کی تمناے دیدار اور دیوانگی کا یہ حال ہی،
پھر جس وقت حجابات اٹھ جائین گے، اس وقت، اس شمعِ رخ پر یہ پروانے کس بے اندازہ
مستی و دیوانگی سے گرین گے!

باب ۳۰

عرفات نمبر (۲)

لکھوکھا کے مجمع مین لوگ سب ہی طرح کے ہین، ہر مزاج، ہر مذاق، ہر مرتبہ کے نمونے موجود ہین، ہزارون ایسے ہین، جو عرفات کی حاضری کو ایک طرح کی تفریحی تقریب سمجھے ہوئے ہین، اور چائے پینے پلانے کی دعوتون مین مصروف ہین، سیکڑون ہزارون ایسے ہین، جو سو سو کر اپنا وقت کاٹ رہے ہین، کہین کہین دیگین چڑھی ہوئی ہین، اور اعلیٰ درجہ کی بریانی اور پلاؤ کا سامان ہو رہا ہی، پھر بھی ہزارون بندے اللہ کے ایسے بھی ہین، جو وقت کی قدر و قیمت کو پہچانے ہوئے، اور مقام کی اہمیت کو پوری طرح جانتے ہوئے، اس دوپہر کی ایک ایک گھڑی، اور اس سہ پہر کا ایک ایک لمحہ اپنے رب کے آگے ہاتھ پھیلانے اور پیشانی رگڑنے اور رونے اور گڑگڑانے، استغفار و مناجات کرنے مین بسر کر رہے ہین! انھین مین کیسے کیسے مقبول و برگزیدہ ہون گے، کیسے کیسے اپنے رب کے پیارے ہون گے، کیسے کیسے مخلص متقی ہون گے، قطب ہونگے، ابدال ہونگے، اولیا ہونگے، کاملین ہونگے، انکی دعائین کیا تنہا اپنے نفسون کے لئے ہونگی؟ ان کے رب کی رحمتون کا نزول کیا صرف انھین کے لئے ہو گا؟ اللہ اور اللہ والون سے، تنگ دلی کی بدگمانی

نعوذ باللہ! آج تو وہ دن ہے، کہ کسی کا کرم بے حساب اور رحمت بے پایان اپنے سایۂ دامن میں لے لینے کے لئے حیلہ ڈھونڈتی ہوتی ہے،، اللہ والون کی سفارش سے بڑھکر اور کیا حیلہ ہوگا، ان مقبولون کے طفیل مین خدا معلوم کتنے غیر مقبول آج مقبول بنجاتے ہین، اور کتنے مفلسون اور تہیدستون کا شمار آج سرمایہ دارون مین ہونے لگتا ہے! کریم جب دینے پر آئے، اور کریم کے در کے بھکاری مانگنے مین کمی نہ کرین، تو داد و دہش کی کمی، اہل و نااہل کس نا حقدار اور بے حقے، کھرے اور کھوٹے، سب ہی اپنی اپنی قسمتون کے حصہ کے مطابق نعمتون سے سرفراز اور دولتون سے مالامال ہو رہے ہین!

صوفیہ کے تذکرون مین آتا ہے، کہ علی بن موفق ایک بہت قدیم بزرگ گزرے ہین، حج کے لئے حاضر ہوئے، نوین شب مین منیٰ مین خواب دیکھا، کہ دو فرشتے باہم گفتگو کر رہے ہین، ایک نے دوسرے سے پوچھا، کہ اب کی کتنے حاجی آئے جواب ملا، کہ ۶ لاکھ، پھر پوچھا، کہ حج مقبول کتنون کا ہے؟ جواب ملا کہ ۶ کا! ۶ لاکھ مین کل چھ! ہول و دہشت سے آنکھ کھل گئی، اور دل نے کہا کہ اپنا شمار اُن چھ خوش نصیبون مین تو بہرحال نہین ہو سکتا، معلوم ہوتا ہے، یہ ساری محنت و مشقت بیکار ہی گئی، دسوین شب مین عرفات سے واپسی کے بعد، پھر اسی طرح خواب مین انھین دونون فرشتون کو دیکھا، ایک نے پوچھا کہ حج مقبول کل کتنون کا ہوا؟ دوسرے نے جوابدیا، کہ اُن چھ کے طفیل مین پورے چھ لاکھ کے حج قبول ہو گئے! العظمۃ للہ، ان نوازشون اور سرافرازیون کا کوئی ٹھکانا ہے!

ان رحمتوں اور بخششوں کی کوئی حد و انتہا ہے! —— ان حکایتوں پر حیرت کیوں کیجئے، کیا روزمرہ آپ نہیں دیکھتے رہتے، کہ غلہ کے انبار میں جو مٹی اور تنکے پڑ جاتے ہیں، وہ بھی غلہ ہی کے حساب سے بکتے ہیں، اور سونے میں گرد و غبار کے جو ذرّات شامل ہو جاتے ہیں، وہ بھی سونے ہی کے ساتھ تلنے لگتے ہیں! کتا ایک نجس اور ناپاک جانور ہے، اصحاب کہف کے طفیل میں کہاں سے کہاں پہونچ گیا! پھر انسان تو بہرحال انسان ہے، اور جو عرفات میں حاضر ہوتا ہے، وہ آخر اللہ اور رسول (صلعم) کا نام لیوا تو ہوتا ہی ہے، اس سے بڑھکر بدنصیب اور کون ہوگا، جو آج اور یہاں کی حاضری کے وقت بھی رسول پاک (صلعم) کے اس ارشاد مبارک کو بھلائے رکھے، کہ:-

اعظم الناس ذنبًا من وقف بعرفۃ فظن ان اللہ لم یغفر لہ،	سب سے بڑھکر گنہگار وہ ہے، جو عرفات میں حاضر ہو، اور پھر بھی یہ خیال رکھے کہ اللہ نے اُسے نہیں بخشا،

ایک زندہ بزرگ کا (خدا انھیں مدتوں زندہ و سلامت رکھے) معمول یہ سننے میں آیا، کہ وہ ۸ر کی صبح کو مکہ سے منیٰ پیادہ آجاتے تھے، اور پھر ۹ر کی صبح کو مع اپنے تین یا چار ہم مشرب و ہم مذاق یاران سلسلہ کے منیٰ سے عرفات بھی پیدل ہی آتے تھے، ایک ایک جانماز، پانی کی ایک ایک بوتل، اور بسکٹ وغیرہ کی قسم سے مختصر ناشتہ، بس اس قدر سامان ہر ہر رفیق کے ہاتھ میں، عرفات پہونچے ذرا دم لیا، غسل فرمایا، ظہر و عصر کی نماز جمع کر کے جماعت کے ساتھ مسجد نمرہ میں

ادا کی، اور اس کے بعد جبل عرفات کے دامن مین جو خشک جھاڑیان ہین، انہین سے ایک ایک جھاڑی ہر بزرگ نے اپنے اپنے لئے مقرر کرلی، اور پوری یکسوئی و فراغِ خاطر کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی عبادتون مین مصروف ہو گئے، جھاڑیان نہ اتنی قریب قریب، کہ ایک شخص کی آواز دوسرے کی توجہ مین مخل ہو، اور نہ اتنی دور دور، کہ فراغت کے بعد ساتھیون کے تلاش کرنے مین دقت ہو — یہ انتظام اگر کسی سے بن پڑے، تو کیا کہنا، یکسوئی و سکونِ خاطر کا بہترین نسخہ اور بہترین نقشہ ہی، اس سفرنامہ کے مصنف کی تقدیر بھلا ایسی رساکب تھی، اپنا تو سارا وقت، کہنا چاہیئے، کہ محض ضایع ہی ہوا، اور نفس بہانے یہ کرتا رہا، کہ قافلہ کی ضروریات، اور مستورات کے آرام وغیرہ کا انتظام کرنا ہی ایک فرلانگ طے کرکے اس کڑی دھوپ مین، ایسے پست ہمت کو مسجد نمرہ تک جانے کی توفیق کیون نصیب ہونے لگی تھی، یہی غنیمت ہوا، کہ اپنے خیمہ ہی مین مختصر سی جماعت مل گئی، مولانا مناظر صاحب ہر موقع کی طرح آج بھی ہمارے قافلہ مین سب سے زیادہ نصیبہ ور رہے، نماز پڑھنے مسجد نمرہ گئے، واپسی مین خیمہ کا راستہ بھول کر خدا جانے کہان تک بھٹک گئے، اور ساتھیون سے گم ہو کر یہان کی تنہائیون اور خلوتون مین خدا معلوم کیا کیا پالیا، ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء کی تصدیق ایکبار پھر ہو کر رہی،

ہم لوگ یہان قبل دوپہر پہونچ گئے تھے، دوپہر ہوتے ہوتے جنھین غسل کرنا تھا، وہ غسل سے، اور باقی، تازہ وضو کرکے تیار ہو گئے، سولہ آدمیون

کے لئے دو خیمے تھے ایک خیمہ مین خاص میرے قافلہ کے آٹھ آدمی (زن و مرد) آگئے دوسرے مین بقیہ آٹھ آدمی رہے، معلّم صاحب نے جو خیمے دیئے ہین، وہ آٹھ آٹھ آدمیون کے رہنے کے قابل تو کسی طرح پر بھی نہین، لیکن خیر، چند ہی گھنٹون کا معاملہ ہی، کسی نہ کسی طرح گذر ہو جائیگی، اپنے اپنے شغدف بھی خیمون سے بالکل متصل رکھوا لئے، عورتین زیادہ تر شغدفون ہی کے اندر رہین، شغدف خیمہ سے زیادہ آرام دہ ثابت ہوئے، بڑی وجہ یہ ہے کہ شغدف اونچے پلنگ کی طرح زمین سے کافی بلند ہوتے ہین، اس لئے اُن مین بیٹھکر کم از کم زمین کی گرمی سے امن رہتا ہے، خیمے اگر ہر طرف سے بند رہتے ہین، تو بڑی امس پیدا ہو جاتی ہی، دم گھٹنے لگتا ہی، پسینہ کی حد نہین، لیکن اگر خیمہ کی قناتین دو طرف سے کھول کر دروازہ سے بنا دیئے جائین، تو پھر خاصی ہوا آنے لگتی ہی، زمین خوب جلتی اور تپتی ہوتی ہے، اس پر بچھانے کے لئے کوئی موٹا فرش ہمراہ لانا ضروری ہی، اور اگر کپڑے کی کرسی یا ٹوٹ کا پلنگ ہمراہ آسکے تو یقیناً زیادہ آرام ملے گا، بمبئی سے ڈک چیر (کپڑے کی کرسی) اگر ہمراہ لیجائے، تو جہاز مین بھی بہت کام دیگی، اور عرفات و منیٰ مین بھی اسی قدر مفید ثابت ہوگی، پانی کی بابت بہت سی ڈراونی روایتین سننے مین آئی تھین، سنا تھا کہ عرفات مین پانی بہت مشکل سے، اور بہت کم، اور بہت گران، اور بہت خراب ملتا ہی، اب کی سال تو خدا کے فضل سے کوئی ایسی دقت نہین پیش آئی، پانی بیچنے والے کثرت سے پکارتے پھر رہے ہین، اور پانی کچھ ایسا گندلا بھی نہین، خاصہ صاف ہے، زیادہ گران بھی نہین، ایک کنستر یا اوسط درجہ کی مشک آٹھ آنے مین، یا اگر زیادہ چکایا جائے تو چھ آنے مین بھی مل جاتا

ممکن ہے، بعض پچھلے سالوں البتہ سنا ہے، کہ پانی بہت کم ملا تھا، اور دو دو روپیہ فی مشک کے حساب سے ملا تھا، اور بہت گندلا ملا تھا، اب کی سال اللہ کا بڑا فضل رہا، اللہ ٹھنڈا رکھے زبیدہ خاتون کی تربت کو، اسی کی تعمیر کرائی ہوئی نہر سے صدہا سال سے اللہ کی بیشمار مخلوق سیراب ہوتی چلی آرہی ہے، اور آیندہ بھی خدا معلوم کب تک اسی طرح سیراب ہوتی رہے، البتہ ضرورت اس کی ہے کہ نہر کی صفائی، پابندی اور انتظام کے ساتھ ہوتی رہے، سفری چولھا (یا ککر) اگر ہمراہ ہو تو بہتر ہے، ہم لوگوں کے ساتھ مین انگیٹھی اور کوئلے تھے، ان سے بھی کام چل سکتا ہے، مختصر کھانا بطور ناشتہ کے پک گیا، ستّو ایسے موقع پر خاص طور سے کام آتے ہین، غذا کی غذا، اور پیاس کی تسکین الگ، اور پھر بغیر کسی دشواری و اہتمام کے دم بھر مین تیار، مرمُرے (لائی) کے ستّو سب سے بہتر ہین، تال مکھانے کے ستو مناسب نہین، نقصان کا احتمال ہے، خصوصاً جبکہ طبیعت پیچش کی جانب از خود آمادہ ہو رہی ہو،

خیمون کے اس جنگل مین اپنے خیمہ سے باہر نکل کر کچھ دور تک جانا غضب کا سامنا کرنا ہے، خیمون کے نصب کرنے مین کوئی خاص ترتیب نہین ہوتی، یا اگر ہوتی ہو بھی تو کم از کم حاجی غریب کو تو اس کا علم ہوتا نہین، نہ خیمون پر کوئی نمبر یا اور کوئی خاص علامت، سیکڑون ہزارون خیمے، بس ایک ہی رنگ کے ایک ہی وضع و قطع کے، ہر طرف مسلسل چلے گئے ہین، بے پڑھون ٹھوٹون اور بوڑھیون کا ذکر نہین، اچھے خاصے جوان جہان، ہوشیار پڑھے لکھے چکرا

جاتے ہین، اپنے خیمہ سے نکل کر چند قدم چلے، کہ راستہ گم ہو گیا، اب نہ جہان جانے کے
لئے نکلے تھے، وہان پہونچ سکتے ہین، نہ اپنے خیمہ کا راستہ پاتے ہین، عجب مصیبت
وبیکسی کا وقت ہوتا ہے، راستہ پوچھین تو کس سے، اور کوئی بتانا چاہے بھی تو
کیا بتائے سب انھین جیسے ناواقف، ہم لوگ نماز کے لئے کسی بڑی جماعت کی
تلاش مین ایکبار اپنے خیمون سے باہر نکلے، لیکن چند ہی قدم چلنے کے بعد عافیت
واپسی ہی مین نظر آئی، حکومت اگر چاہے، تو ان دشواریون کا سدباب آسانی سے
کر سکتی ہی، اول تو موجودہ حالت انتشار وبے نظمی کے بجائے، خیمون کے مختلف
محلے (کیمپ) مختلف ملکون کے اعتبار سے قایم کر دینے چاہئین، مثلاً ایک محلہ مصریون
کا ایک ہندیون کا، ایک حجازیون کا، ایک جاویون کا وغیرہ وغیرہ، پھر بڑے ملکون
کے محلون کے اندر صوبہ وار تقسیم کر دینی چاہئے، مثلاً پنجاب کیمپ، بنگال کیمپ، وقس
علیٰ ہذا، اور پھر اس کے بعد خود ان صوبہ وار محلون کے اندر خیمون پر نمبر ڈال
دینے چاہئین، ہر کیمپ کا بھی ایک الگ نمبر ہونا چاہئے، اور علاوہ نمبرون کے مختلف
رنگ کے بلند جھنڈون اور جھنڈیون کے ذریعہ سے مختلف کیمپون کو ممتاز و نمایان
کرنا چاہئے، عارضی سڑکون اور روشنون کو بنا کر اور ان پر نمبر ڈال کر بھی بہت کچھ
سہولت پیدا کیجا سکتی ہی، صوبہ وار کیمپون کے اندر مختلف معلّمون کے نام بھی
ان معلمون کے حاجیون کے خیمون کے گرداگرد اگر نمایان کر دیئے جائین، تو دقتین
اور زیادہ گھٹ سکتی ہین، ان سب تدبیرون کے علاوہ چار پانچ سو کی تعداد
مین مختلف زبانین جاننے والے رضاکار یا پولیس کے رضاکارون کے کیمپ کسی
خاص نمایان رنگ کے ساتھ، میدان عرفات کے مختلف حصون مین ہونے چاہئین،

اور ان مین ایک دوسرے سے فوری پیام رسانی کے لئے عارضی ٹیلیفون کا انتظام بآسانی ہو سکتا ہی حکومت حجاز لکھو کھا روپیہ ان حاجیون سے موسم حج مین وصول کرتی ہے اگر اس مین سے دس بیس ہزار روپیہ انھین کی سہولت و آسایش کے سامان پر لگا دیا جائے تو حکومت کے خزانہ پر ہرگز کوئی بار نہین پڑ سکتا،

حکومت کے نظم و انتظام کی افسوسناک کمی صرف اسی ایک حیثیت سے واضح نہین ہو رہی تھی، عرفات سے واپسی کے بعد سننے مین آیا کہ وہان پانی، برف، شربت، فالودہ، چاے اور قہوہ کی دوکانین بھی موجود تھین خدا معلوم کہان تھین عرفات کے دوران قیام مین تو ہمارے قافلہ کو انکا پتہ کہین چلا نہین، ظاہر ہے، کہ میلون کے وسیع رقبہ مین، کسی ایک گوشہ مین، یا عین وسط مین بھی، اگر چند دوکانین ہوئین، تو دور والون کو اُن کی کیا خبر ہو سکتی ہی، بجاے کسی ایک جگہ کے چاہئے یہ تھا، کہ مختلف ملکون کے کیمپون مین الگ الگ دوکانین ہوتین، دوکانین ہوتین چاہے چھوٹی ہی، لیکن انکا متعدد ہونا، اور مختلف حصون مین پھیلا ہونا لازمی تھا، ہندوستان مین جن لوگون نے، کانگریس کے یا اس کے زمانۂ عروج مین خلافت کانفرنس کے سالانہ جلسون کے انتظامات مین حصہ لیا ہے، وہ عرفات مین بھی اپنی رضاکارانہ خدمات بخوشی پیش کر سکتے تھے، اور سعودی حکومت اگر انھین موقع دیتی تو ان خدمات کو وہ اپنے لئے وسیلۂ نجات و باعث سعادت خیال کرتے، پچھلے سالون جو کچھ ہونا تھا، ہو چکا، آیندہ کے لئے اب بھی کچھ نہین گیا ہی، حکومت حجاز کا اس موقع پر باہر کے حاجیون سے اشتراک عمل لازمی ہے، حکومت لاکھ نیک نیتی کے ساتھ کوئی

انتظامی کمیٹی قایم کرے، لیکن جب تک اُس مین مختلف زبانین جاننے والون اور مختلف ممالک کے مذاقِ طبیعت سے واقفیت رکھنے والون کو شریک نہ کرے گی، کوئی بڑی کامیابی ممکن نہین، یہ جو کچھ لکھا جارہا ہے، حاشا، اس سے موجودہ حکومتِ حجاز کی تنقیص یا اُس پر مخالفانہ نکتہ چینی مقصود نہین، بلکہ مقصود صرف آیندہ کے لئے اصلاحِ حال ہے، جس سے حاجیون کو بھی راحت پہونچے، اور حکومت بھی نیکنامی حاصل کرے،

اعمالِ حج کا رُکنِ اعظم یہی وقوفِ عرفات ہے، جس وقت سہ پہر کو (اندازہ کے لئے اوسط وقت عصر سمجھیے) امام خطبہ پڑھ چکتا ہے، تو وہ وقت عجب مسرت کا ہوتا ہے، "حج ہوگیا" "حج ہوگیا" کی صدائین ہر طرف سے آنے لگتی ہین، اور ایک دوسرے کو گرمجوشی کے ساتھ مبارکبادین دیجانے لگتی ہین، معلّمین خیمون پر آکر اپنے اپنے حاجیون کو کچھ دعائین پڑھاتے ہین، جو نہ اس وقت یاد آتی ہین، اور نہ کسی دوسری کتاب مین نظر سے گذری ہین، اور ساتھ ہی ساتھ، وہ خود اور اُن کے ملازمین اور کارندے کچھ نہ کچھ وصول بھی کرتے جاتے ہین ——— لیجئے، دیکھتے ہی دیکھتے، عصر کا وقت آخر ہونے لگا، آفتاب مین زردی آنے لگی، اور خیمے اکھڑنے شروع ہوگئے! سبحان اللہ وبحمدہ، کیا خدا کی قدرت ہے، اب تھوڑی ہی دیر مین

یہ ساری آبادی ویرانی سے بدل جائے گی، اور جہاں آج دن بھر لکھو کھا انسانوں کا مجمع رہا، وہاں اب ایک متنفس بھی نہ نظر آئیگا! اور سال بھر کی ویرانی کے بعد پھر آج ہی کی تاریخ اسی طرح کی آبادی اور چہل پہل ہو گی! آج کے دن جس طرح یہاں نماز عصر اپنے وقت سے پہلے ہٹا کر نمازِ ظہر کے ساتھ ملا کر پڑھ لی گئی، اسی طرح حکم ہے کہ آج نمازِ مغرب بھی اپنے وقت سے پیچھے ہٹا دی جائے، اور بجائے یہاں پڑھنے کے مزدلفہ پہونچ کر، رات گئے، نمازِ عشا کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے، بعض ناواقف بیچارے جلدی جلدی یہین نمازِ مغرب ادا کرنے کے لئے نیت باندھ رہے ہین، ناواقفیت کی بنا پر مواخذہ سے تو غالباً بچ جائین، لیکن اتباعِ سنت کا اجر تو بہر حال اپنے ہاتھوں کھو رہے ہین، ہزارہا ایسے ہین، جو جلد بازی کر کے کچھ دن رہے ہی روانہ ہو جاتے ہین مسنون وقت روانگی کا، غروب آفتاب کے بعد ہے، لیجئے، آفتاب غروب ہونے لگا، سب کے خیمے اکھڑ چکے، ہمارے خیمے اکھڑ ہی رہے تھے، کہ بے شان وگمان، بغیر کسی موسمی توقع و تغیر کے، دفعتہً آسمان پر ایک طرف سے ابر کا ٹکڑا آتا ہوا نمودار ہوا، دو چار بار بجلی چمکی، بوندین شروع ہوئین، اور چند ہی لمحون مین اچھی خاصی بارش ہونے لگی! کریم کی کریمی اور مولا کی رحمتوں کی تھاہ کون پا سکتا ہے! احرام پوشوں کے جسم کہاں تو ابھی جھلجلاتی ہوئی دھوپ مین تپ رہے تھے، اور کہاں ابھی پانی مین لت پت ہونے لگے، بارش ہوئی، اور خوب اچھی طرح ہوئی لوگ بھیگے اور خوب بھیگے "بارانِ رحمت" کا لفظ سنا بارہا تھا، حقیقۃً "بارانِ رحمت" کا مشاہدہ آج ہی ہوا! لوگ کہتے تھے، اتنی بارش

عرفے کے دن سالہا سال کے بعد ہوئی ہی، بزرگون نے کہا ہے، کہ عرفات کی بارش حج کی مقبولیت کی علامت ہی، یہ اگر سچ ہے، تو خدا ہی کو علم ہی، کہ اب کی حج مین کون اللہ کا شیر شریک تھا، بارش پانی کی کیون تھی، یون کہئے کہ عفو و مغفرت کی بارش تھی، اور جو جو بوند جسم پر گرتی تھی، بس یہ معلوم ہوتا تھا، کہ معاصی کی سیاہیان دھل رہی ہین!

باب ۳۱

مزدلفہ

حج کا رکن اعظم بحمد اللہ ختم ہو چکا، اس وقت دل کی مسرتون کا کیا پوچھنا، جس پر گزری ہے، وہی اندازہ کر سکتا ہی، ہر چہرہ کھلا جارہا ہی، ہر طرف مسرت و انبساط، عرفات کے بعد ہی حاجیون کو مزدلفہ مین قیام کرنا ہوتا ہی، یہ ایک وسیع میدان کا مشہور نام ہی، جو منیٰ و عرفات کے درمیان واقع ہے، منیٰ سے عرفات کے دو راستے ہین، ایک سیدھا اور ایک کسی قدر چکر سے، منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے سیدھے راستہ سے جانا مسنون ہی، اُدھر مزدلفہ نہین پڑتا، عرفات سے واپسی دوسرے راستہ سے مسنون ہی، جو ذرا چکر کھا کر ہے، مزدلفہ اسی راستہ مین پڑتا ہے، عرفات سے اس کا فاصلہ ۷۔۸ میل ہوگا، اور منیٰ یہان سے ڈھائی میل رہجاتا ہی، اس میدان کا معروف نام مزدلفہ ہی، قرآن مجید مین اس کا نام مشعر الحرام آیا ہی، اور یہان کے قیام کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے، کہ خود کلام پاک مین یہ تصریح موجود ہے، کہ عرفات سے واپسی مین مشعر الحرام مین ذکر الٰہی کرو، فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام، مشعر الحرام کے مفہوم مین سارا میدان داخل ہی، اور ایک مسجد بھی یہان اسی نام سے موسوم و مخصوص ہے، علماء لکھتے ہین

کہ لفظ مزدلفہ مشتق ہے "ازدلاف" سے، جس کے معنی قریب ہونے کے ہین، اور اس میدان کا نام مزدلفہ اس لئے پڑا، کہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام جنت سے نکلنے کے بعد پہلے یہین ملے تھے، ۹ اور ۱۰ کی درمیانی شب یہین بسر کرنی ہوتی ہے، فقہا لکھتے ہین، کہ مزدلفہ مین داخل ہوتے وقت اگر پاپیادہ ہو، اور غسل بھی کرلے، تو بہتر ہے۔ والمستحب ان یدخل المزدلفہ ماشیاء الغسل لدخولھا (فتح القدیر)

اگر ضعیفی، کمزوری یا بیماری کے عذر قوی کی بناپر یہان کا قیام ترک کردیا جائے تو مضایقہ نہین، لیکن بغیر کسی قوی عذر کے محض تن آسانی کے خیال سے یا ہجوم سے بچنے کے لئے، یہان قیام نہ کرنا اور عرفات سے سیدھے منیٰ چلے جانا ہرگز مناسب نہین، امام اوزاعیؒ اور بعض تابعین کے نزدیک تو وقوف مزدلفہ رکن حج ہے یعنی فرائض حج مین داخل ہے، یعنی اگر یہ فوت ہوگیا تو حج ہی فوت ہوگیا (جیسا کہ قاضی ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد مین اس جماعت کا مذہب نقل کیا ہے) اور قاضی خان نے ایسا ہی مذہب امام مالکؒ کا بھی نقل کیا ہے، حنفیہ کے ہان گو وہ رکن حج نہین، لیکن مرتبۂ وجوب رکھتا ہے، اور کسی نے بلا عذر خاص، یہان کا قیام ترک کردیا، تو اُسے قربانی دینی ہوگی، آج کی شب مبارک، بعض فقہاء و محدثین کے بیان کے مطابق، شب قدر سے بھی بڑھکر ہے، جہان تک ممکن ہو، ساری رات تلاوت اور نماز اور مناجات و استغفار مین گزارے، آج جو ساری رات جاگ گیا، وہ خود کیا جاگا، اس کا نصیبا جاگ گیا، بہرحال جتنی دیر بھی ممکن ہو، عبادت ہی مین وقت گذارنا چاہئے، عرفات سے آتے ہوئے، راستہ

مین اللہ اکبر اللہ اکبر و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر و للہ الحمد، پڑھتا ہوا آئے اور لبیک اور استغفار کو بھی جاری رکھے، مزدلفہ پہونچ کر کوئی خاص دعا منصوص نہین، مناسک کی کتابون مین متعدد دعائین لکھی ہوئی ہین، راستے مین وہ وادی بھی پڑتی ہے، جہان خانۂ کعبہ اور ربّ کعبہ کا مشہور دشمن ابرہہ، اپنے زمانہ کی پرقوت امپیریلزم (جہانگیریت وقیصریت) کا نمایندہ مع اپنے سارے سازوسامان، لاؤ لشکر کے، دم کے دم مین ہلاک ہوگیا تھا، اس وادی کا نام وادی محسّر ہے، فقہاء رحمہم اللہ لکھتے ہین، کہ جب اس وادی سے گزرے تو سواری کو تیز کردے، اور یہ دعا پڑھے،

اللھم لا تقتلنا بغضبك ولا تھلكنا بعذابك وعافنا قبل ذالك،	اے اللہ ہم کو نہ مارنا اپنے غضب سے، اور نہ ہلاک کرنا اپنے عذاب سے، اور معاف کردینا اس سے پہلے ہی،

دعا کے الفاظ بہتون نے دہرائے ہونگے، خدا معلوم کسی کے دل سے ان قومون کی بھی تباہی وبربادی کی دعائین نکلین، جو آج چودھوین صدی ہجری مین، کعبہ اور ربّ کعبہ کی عداوت مین، اس پرانی اور برباد شدہ قوم سے کہین بڑھی ہوئی ہین، جن کی جلدین سفید ہین، مگر جن کے دل عداوت حرم مین حبشہ کی اس قوم کے چہرون سے کہین زیادہ سیاہ ہوچکے ہین، اور جن کو ابرہہ کے ہاتھیون سے کہین بڑھ چڑھکر آج اپنے توپ خانون، ہوائی جہازون اور مسلح موٹر کارون پر دعویٰ اور غرہ ہے؟

عرفات سے چلنے مین کچھ دیر تو بارش کی وجہ سے ہوئی، اور کچھ وقت معلم صاحب

کی خوش انتظامیون کی نذر ہوا، بہر حال غروبِ آفتاب کو کوئی قریب آدھ گھنٹہ کے ہوا ہوگا جب ہمارا قافلہ روانہ ہوا، مولانا مناظر صاحب کی گمشدگی سے ہمارے ساتھیون مین ایک کی کمی ہو گئی تھی، اور اونٹ کے سفر مین یہ کمی ایک اہمیت رکھتی ہے، بغیر دو سواریون کے شغدف کی میزان برابر نہین رہتی، اگر شغدف مین صرف ایک ہی طرف ایک سواری بیٹھی ہو تو شغدف اس طرف جھک کر زمین پر گر جاتا ہی، خیر، مولانا کی جگہ پر معلم صاحب کے صاحبزادہ نے قبضہ کیا، اور قافلہ چلا، اِس وقت کے سفر کی کیا کیفیت بیان ہو، عرب مین اونٹون اور موٹرون پر سفر بہت سے کئے، دن اور رات کے مختلف حصون مین بھی کئے، لیکن اتنا پر لطف، اتنا دلکش، اتنا فرحت انگیز سفر نہ اس کے قبل کوئی ہوا نہ اس کے بعد، چاندنی رات، پانی برس کر آسمان بالکل کھل چکا تھا، کھلے ہوئے آسمان مین شب دہم کا چاند، ہر طرف روشنی پھیلی ہوئی، بارش ہو جانے سے موسم کی حالت بالکل بدلی ہوئی، نہ تپش، نہ لو، نہ گرد، نہ اُمس، اس کے بجائے خوشگوار خنکی، لطیف و سبک ہواؤن کے جھونکے چلے آرہے ہین، یہ معلوم ہو رہا ہی کہ اپنے صوبہ یوپی مین مارچ یا اکتوبر کے مہینے کی شام ہی! مصری اور بدوی حاجی حج کی خوشی مین طرح طرح کے ترانے گا رہے ہین، پہاڑیون سے آواز ٹکراتی ہی، تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ گویا پہاڑیان اور چٹانین بھی جشنِ مسرت وطرب مین شریک ہین! طرح طرح کی بڑی بڑی مشعلین اور گیس کی روشنیان نورٌ علی نور، داہنے اور بائین، آگے اور پیچھے، سوپچاس نہین، ہزارہا اونٹ، اوپر نظر اٹھائیے، تو دلکش اور پیارا آسمان، نیچے دیکھئے تو مضبوط اور بوجھ اٹھانے والی زمین، ادھر ادھر نظر دوڑائیے، تو ہر طرف پہاڑیون کا

سلسلہ سورۂ غاشیہ کی آیات کریمہ اَفَلَا یَنظُرُونَ اِلَی الاِبِلِ کَیفَ خُلِقَت وَاِلَی السَّمَاءِ کَیفَ رُفِعَت وَاِلَی الجِبَالِ کَیفَ نُصِبَت وَاِلَی الاَرضِ کَیفَ سُطِحَت، کی دلنشین تفسیر، بغیر کسی لفظ وعبارت کی وساطت کے، زبان حال سے از خود ہوتی چلی جارہی ہے! فقہا لکھتے ہین، کہ مزدلفہ کے راستہ مین تکبیر وتہلیل اور اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوا آئے زبان سے حمد وثنا تو بارہا ہوئی، یہ وہ نادر وقت ہی جب دل بھی زبان کا شریک ہورہا ہی! اور ایک قلب ہی کے مضغہ گوشت پر کیا موقوف ہی، ہر ہر بن مو اس وقت شکر نعمت کی صدائین دیرہا ہی، صبر کے مرحلہ اس سفر مین جھیلنے کو بکثرت ملتے ہین، یہ موقع خالص مرتبۂ شکر کے طے کرنے کا ہی! شکر گذارون کی تو ہر گھڑی شکر مین گذرتی ہے، یہ گھڑی وہ ہے، کہ ناشکرے بھی شکر گذار بنجاتے ہین! اللہ اکبر ولا الٰہ الا اللہ والحمد للہ،

کوئی دو گھنٹہ مین مزدلفہ پہونچ گئے، یہان صرف ایک ہی رات بسر کرنی ہوتی ہی، اور افسوس ہے کہ بہت سے لوگ تو اتنا بھی نہین کرتے، گذرتے ہوئے، سیدھے منیٰ چلے جاتے ہین، اس لئے یہان خیمے وغیرہ نہین لگتے، یون ہی کھلے میدان مین لوگ زمین پر بستر بچھا کر یا اپنے شغدفون کے اندر لیٹ کر گزار دیتے ہین، خاصا وسیع میدان ہے، جگہ کی چپقلش نہین ہونے پاتی، کھانے کی دوکانین بہ کثرت، پورا بازار لگا ہوا، جابجا روشنیان بھی نصب، ہلکی خنکی، سنا ہی، اس میدان مین عموماً رہتی ہے، اب کی سال تو اچھی خاصی خنکی ہی، پانی کی دقت اب کی سال کچھ نہین ہوئی، نہ زیادہ گران نہ زیادہ گندلا تھا، اور ملا بھی خاصی افراط کے ساتھ

قیام اگر مسجد مشعر الحرام کے متصل جبل قزح پر ہو سکے، تو سبحان اللہ ہم لوگوں کے نصیب ایسے کہاں تھے معلم صاحب نے اپنی مہربانی سے جہاں چاہا، ہمارے اونٹ بٹھلا دیئے مسجد مین اذان کب ہوئی، اس کی خبر بھی نہ ہوئی اور نہ کسی کی ہمت پڑی، کہ مسجد کی تلاش مین اپنا قافلہ چھوڑ کر روانہ ہو، اور گم ہو جانے کا قوی خطرہ اختیار کرے پہونچنے کے ساتھ ہی نمازِ مغرب وعشا، بغیر درمیان مین کوئی نفل پڑھے یا کسی او طرح فاصلہ دیے، جمع کر کے اپنے قافلہ کی جماعت کے ساتھ پڑھی گئی، آج کے دن حالتِ احرام مین نمازِ مغرب وعشا، مزدلفہ ہی مین آکر عشا کے وقت اکٹھے پڑھنا، کم از کم حنفی مذہب مین ضروری ہے، یہان تک کہ اگر کسی نے نماز مغرب مزدلفہ کے راستہ مین پڑھ لی، تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ نماز درست نہین ہوئی، اور چاہیئے کہ مزدلفہ مین پہونچ کر اسے دوبارہ پڑھے، اس وقت کے لئے اذان اور اقامت بھی ایک ہی ہے یعنی مغرب وعشا کے لئے الگ الگ تکبیر کہنے کی ضرورت نہین، ایک ہی تکبیر دونون نمازون کے لئے کافی ہوگی،

ان مسائل سے عموماً ناواقفیت ہے، یا اگر واقفیت بھی ہے، جب بھی بے پروائی برتی جاتی ہے، نمازِ مغرب کوئی صاحب عرفات ہی مین پڑھ لیتے ہین، اور کوئی صاحب راستہ مین، نماز عشا بھی بعض جلد باز حضرات راستہ مین پڑھ لیتے ہین۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ یہان پہونچ کر ایک نظر فقہا، کی تصریحات پر کر لیجائے، صاحبِ درِ مختار لکھتے ہین :-

وصلّی العشائین باذانٍ واقامة — اور مغرب وعشا دونون نمازین مزدلفہ مین

لان العشاء فی وقتہا لم تحتج الی الاعلام کما لا احتیاج ھنا لذلک ولو صلی المغرب والعشاء فی الطریق او فی عرفات اعادہ،	پڑھے، ایک اذان اور ایک اقامت سے کیونکہ عشا کی نماز تو اپنے وقت ہی پر ہو رہی ہے اور اس لئے اس کے اعلام کی حاجت نہین جیسا کہ یہان اس جمع بین الصلوتین کے لئے امام بھی ضروری نہین، اور اگر مغرب یا عشا کی نماز راستہ مین یا عرفات مین پڑھ لیجائے تو چاہیے کہ یہان دہرا لے،

اور یہی در مختار کے دونون شارحین طحطاوی و شامی نے اختیار کیا ہے،

صاحب کنز کہتے ہین:۔

ولم تجز المغرب فی الطریق	آج کے دن مغرب کی نماز راستہ مین پڑھ لینی جائز نہین،

ان کے شارح صاحب بحر الرائق فرماتے ہین:۔

لم تحل صلوٰۃ المغرب قبل الوصول الی مزدلفۃ	مزدلفہ پہونچنے سے قبل نماز مغرب پڑھ لینا جائز نہین،

صاحب بدایع الصنایع لکھتے ہین:۔

ولو صلی المغرب بعد غروب الشمس قبل ان یاتی مزدلفۃ فان کان یمکنہ ان یاتی مزدلفۃ قبل طلوع الفجر لم تجز صلوتہ وعلیہ اعادتہا ما لم یطلع الفجر فی قول ابی حنیفۃ و محمد	اگر کسی نے اس دن غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب مزدلفہ پہونچنے سے قبل ہی پڑھ لی، تو اگر یہ بھی اسکے امکان مین قبل طلوع فجر مزدلفہ پہونچ جاتا ہے، تو اسکی یہ نماز صحیح نہین ہوئی

وزفر والحسن

اور امام ابوحنیفہؒ ومحمدؒ وزفرؒ وحسنؒ کے قول کے مطابق قبل فجر، اس نماز کا اعادہ کرنا چاہئے،

اور لباب المناسک مین ہی۔

ولا یصلی المغرب ولا العشاء بعرفات ولا فی الطریق حتی یدخل مزدلفة وینزل بہا...... لو صلّی الصلاتین او احدہما قبل الوصول الی مزدلفہ لم یجز وعلیہ اعادتہما بہا اذا وصل،

مغرب اور عشا کی نمازین نہ عرفات مین پڑھنی چاہیین اور نہ راستہ مین یہان تک کہ مزدلفہ آجائے، اور حاجی وہان اُترے.......

.......اور اگر کوئی نماز یا دونون نمازین مزدلفہ پہونچنے سے قبل پڑھ لی ہین، تو وہ درست نہین ہوئین، اور انکا اعادہ وہان پہونچ کر لازم ہے،

اور ہدایہ مین ہی۔

ویصلی الامام بالناس المغرب والعشاء باذان واقامة واحدة...... ومن صلی المغرب فی الطریق لم یجزہ عند ابی حنیفةؒ ومحمدؒ،

امام جماعت کے ساتھ مغرب اور عشا کی نمازین صرف ایک ہی اذان واقامت کے ساتھ ادا کرے،.......... اور اگر کسی نے مغرب کی نماز راستہ ہی مین پڑھ لی، تو امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز درست نہین ہوئی،

صرف ایک امام ابویوسف سے اختلاف منقول ہی مگر فقہا مین سے کسی نے ان کے قول پر فتوی نہ دیا،

عالم اسلامی مین جو بدنظمی و انتشار سرایت کئے ہوئے ہی، اسکا نمونہ جس طرح عرفات
مین دیکھنے مین آیا تھا، یہان بھی دیکھنا پڑا! اتنا بڑا مجمع، اور نہ کسی قسم کا نظم تنظیم، ایک
طوائف الملوکی سی پھیلی ہوئی، رات کا وقت، اجنبی ملک، اجنبی زبان، ممکن نہ تھا
کہ کوئی شخص اپنے قافلہ سے کسی ضرورت کے لئے جدا ہو، اور پھر وہان تک آسانی
سے واپس پہونچ سکے، بازار تک پہونچ جانا تو خیر آسان تھا، اس لئے کہ دکانون
پر خوب روشنی ہورہی تھی، اور دور سے نمایان تھین لیکن بازار جاکر واپس آنا چاہے
تو آخر کس پتہ، کس نشان سے واپس آئے؟ ہمارے ساتھ کی بیویان، دن بھر کے سفر
اور تکان کے بعد قدرۃً بھوکی تھین، قافلہ کے دو تین مرد بازار کھانے لینے کو گئے،
واپسی مین راستہ بھولے، اور ان پر جو کچھ گذری، بس انھین کا دل جانتا ہی، ایک ہی
طرح کے ہزارہا اونٹ اور ہزارہا شغدف ہر طرف نظر آرہے تھے، بالکل بھول
بھلیان کا سا منظر، قدم قدم پر بھٹکتے تھے، اور اپنے قافلہ والون کو چیخ چیخ کر بلاتے
پکارتے گلے پڑ پڑ گئے، جب جاکر کس مشکل سے پہونچ پائے ہین، کیا حکومت کی استطاعت
سے یہ باہر ہے، کہ مختلف ملکون کے حاجیون کے لئے مختلف عارضی سڑکین ایک شب
کے لئے تیار کرادے، اور ان سڑکون کے نام انھین ملکون کے نام پر رکھدے مثلاً ہند
مصر یہ وغیرہ، اور پھر ان سڑکون کو مختلف قطعات (PLOTS) مین تقسیم کرکے
ہر ہر قطعہ (پلاٹ) پر ایک ایک معلم کے لئے نمبر ڈال دے، اور سڑکون
کے نامون اور ان نمبرون کو روشنی مین خوب نمایان کردیا کرے؟ اور پھر بھٹکے ہوون
کی رہنمائی اور رہبری کے لئے تربیت پائے ہوئے، اور مختلف زبانین جانتے والے
باقاعدہ اور مستعد رضاکارون اور پہرہ دارون کے اگر صرف چند ہی دستے مقرر

ہوجائین، تو غریب پردیسیون کو کتنی سہولت اور کتنی آسائش ہوجائے! سلطان کے مشیرون خصوصاً ہندسی مشیرون نے خدا معلوم کبھی رفاہِ خلق وخدمتِ حجاج کی ان صورتون کا بھی مشورہ پیش کیا ہی؟

مزدلفہ مین قیام صرف شب بھر رہتا ہی، ۱۰ کی صبح کو، امام کو چاہئے، کہ مسجد مشعر الحرام مین نماز اول وقت یعنی صبح صادق طلوع ہوتے ہی اندھیرے مین پڑھ لے، صحیحین مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت موجود ہی، کہ آج کے دن حضور صلعم نے نمازِ فجر معمولی وقت سے پہلے پڑھی تھی، علماءِ حنفیہ نے بھی اسی وقت پر زور دیا ہے، نماز کے بعد چاہئے کہ عرفات کی طرح یہان بھی قبلہ رخ ہوکر وقوف کرین، اور خوب جی لگاکر دعائین مانگین، مقبولیتِ دعا کی یہ خاص جگہ اور خاص گھڑی ہے، اس سے فارغ ہوکر آفتاب نکلتے نکلتے یہان سے منیٰ کی طرف روانہ ہوجانا چاہئے، اور منیٰ پہونچکر شیطانون پر جو کنکریان ماری جائین گی، انکا بھی یہین سے چن لینا مسنون وافضل ہی، منیٰ مین اگر ۱۳ تک رہنے کا قصد ہو تو ۷۰ کنکریان گن کر لے لے، اور اگر صرف ۱۲ ہی تک ٹھہرنا منظور ہو تو ۴۹ کنکریان کافی ہون گی، کنکریان چھوٹی ہون تو بہتر ہی، دانہ باقلہ کے برابر، اگر اس سے بڑی یا چھوٹی ہون تو بھی جائز ہی، ان کنکریون کو دھوکر ساتھ رکھنا لینا چاہئے، نجس کنکری پھینکنا مکروہ ہے وقوفِ مشعر الحرام کے وقت یہ دعا پڑھے، تو افضل ہی:-

اللّٰھم بحق مشعر الحرام والبیت الحرام والشھر الحرام والرکن	اے اللہ، مشعر الحرام کے حق سے، اور خانہ کعبہ کے حق سے، اور اس پاک مہینہ کے حق سے، اور

ورالمقام بلغ روح محمد منا التحیۃ والسلام وادخلنا دار السلام یاذوالجلال والاکرام،	حجر اسود اور مقام ابراہیم کے حق سے، محمدؐ کی روح کو ہمارا درود وسلام پہونچا دے اور اے بزرگی وعظمت والے ہم کو رحمت کے گھر (جنت) مین داخل کر،

اس کے بعد الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے، اور لبیک کہے، اور درود پڑھے، اور پھر جو حاجت چاہے، دونون ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے،

اعمالِ حج کا سارا سلسلہ ادھر سے عبدیت وانابت، اور اُدھر سے رحمت ومرحمت کا ایک مسلسل مظاہرہ ہے، مہمان کو اپنے گھر بلا کر شریف اور کریم النفس میزبان کیسی کیسی خاطرین کرتے ہین، لطف ومدارات مین کیا کوئی کسر اٹھا رکھتے ہین؟ پھر وہ جو سب کریمون سے بڑھکر کریم، اور سب حاتمون سے بڑھکر حاتم ہی، جو کرم اور کریمی سب کا خالق وپروردگار ہی، کیا وہ اپنے گھر کے مہمانون پر لطف ونوازش کی بارش کرنے مین کوئی بات اٹھا رکھے گا؟ اس کے خزانہ مین مغفرت ومرحمت کی کوئی کمی ہے؟ اس کے جود وعطا مین بخل کی کسی آمیزش کا امکان ہی؟ میدان عرفات مین آپ کے سرورؐ وسردار نے آپ کے حق مین، اپنے مولا وپروردگار کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر جو کچھ مانگا تھا، اور وہان سے جو کچھ ملا تھا، اس سے آپ واقف ہو چکے، اب سنئے کہ آپ کا اور ساری دنیا کا وہ غمخوار اور غمگسار، جب عرفات سے مزدلفہ پہونچا ہی، تو کیا مانگتا ہی، اور کیا پاتا ہی، کیا طلب کرتا ہے، اور کیا کیا ملتا ہے، خوب یاد رہے، کہ مانگنے والا کون تھا، اور دینے والا کون تھا، عیاں

بن مرداس سلمی سے روایت ہے کہ

ان رسول الله صلی دعا لامته عشیة
عرفة بالمغفرة فاجیب انی قد غفرت
لهم ما خلا الظالم فانی آخذ للمظلوم
منه قال ای رب ان شئت اعطیت
المظلوم الجنة وغفرت
للظالم فلم یجب عشیة فلما
اصبح بالمزدلفة اعاد الدعاء فاجیب
الی ما سال قال فضحك رسول الله
صلعم او قال تبسم فقال ابو بکر
وعمر بابی انت وامی ان هذه
لساعة ما کنت تضحك فیها
فما الذی اضحکك قال
ان عدو الله ابلیس لما علم ان
عز وجل قد استجاب دعائی وغفر
لامتی اخذ التراب فجعل
یحثوه علی راسه ویدعو بالویل
والثبور فاضحکنی ما رایت من
جزعه (ابن ماجه)

رسول اللہ صلعم نے عرفات مین سہ پہر کے وقت اپنی امت کی
مغفرت کی دعا کی تو جواب ملا کہ ہم نے بخش دیا تیری امت
کو بجز اُن لوگون کے کہ جو دوسرون کے حقوق تلف
کرنیوالے ہین مظلومون کا بدلہ ضرور لیا جائیگا، اسپر آپنے
پھر عرض کیا کہ اے پروردگار اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت
دیکر اسے اسپر راضی کر سکتا ہے کہ وہ ظالم کو معاف کریدے
اور ظالم کی بھی مغفرت کردے اسکا کچھ جواب نہ ملا یہان
تک کہ آپ عرفات سے مزدلفہ مین آگئے اور یہ مزدلفہ مین
صبح سویرے آپنے پھر یہی دعا کی، اس وقت یہ دعا قبول
ہوگئی، اس وقت آپ مسرت سے ہنس پڑے یا تبسم فرمانے
لگے ابوبکر رضؓ وعمر رضؓ نے عرض کی کہ ہمارے مان باپ حضور
پر فدا ہون آپ ان اوقات (دعا و مناجات) مین تو کبھی
ہنستے نہین تھے آپ اللہ کو ہنستا ہی رکھے اسوقت آپ کیسے ہنسے
آپنے ارشاد فرمایا کہ جسوقت اللہ کے دشمن ابلیس نے یہ دیکھا
کہ اللہ نے میری دعا قبول فرمائی اور میری (ساری) امت
کی مغفرت کا پروانہ مرحمت ہوگیا تو زمین سے خاک اٹھا اٹھا
کر اپنے سر پر ڈالنے لگا، اور غم وغصہ سے لوٹنے لگا
تو مجھے یہ جزع وفزع دیکھکر ہنسی آگئی،

باب ۳۳

منیٰ بعد حج نمبر(۱)

حج کے سلسلۂ اعمال مین عرفات اور مزدلفہ کی حاضری تو کہنا چاہیے کہ بس
گھڑی سواری ہی ہوتی ہی، عرفات مین جاتے ہوئے منیٰ مین بھی کچھ ایسا طویل
قیام نہین ہوتا، البتہ عرفات و مزدلفہ سے واپس آکر منیٰ مین ایک خاصہ طویل قیام
ہوتا ہے یعنی ۱۰ر کی صبح سے لیکر کم سے کم ۱۲ر کی شام تک، ورنہ ۱۳ر تک اس تین
چار دن کے عرصہ مین مختلف واجبات و سنن ادا کرنے ہوتے ہین، مثلاً شیطان کے
کنکریان مارنا، قربانی کرنا، سر منڈانا وغیرہ، اور اسی درمیان مین مکہ جاکر خانۂ کعبہ
کا فرض طواف بھی ادا کرنا ضروری ہے، اس سے پہلے جتنے طواف کئے تھے، وہ
کوئی حج کے فرض طواف نہ تھے، حج کا فرض طواف وہی ہی، جو عرفات سے واپسی
کے بعد ادا کیا جائے، ہم لوگ ۱۰ر ذی الحجہ (یکشنبہ) کو دن نکلے مزدلفہ سے روانہ
ہوئے تھے، اور ڈھائی گھنٹے مین منیٰ پہونچ گئے، آج کے ہجوم اور کشمکش کا کیا
پوچھنا! منیٰ کے حدود شروع ہونے تھے، کہ ہجوم کی زیادتی بھی محسوس ہونے لگی،
ایک ہی سڑک اسی پر اونٹ بھی چل رہے ہین، گھوڑے گدھے اور خچر بھی، پیدل

چلنے والے انسان بھی، اور کہین کہین موٹر بھی! آنے والون کے لئے بھی، وہی راستہ، اور جانے والون کے لئے بھی وہی! نہ کسی قسم کی ترتیب تنظیم، نہ پولیس کی طرف سے انتظام، نہ کسی اور محکمہ کی طرف سے، ہر ایک کی یہی کوشش کہ جس طرح ممکن ہو، دوسرے کو دھکا دیکر اپنے لئے جگہ پیدا کرے، چپقلش کا اندازہ سمجھ رکھنے والے ناظرین کے لئے دشوار نہیں! اونٹ سے اونٹ لڑ رہے ہین، اور شغدف سے شغدف ٹکرا رہے ہین، اونٹ اپنی طرف زور زور سے بلبلا رہے ہین، اور ان بے زبان جانورون سے کہین زیادہ چیخ چیخ کر ان کے زبان دراز جمّال اور معلّم، اور معلمون کے کارندے آسمان سر پر اُٹھائے ہوئے ہین! اور شغدفون کے اوپر جو سواریان بیٹھی ہوئی ہین، کچھ نہ پوچھئے، کہ خوف و دہشت سے اُن کی کیا حالت ہو رہی ہے! کچھ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلّا رہے ہین، اور یہ سمجھ رہے ہین، کہ ان کا شغدف اب گرا اور اب گرا، اور کچھ بدحواس ہو کر بالکل چپ سادھ گئے ہین! اور گرد و غبار کی تو حد ہی نہین، ہاتھ اور پیر، کان اور ناک، سر اور منہ، سب خاک سے اٹے ہوئے! اِس وقت اپنی جانِ عزیز کے لالے پڑے ہوئے ہین، صفائی اور پاکیزگی کا خیال کس کو!

بڑی فکر یہ سوار تھی، کہ چل کہان رہے ہین، اور منزل پر ہو کر اتر ین گے کہان ؟ عرفات کے میدان مین قیام کرکے خوب تجربہ ہو چکا تھا، کہ عرب کی بے پناہ گرمی سے معلّم صاحب کے عنایت کئے ہوئے، دو تنگ اور ہلکے خیمے کہان تک پناہ دے سکتے ہین، پھر وہان تو چند گھنٹے کا معاملہ تھا، کسی طرح گذر ہو گئی

یہان پورے تین دن قیام کرنا ہی، قربانیان ہونگی اور قربانیون کے بعد اپنے ہاتھون کی پیدا کی ہوئی گندگی اور عفونت کی بنا پر جو وبائی بیماریان پھیلین گی، انکا کیا علاج ہوگا؟ دماغ مین یہ فکرین گونج ہی رہی تھین، کہ مہربان معلم صاحب نے یہ مژدہ سنایا کہ خیمے ہنوز نصب نہین ہوئے۔ بلکہ ہم لوگون کے پہونچ لینے کے بعد کہین نصب ہونے شروع ہون گے! انا للہ، اس کو چھوڑئے کہ نصب کس مقام پر ہونگے، وہ جگہ کیسی ہوگی، ابھی سرے سے نصب ہی نہین ہوئے ہین، اور نہ ان کے نصب ہونے کی کوئی عجلت ہی! فرنگی قومون کا نکتہ چین مدبر سچ سے بڑھکر اور کون ہوگا، لیکن ایسے موقعون پر شرم وندامت سے کہنا پڑتا ہی، کہ ہمارے دیندار، کاش ان بے دینون ہی سے کچھ سبق حاصل کرتے! بڑے سے بڑے مجمع ان دنیا پرستون کے ہان بھی ہوتے ہی رہتے ہین، پھر آخر وہ کس طرح خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے مہمانون کی راحت اور پردیسیون کی آسایش کا سامان بات کی بات مین کر دیتے ہین اور پردیس کو دیس سے بھی کہین بڑھکر خوشگوار بنا دیتے ہین! یہ بالکل صحیح ہی، کہ عبادت عبادت ہی کے لئے کیجاتی ہی، نہ کہ لذت اور مزہ داریون کے لئے، لیکن بلا ضرورت مشقت اور تعب برداشت کرنا اور عبادت کو بلا وجہ تکلیف دہ اور ناخوشگوار بنا دینا، یہ آخر کس آئین شریعت وقانون طریقت کے مطابق ہی؟

پختہ مکانات کی قدر آج جا کر معلوم ہوئی، اپنے دیس مین آنکھ کھولی، تو پختہ مکان کے اندر، ساری عمر حویلیون اور کوٹھیون ہی مین گذری، دل نے معمولی بات اور انھین اپنا فطری حق سمجھکر ان کی قدر نہ پہچانی، اور ایک اسی پر کیا موقوف

ہے، اللہ کی جو بھی نعمت بلا مشقت اور فراوانی کے ساتھ ملتی رہتی ہے، ان سب کے ساتھ اپنی ناشکر پن کا یہی معاملہ رہتا ہے، آج جب اپنے قبضے مین کوئی پختہ چھت نہ تھی، اور یہ تصور پیش نظر تھا کہ مئی کے مہینے مین عرب کے ملک مین تین دن اور دو راتین مع ایک پورے قافلہ کے، کھلے میدان، یا کپڑے کی چھپت کے نیچے کاٹنی ہونگی، تو زندگی مین پہلی بار یاد پڑا، کہ پختہ مکان کا میسر آجانا بھی اللہ کی ایک خاص نعمت ہے، اور اللہ کے بیشمار بندے ایسے ہین، جو ساری ساری عمرین بغیر اس نعمت ہی کے بسر کر دیتے ہین! حیدر آباد کے سرکاری قافلہ کے لئے جو پختہ مکان یہان کرایہ پر لیا گیا تھا، وہ عظیم الشان ہی، اور یہ بھی صحیح کہ حجاج حیدر آباد کے سرکاری ایجنٹ، حاجی بلال صاحب بڑے خلیق اور سالار قافلہ میر فیض الدین صاحب وکیل ان سے بھی بڑھکر خلیق، متواضع و مہمان نواز، لیکن بہر حال ان بیچارون کے پاس بھی تو جگہ محدود ہی ہے، دو ایک آدمی ہوتے تو بھی مضائقہ نہ تھا، لیکن یہ پورے سولہ آدمی، جنمین عورتین بھی ہین، اور بوڑھے بھی، وہان کہان ٹھہر سکین گے، اور ان کی راحت و آسایش کے لایق وہ لوگ بیچارے، کہان سے انتظام کر سکین گے؟

——— دل ابھی اسی حیص بیص مین تھا، اور قریب تھا، کہ معلم صاحب کسی مقام پر شغدفون کو اتارنے کا حکم دیدین، کہ اتنے مین ہماری سالی صاحبہ، بیگم نواب ناظر یار جنگ بہادر، جج ہائی کورٹ، حیدر آباد مع اپنے شوہر کے دکھائی دین (حیدر آباد کے ناظر یار جنگ بہادر اور لکھنؤ کے ڈاکٹر ناظر الدین حسن بیرسٹر ایٹ لا سے دکن اور اودھ مین کون ناواقف ہوگا؟) یہ بھی مع اپنے شوہر اور بچون کے اسی سال حج کے لئے آئی ہوئی ہین، انکا ملنا تھا کہ مکان کی مشکل آسان تھی، ان کے پاس علاوہ اچھے وسیع

ومضبوط خیمون، اور قناتون سے بھرے ہوئے صحن کے، ایک مختصر پختہ مکان بھی تھا اور اچھے موقع سے تھا، آدھ گھنٹہ مین میرا ذاتی قافلہ آٹھ آدمیون کا، ان کا مہمان تھا، بقیہ آٹھ ساتھی حیدرآباد والے مکان مین اتر پڑے، اور وہ سب بھی آرام سے رہے

——— باوا آدم جنت سے جدا ہونے کے بعد جب مزدلفہ مین اماحوا سے ملے تھے، تو انکی اس وقت کی مسرت کی روایتین اور حکایتین بہتون نے پھیلا پھیلا کر لکھی ہین، اس مسرت وراحت کا ایک ہلکا سا نمونہ اس ابن آدم کو مزدلفہ مین نہ سہی، منی مین بیوی کی بہن سے مل کر دیکھنے مین آیا، اسے کوئی صاحب محض لطیفہ نہ سمجھین، یہ واقعہ ہے کہ جو راحت و آسایش اس پختہ مکان کے نصیب ہو جانے سے ملی، اس کی عشر عشیر بھی خیمہ مین ممکن نہ تھی،

آج ۱۰ ذی الحجہ کو منی مین داخل ہوتے وقت اگر یہ دعا پڑھی جائے تو بہتر ہے :-

اللھم ھذہ منی قد اتیتھا انا عبدک و ابن عبدک اسألک ان تمن علیّ بما مننت بہ علی اولیائک اللھم انی اعوذ بک من الحرمان والمصیبۃ فی دینی یا ارحم الراحمین الحمد للہ الذی المغنی سالماً معافیاً۔	اے اللہ مین آج منی مین پہونچا ہون، مین تیرا بندہ ہون اور تیرے بندہ زادہ ہون، تجھ سے التجا کرتا ہون کہ میری آرزوئین پوری کر، جس طرح تو نے اپنے اولیاء کی آرزوئین پوری کی ہین، اے اللہ مین پناہ مانگتا ہون کہ دین کے باب مین محرومی اور مصیبت مین پڑون اے سب سے بڑھکر رحم کرنے والے، شکر ہے، اس اللہ

منیٰ کے دوران قیام مین خاص عبادتین یہ چار ہین، شیطانون کے کنکریان مارنا، جسے اصطلاح مین رمی کرنا یا رمی جمرات کرنا کہتے ہین، قربانی کرنا حلق یا قصر (یعنی سر کے بال منڈانا یا کترانا) اور مکہ جا کر طواف زیارت کرنا، ترتیباً رمی کا شروع کر دینا سب سے مقدم ہی، روایتون مین آتا ہی، کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب اپنے لخت جگر حضرت اسمعیل کو ذبح کرنے لے چلے ہین، تو راستہ مین تین مرتبہ شیطان ملا، اور باپ بیٹے کو راہ حق سے بہکانا چاہا، اور تینون مرتبہ ناکام و نامراد رہا، اس واقعہ کی یادگار مین انھین تینون مقامات پر پتھر کے قد آدم ستون بے ہنگم اور بے ڈول سے تعمیر کر دیئے گئے ہین، اور رب جلیل کے بندے، سنت خلیل کے قایم رکھنے کو آج تک برابر انھین مقامات پر شیطان کو کنکریان مارتے چلے آرہے ہین، ہر ستون کو جمرہ کہتے ہین، جمرات اور جمار اسی لفظ جمرہ کی جمع ہے "رمی" کے لفظی معنی مٹی پھینکنے کے ہین، تینون جمرے عین سڑک پر بازار کے وسط وسط مین واقع ہین، جو جمرہ مکہ سے آتے وقت سب سے پہلے منیٰ کے کنارے پر پڑتا ہے، اسے جمرۂ عقبہ کہتے ہین دوسرے کو جمرۂ وسطیٰ، اور تیسرے کو جمرۂ اولی، جو عرفات و مزدلفہ کی سمت مین واقع ہی، عوام کی زبان مین یہ بڑا شیطان منجھلا شیطان، چھوٹا شیطان کہلاتے ہین، تینون کے درمیان ایک ایک دو دو فرلانگ کا فاصلہ ہی،

آج جمرۂ عقبہ کی رمی کرنی چاہئے، اور آج کے لئے صرف ایک جمرہ کی رمی ہے، باقی دو کی نہین، رمی کی کنکریان جنس زمین سے ہونا چاہئے، یعنی پتھر یا مٹی کی کنکریان، اگر کوئی شخص لوہے، سونے چاندی کی کنکریان بنا کر مارنا چاہے تو

صحیح نہ ہوگا، کنکریاں تعداد میں سات سے کم نہ ہوں، اگر زیادہ ہو جائیں مضائقہ نہیں
ہر کنکری داہنے ہاتھ سے، انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے پکڑ کر پھینکے، اور پھینکتے وقت
یوں تکبیر کہنا چاہیئے، بسم اللہ اللہ اکبر رجماً للشیطان، ساتھ ہی یہ دعا بھی پڑھ
لے تو بہتر ہے، اللھم اجعلہ حجاً مبروراً وسعیاً مشکوراً وذنباً مغفوراً، کنکریاں
بہتر ہے کہ مزدلفہ سے چنکر اپنے ہمراہ لائے، نہ ہوں، تو دوسری کنکریوں سے بھی
درست ہے، البتہ جو کنکریاں دوسروں کی پھینکی ہوئی وہاں پہلے سے پڑی ہوئی
ہیں، انھیں کو اٹھا اٹھا کر رمی کرنا مکروہ ہے، جمرۂ عقبہ کے تین طرف نشیب ہے
بہتر ہے کہ وہیں کھڑے ہو کر رمی کرے، لیکن اگر ہجوم کے باعث وہاں جگہ نہ ملے
یا زیادہ دقت کا خیال ہو، تو چوتھی طرف پہاڑی ہے، اس کی بلندی سے بھی پھینکنا
جائز ہے، کنکریوں کو دھو لینا بھی بہتر ہے، تاکہ نجاست کا شبہہ نہ رہے، آج کے
دن اس جمرہ کی رمی کے بعد ہی چلا جائے، توقف کرنا مسنون نہیں، دیکھتے دیکھتے
تھوڑی دیر میں کنکریوں کا ایک پورا ٹیلا بنجاتا ہے، اگر حاجیوں کا شمار کم سے کم
تخمینہ کے بموجب، ایک لاکھ ہی فرض کیا جائے، اور ہر حاجی کی کنکریوں کی
تعداد بھی کم سے کم فرض کیجائے، یعنی سات سات، تو صرف آج ہی
کے دن (ابھی آیندہ تاریخوں کا حساب نہیں) اس جمرہ پر کم سے کم سات لاکھ
کنکریاں تو اکٹھی ہو ہی جاتی ہیں، لیکن اللہ کی قدرت، کہ آپ ہی آپ یہ سارا ٹیلہ
غائب بھی ہو جاتا ہے، اور حج کے بعد آکر دیکھئے، تو پھر وہی صفا چٹ میدان، رمی پیدل
بھی کرنا جائز ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ و امام احمدؒ کے قول کے مطابق سواری کے
اوپر کرنا افضل ہے (قاضیخان) بہتر یہ ہے کہ ہر حاجی اپنے ہاتھ سے رمی کرے،

لیکن بیارون ناتوانون، اور معذورون کی طرف سے نیابۃً کوئی دوسرا بھی کر سکتا ہے، اس رمی کا وقت افضل و مسنون آج کی تاریخ طلوعِ آفتاب سے لیکر زوال تک ہے، زوال و غروب کے درمیان بھی بلا کراہت جائز ہے، بعد غروب طلوعِ صبح صادق تک جائز ہی مگر بہ کراہت، لبیک ابتک تقریبًا ہر موقع کا ایک ضروری جزو تھا، پہلی رمی کے ساتھ ہی اسے موقوف کردینا چاہئے،

ہم لوگ بحمد اللہ دوپہر تک رمی سے فارغ ہو گئے، اس کے بعد قربانی کا نمبر آتا ہے، قربانی کے لئے تین جانور شریعت نے رکھے ہین، اونٹ، گائے، بھیڑ یا بکری، اونٹ گائے اور بیل مین سات سات آدمیون کی شرکت ہو سکتی ہی بھیڑ اور بکری مین شرکت مذہب حنفی مین جائز نہین، ہر شخص کی طرف سے ایک ایک بکری یا بھیڑ ہونی چاہئے، اس کے باوجود بھی کفایت بھیڑ یا بکری ہی مین ہوتی ہی اونٹ کثرت سے قربانی کے لئے ملتے رہتے ہین، لیکن سات حصون مین تقسیم ہونے پر بھی خاصے گران پڑتے ہین، گائے بیل بھی اچھی خاصی تعداد مین مل جاتے ہین لیکن اگر کفایت کا خیال مدِ نظر نہ ہو، اور جیب مین کافی گنجایش ہو تو افضل یہی ہے کہ اونٹ کی قربانی کرے، فقہا کی تصریحات اونٹ اور پھر گائے کے حق مین ہین

اعلاہ بدنۃ من الابل والبقر (رد المختار) بہترین قربانی اونٹ اور گائے کی ہی،

لہ اعلی وھو الابل وھو افضلہ و	ایک قربانی اعلی و افضل ہی، اور وہ اونٹ کی ہی،
اوسط وھو البقر (طحاوی)،	ایک درجہ اوسط کی ہی، اور وہ گائے کی ہی،
عندنا افضلھا الابل ثم البقر	ہمارے مذہب مین سب سے اعلی قربانی اونٹ کی

ثم الغنم (فتح القدیر) | ہے پھر گائے کی، اور پھر بکری کی،

امام شافعیؒ نے عطا کے حوالہ سے یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے، کہ سب سے ادنی قربانی بھیڑ بکری کی ہے، بکریوں اور بھیڑوں کا رُخ منیٰ میں تقریباً وہی ہے، جو ہندوستان میں عید اضحیٰ کے موسم میں ہوجاتا ہے، پہلے ہر شخص جہان چاہتا تھا، اپنا جانور ذبح کرڈالتا تھا، خون گوشت کھال ہر جگہ پڑی رہتی تھی، گویا سارا منیٰ ایک وسیع مذبح تھا، اس سے قدرۃً عفونت پھیلتی، اور طرح طرح کی وبائیں نمودار ہوتیں، اس کی سال خدا کے فضل سے اس طرح کی نوعیت نہیں ہوئی، ایک مستقل مذبح بن گیا ہے، وہیں جاکر سب نے قربانیں کیں، اور وباؤں اور بیماریوں، سے بالکل امن رہا، ہمارے قافلہ میں شیخ منیر الزمان صاحب ہمہ تن خلوص و فدویت ہیں، اور ایک پیکر ایثار و انقیاد، قافلہ بھر کا سارے سفر میں اول سے آخر تک عملی اور انتظامی کام وہی کرتے رہے، آج بھی اس گرمی دھوپ میں ہم لوگوں کو تو باہر نکلنے کی ہمت ہوئی نہیں، وہی بیچارے جاکر ہم آٹھ شخصوں کی طرف سے قربانیاں کر آئے،

یاد رہے کہ سات و آٹھ کی درمیانی شب میں حج کے لئے جو احرام باندھا تھا وہ ابھی بندھا ہوا ہے، اور احرام کے جو قیود و شرائط ہیں، ان کی پابندیاں اس وقت تک بدستور نافذ ہیں، صرف تلبیہ (لبیک کہنا) البتہ پہلی رمی کے بعد موقوف ہوگیا ہے، قربانی سے فراغت کے بعد احرام اتارنے کی فکر ہوئی، اس کے لئے مذہب حنفی میں ضروری ہے کہ پہلے سر منڈا دیا جائے، یا کم سے کم بال کتروا دیئے جائیں فضلیت سر منڈانے والوں کو ہے، سرورِ کائنات (صلعم) نے ان کے حق میں از خود دعائے

ہے، اور بال کترولنے والوں کے حق مین صحابہؓ کے اصرار سے، فقہا لکھتے ہین، کہ سر منڈانا ایسا ہے، جیسے غسل کرنا، اور بال کترانا ایسا ہے، جیسے وضو کرنا، بہر حال اب حجام کی تلاش شروع ہوئی، ایک پیر مرد دستیاب ہوے، اتفاق سے وہ یہی نہین کہ ہندوستانی اور ہمارے صوبہ کے تھے، بلکہ خاص ہمارے ضلع بارہ بنکی کے نکلے، تیس چالیس سال ہوئے وطن چھوڑکر یہین چلے آئے ہین، عورتون کے لئے سر منڈانا جائز نہین، ان کے لئے بالون کی لٹ انگلی کی ایک پور کے برابر کاٹ ڈالنا کافی ہی، سر منڈاتے وقت کچھ دعائین پڑھتے رہنا، اور تکبیر کہتے رہنا مستحب ہی، لیکن ہمارے حجام صاحب کو اللہ کے ذکر سے زیادہ دلچسپ اپنی باتین معلوم ہوئین، عصر کا وقت آخر ہو رہا تھا، کہ ہم لوگ حجامت سے اور غسل سے فارغ ہوگئے، حج کی وردی (احرام) جسم سے اتار دیا اور سب نے اپنا معمولی لباس پہن لیا،

باب ۳۳

منیٰ بعدِ حج نمبر (۲)

کلام مجید مین ایک مقام پر، جہان مناسکِ حج کا ذکر ہی، ایک حکم یہ بھی ہے، کہ ولیطوفوا بالبیت العتیق (سورہ حج) لوگ خانہ کعبہ کا طواف کرین، حج کے اصلی رکن یعنی فرائض، احرام پوشی کے بعد صرف دو ہین، وقوفِ عرفات اور طواف کعبہ، مفسرین وفقہا، کا اجماع ہی کہ جو طواف فرض ہی، وہ یہی طواف ہی، جو وقوف عرفات کے بعد، یوم عید (۱۰ ذی الحجہ) کو یا اس کے بعد کیا جائے، اس سے قبل جو پہلا طواف کیا تھا، وہ عمرہ کا طواف تھا حج کا طواف نہ تھا، درمیان مین اور جتنے طواف کئے تھے سب نفل طواف تھے، طواف فرض کا وقت اب آیا، اس کے لئے ضروری ہی کہ منیٰ سے جا کر کیا جائے، اور بہتر یہی ہی، کہ اس سے فارغ ہو کر پھر منیٰ مین واپس آئے، اور یہان رمی جمرات (شیطان پر کنکریان مارنے) کو تکمیل تک پہونچائے، اس طواف کا مشہور نام طوافِ زیارت ہی، طوافِ رکن، طواف اضافہ، طوافِ یوم النحر بھی اسی کو کہتے ہین، یہ طواف قربانی کرکے اور سر منڈانے کے بعد ہر وقت کیا جا سکتا ہی، اس کا وقت ۱۰ ارکی صبح سے شروع ہو کر ۱۱ اور ۱۲

تک رہتا ہی، لیکن افضل یہ ہی کہ ۱۰ ذی الحجہ ہی کو کرلے، رسول اللہ صلعم نے ۱۰ ذی الحجہ ہی کو یہ طواف
ادا فرمایا تھا طواف کے طریقے اوپر تفصیل سے بیان ہو چکے ہین، بس انھین طریقون
پر یہ طواف بھی ہوگا، اسی طرح باب السلام سے مسجد حرم مین داخلہ، اسی طرح نیت
طواف، اسی طرح سات پھیرے، اسی طرح مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز، اسی طرح
آب زمزم کے تبرک سے فیض یابی، اسی طرح صفا و مروہ کے درمیان سعی غرض
کوئی نئی بات اس طواف کے ساتھ مخصوص نہین،

حدیث اور فقہ کی کتابون مین ایک بحث یہ آتی ہی، کہ کسی شخص نے صبح کے وقت
یہ طواف کیا، اور منیٰ بھی اسے واپس آنا ہی، تو وہ نماز ظہر کہان پڑھے؟ مسجد حرام
مین یا منیٰ مین واپس آکر؟ حدیث مین روایات دونون طرح کی ملتی ہین، اور
لطف یہ کہ ہے کہ دونون روایتین صحیح مسلم کی ہین، پہلی حدیث باب حجۃ النبی صلعم مین
حضرت جابرؓ کے حوالہ سے ایک بڑی طویل روایت مین آتی ہے، اور اس مین
صاف یہ فقرہ آتا ہی، کہ

فافاض الی البیت فصلّی بمکۃ الظھر،	حضورؐ نے خانہ کعبہ کے طواف افاضہ کے بعد مکہ مین نماز ظہر ادا کی،

اور دوسری حدیث باب استحباب طواف الافاضۃ یوم النحر مین حضرت عبد اللہ
بن عمرؓ کے حوالہ سے یون آتی ہی :۔

عن نافع عن ابن عمر ان النبیؐ صلعم افاض یوم النحر ثم رجع	نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہین، کہ رسول اللہ صلعم نے ۱۰ ذی الحجہ کو طواف

فصلے الظھر بمنی،	افاضہ کیا اس کے بعد واپس چلے آئے اور نماز ظہر منیٰ مین ادا کی،

صرف اتنا ہی نہین، بلکہ حضرت نافعؒ سے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا یہ تعامل بھی منقول ہے، کہ

قال نافع فکان ابن عمرؓ یفیض یوم النحر ثم یرجع فیصلّی الظھر بمنیٰ ویذکر ان النبی صلعم فعلہ	آپ دسوین ہی کو طواف افاضہ کیا کرتے تھے، اور پھر نماز ظہر منیٰ مین واپس آکر پڑھا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ یہی عمل ہمارے رسول (صلعم) کا،

محدثین نے دونون معارض روایتون کے درمیان تطبیق یون دی ہی، کہ

ووجہ الجمع بینھما انہ صلعم طاف للافاضۃ قبل الزوال ثم صلّی الظھر بمکۃ فی اول وقتھا ثم یرجع الی منًا فصلّی بھا الظھر مرۃً اخریٰ باصحابہ حین سالوہ ذالک فیکون متنفلاً بالظھر الثانیۃ التی بمنًا	حضورؐ نے طواف قبل زوال فرمایا، اس کے بعد نماز ظہر اول وقت مکہ مین پڑھ لی، جب پھر منیٰ واپس تشریف لائے، تو صحابہ کے دریافت فرمانے پر حضور نے ان کے ہمراہ منیٰ مین دوبارہ پھر نماز پڑھ لی، اور یہ دوسری نماز بہ طور نماز نفل کے ہوگئی،

یہ عبارت علامہ نووی شارح مسلم کی تھی، اور اسی قول کو بہتون نے اختیار کیا ہے۔

یہ فیصلہ محدثین کا تھا، ہمارے فقہاء رحمہم اللہ مین صاحب فتح القدیر نے یہ بات خوب لکھدی ہی، کہ جب دو روایتین ایک دوسری کے متضاد ملتی ہین، تو دونون

ساقط ہو جاتی ہین، اور نماز ظہر تو بہر حال پڑھنا ضروری ہی، بس بہتر ہے کہ اسے مکہ ہی مین پڑھا جائے، کہ مسجد حرم کی نماز کی فضیلت بجاے خود ثابت و مسلم ہے، ۱۰ ار کو اتنی مہلت تو کیا ملتی، دن نکلنے کے دو تین گھنٹے بعد تو پہونچے ہی تھے، قیامگاہ کی تلاش، وہان سے کنکریان پھینکنے کے لئے مجمع کو چیرتے ہوئے، اور خاصی مسافت طے کرکے جمرہ عقبہ تک جانا، ہجوم کے اندر گھس پل کر کسی طرح رمی سے فارغ ہونا اور پھر اسی طرح مجمع کے اندر سے دھکے کھاتے ہوئے واپس آنا، کھانا کھانا، قربانی کرنا، سر منڈانا، غسل کرنا، سارا دن اسی مین تمام ہو گیا، اور ۱۱ ر سے قبل طواف زیارت کے لئے مکہ جانے کی نوبت نہ آسکی، ابھی گذر چکا ہی کہ ۱۰ ر کا طواف افضل ہی لیکن دین فطرت مین ہر طرح کی آسانیان اور سہولتین ہی ہین، دین سختیون اور دشواریون کا نام نہین، فقہا رحمہم اللہ کے ہان یہ تصریح بھی موجود ہی، کہ ساتھ مین اگر عورتین ہون، تو بلا تکلف بجاے ۱۰ ر کے ۱۱، ۱۲، کو طواف کیا جا سکتا ہی اس لئے کہ ۱۰ ر کو ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہے، یہ رعایتین اور رخصتین ہم جیسے ضعفار کے حق مین پروانہ رحمت ثابت ہوتی ہین،

---

۱۱ ر ذی الحجہ کو صبح سے سواری کی تلاش شروع ہوئی، یاد رہے، کہ مکہ سے ۸ ر ذی الحجہ پانچ دن کے لئے جو اونٹ کرایہ پر کئے گئے تھے، ان کے کرایہ مین منیٰ سے مکہ تک کا یہ طواف زیارت والا سفر شامل نہ تھا، —— کم از کم ہمارے معلم نے تو یہی دستور ہمین بتایا، —— بہر حال خاصی تلاش و انتظار کے بعد چار اعرابیون سے کرایہ طے ہوا، ہمارے قافلہ کے علاوہ ناظر یار جنگ کا

کا قافلہ بھی ہمراہ ہوا، اس لئے اتنی سواریون کی ضرورت پڑی، اعرابی کی بات
پہلے کسی مقام پر ذکر آچکا ہی، کہ حیدرآبادی جھٹکے کی طرح ایک بکس نما سواری
ہوتی ہو، جس کے اندر بیٹھنے کے بعد آدمی بند ہو جاتا ہی، ان اعرابیون کا تجربہ پیشتر
بھی ہو چکا تھا، آج پھر ہوا، ہر اعرابی کے اندر چار چار، پانچ پانچ سواریان بیٹھتی
ہین، کسی مین گھوڑا، اور کسی مین خچر جتا ہوتا ہی، عرب کے گھوڑون کی تعریف
ہمیشہ سنتے آئے تھے لیکن وہ نسل شاید اب ناپید ہو گئی ہے، جو کچھ دیکھا، وہ
اس سے بالکل مختلف تھا، جو کچھ اب تک سنا تھا، ہر گھوڑا مریل، اور خالی مریل
ہی نہین، اڑیل بھی! ہمارے ہان کے اکثر ٹٹو ان سے بدرجہا بہتر ہوتے
ہین، اور اعرابیون کی حالت گھوڑون سے بھی ابتر! خدا معلوم مکہ کی حکومت
بلدیہ ایسی سڑیل سواریون کو "پاس" کرتے وقت اپنے احساس ذمہ داری کو کہان
رکھ آتی ہے، یہ سب تفصیل اس لئے حوالۂ قلم ہو رہی ہی کہ جو دینی بھائی اس سفرنامے
کو پڑھین، وہ ہر موقع کی راحتون اور زحمتون دونون کا پیشتر سے خوب
اچھی طرح اندازہ لگائین، اور ہر موقع کے لئے اسی مناسبت سے تیار رہین،
جو زحمت خلاف توقع اور اچانک پیش آجاتی ہی، وہ محسوس بھی بہت زیادہ
ہوتی ہی، فی اعرابی کرایہ غالباً چار چار ریال سعودی (ایک ریال ہندوستان
کے تقریباً ۸ آنہ کا ہوتا ہی) طے پایا، راستہ ابھی نصف طے ہوا تھا، کہ بلا کسی ظاہری
سبب کے اچانک ہماری اعرابی الٹ گئی، جانور الگ، اور سواریان ایک
دوسرے کے اوپر اسی اعرابی کے قفس کے اندر بند! ہم لوگ تو خیر محفوظ رہے
البتہ منشی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی (جنکا ذکر مدینہ منورہ کے ذیل مین

آچکا ہی) کا پیر ایک ٹوٹے ہوئے تختے مین پھنس گیا، اور اُن بیچارے کے چوٹ اچھی خاصی آئی، مرہم پٹی کا سامان بھلا کہان دستیاب ہوتا، پیر پانی سے دھو کر بیچارے پھر سے سوار ہوئے، اور شکر کے نہ سہی، صبر کے مراتب ازسرنو طے ہونے لگے،

ہندوستان کی گھڑیون کے اعتبار سے، کوئی ساڑھے آٹھ کا وقت ہو گا، کہ حرم شریف کے دروازون پر پہونچ گئے، جنت المعلی ۸، ذی الحجہ کو منیٰ جاتے وقت بھی راستہ مین پڑا تھا، لیکن آج اسے ذرا زیادہ غور و اطمینان سے دیکھنے کا اتفاق ہوا، اور جتنا قریب سے دیکھا، اسی قدر حسرت مین بھی اضافہ ہوا ——— خیر یہ تذکرہ تو پھر کبھی ہو گا، در حرم پر پہونچے، اور اندر داخل ہوتے ہی ساری کلفتین، ساری زحمتین، ساری تکلیفین دور تھین، اور وہی بشاشت وہی مسرت، وہی تازگی! اللہ اللہ! گھر والے نے گھر کی کیا شان رکھی ہے! تسکین و تسلی کے سارے نسخے، اطمینان و سکونِ خاطر کی ساری تدبیرین ایک طرف اور اس بے گھر والے کے گھر کی زیارت، اس بے مکان اور لامکان والے مکین کے مکان کا دیدار دوسری طرف! بزرگون نے کہا ہی، کہ دل کا سکون اور چین چاہتے ہو، تو دل کا تعلق اللہ سے پیدا کرو، یہان یہ عرض کرنا ہی، کہ اللہ سے دل کا لگانا تو اللہ والون کا کام ہی، اللہ تک اگر براقِ ہمت اور کمندِ حوصلہ کی رسائی نہین ہوتی، تو بیت اللہ تک کیون نہ پہونچئے؟ اور دل کے تصور کو چھوڑ کر آنکھون سے دیدار کی دولت کے حصول مین کیون قصور

کیجئے؟ مکان والے کا جمال کا حال تو قدوسیون اور ملکوتیون سے پوچھئے، باقی خود مکان کے در و دیوار مین جو حسن و جمال ہے، جو کشش و رعنائی ہے، جو زیبائی و محبوبی ہے، اس سے اگر کوئی خاکی و ناسوتی باوصف قدرت محروم رہے، تو اس بیچارے کی محرومی پر جی چاہتا ہے دل کھول کر آنسو بہائیے! لوگ کہتے ہین، اور سچ کہتے ہین، کہ، حج کے سفر مین بڑی بڑی زحمتین پیش آتی ہین، لیکن ادائے فریضۂ حج کا تو ثواب الگ رہا، عرفات کی حاضری، مزدلفہ کی شب باشی، منیٰ کی قربانی، یہ ساری چیزین الگ رہین، محض کعبہ کا دیدار، سیاہ پتھر والے اور سیاہ غلاف والے بقعۂ نور کا پرتوِ جمال بجائے خود وہ نعمت ہے، کہ اس کی قیمت مین اگر صدہا سفر، اور ہر سفر کی صدہا زحمتین اور صعوبتین پیش کرنی پڑین، تو ربِ کعبہ کی قسم ہے، کہ سودا پھر بھی ارزان ہے! یہ جو کچھ کہہ رہا ہون، اپنے جیسے کوربصرون اور ٹھیٹھ دنیا دارون کی زبان سے کہہ رہا ہون، اور عارفون اور بصیرت والون کے نزدیک تو ہر بار اگر سر بھی نذر کرنا پڑے، جب بھی یہ سودا گران نہ ہو!

متاعِ وصلِ جانان بس گران ست

گر این سودا بجان بودے چہ بودے

"وصلِ جانان" سے شاعر نے جو کچھ بھی مراد لی ہو، ہم کوتاہ بینون کے لئے تو درِ جانان تک رسائی، اس گھر کی زیارت ہی سب سے بڑی دولت، اور اپنی ہمتون اور حوصلون کا آخری منتہیٰ ہے!

طواف اس سے پیشتر متعدد ہو چکے تھے، مگر آج کے طواف کا کیا کہنا، صبح کا ٹھنڈا

وقت مجمع نسبتہً بہت کم، عرفات و مزدلفہ سے واپسی کی برکتیں، اور لے فرض کا احساس سب نے مل ملاکر عجیب کیفیت پیدا کر رکھی ہی، مکان کے ہر حکیر کے ساتھ، صاحب مکان پر فدا ہونے کو جی چاہ رہا ہی، ملتزم پر دعا مانگنے کا موقع بھی آج ہی ملا، حجر اسود اور خانۂ کعبہ کی چوکھٹ کے درمیان، دیوار کا جو حصّہ ہے، اور جو کوئی ۱۰ بالشت ہوگا اس کا نام ملتزم ہی، اور جو مقامات اجابتِ دعا کے لئے مخصوص ہین، اُن مین سے ایک مقام یہی ملتزم ہی، حضرت ابن عباسؓ کی روایت مین آتا ہی، کہ رسول اللہ صلعم نے بہ قسم ارشاد فرمایا، کہ "یہ وہ جگہ ہے، جہان مین نے جو دعا مانگی قبول ہوئی" جب رسول صلعم نے یہان دعائین مانگی ہین، اور بار بار مانگی ہین، اور ہر مرتبہ اپنی مانگی مرادین پائی ہین، تو کوئی امتی یہان کیون کمی کرے، وہ بیچارہ تو ہمہ احتیاج اور ہمہ درماندگی ہے، مناسک کی کتابون مین آتا ہے، کہ ملتزم سے لپٹ کر دملتزم کے لفظی معنی بھی یہی ہی کہ "جس سے لپٹا گیا") اور غلافِ کعبہ کو تھام کر خوب دعائین مانگے حضورِ قلب کے ساتھ مانگے، اور ہو سکے تو آنسوؤن کا تحفۂ نیاز ناز والے کی خدمت مین پیش کرے، بعض روایات مین آیا ہی، کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ ملتزم سے لپٹے ہوئے، یہ دعا مانگتے رہتے ہین:۔

یا واجد یا ماجد لا تزل عنی نعمۃً انعمتھا علی،	اے قدرت والے، اے عزت والے، جو نعمت تونے مجھے عطا کی ہی، مجھ سے زائل نہ فرما!

ان الفاظ کی جامعیت اور ان کی برکت کا کیا پوچھنا، لیکن ایکلی اسی دعا پر موقوف نہین، اس وقت جو کچھ دل مین آئے، سب کچھ کہہ سنائیے، اور جو کچھ اپنے لئے، یا جس کسی کے لئے مانگنا ہو، سب کچھ مانگ ڈالیے، سوزِ دل و رقتِ قلب کیلئے

زیادہ فکر واہتمام نہ کیجئے، وقت اور موقع ایسا ہی، کہ انشاء اللہ از خود پیدا ہو کر رہے گی،

ان سطور کا محرر، نامہ سیاہ، کیا بتائے کہ اُس نے کیا کیا مانگا؟ کوئی دو چار دس بیس گناہ ہون، تو متعین طور پر انھین یاد کرے، اور ان کے نام لے لیکر ان سے معافی چاہی جائے لیکن جس کی زندگی کی ساری فردِ عمل سیاہیون کا ایک مجموعہ اور تاریکیون کا ایک تسلسل ہو، وہ اپنے کس کس گناہ کو یاد کرے، اور کس کس سے معافی چاہے؟ مگر خدا کی قدرت، اس وقت اپنی ساری خطائین اور معصیتین، ساری تباہ کاریان اور عصیان شعاریان، ایک ایک کرکے یاد آتی چلی جارہی ہین! اور دعائین جو زبان سے اور زبانِ قلب سے نکل رہی ہین، وہ تنہا اپنے لئے نہین بلکہ اپنے والون کے لئے بھی، عزیزون کے لئے، دوستون کے لئے، بزرگون کیلئے اور سب سے بڑھکر امت اسلامیہ کے لئے ہین، آج ہندوستان ہین اور اکیلے ہندوستان ہی پر کیا موقوف ہے، سارے عالمِ اسلام ہین مسلمانون کا کیا حال ہی؟ ان کا زوال اور ادبار، ان کی پستی اور فلاکت، ان کی بدنظمی اور بے عملی، انکا نفاق اور انتشار کس نوبت کو پہونچ چکا ہے! اے کعبہ کے مالک، اس قبلہ رو جماعت کے انتشار کا دور کردینا، اور ان کے قلوب کو ایمان سے، حسنِ عمل سے، نورِ ہدایت سے، باہمی نظم و اتحاد سے معمور کردینا، سب تیرے ہی ہاتھ ہین ہی! ذلتون کی انتہا ہو چکی، رسوائیان اپنی حد کو پہونچ چکین، گلی گلی تیرے خلیلؑ کی ذریت پر طنز ہین، طعنے ہین، مضحکہ ہے، گھر گھر تیرے حبیبؐ کی امت کے ساتھ تمسخر واستہزا ہے

بستیان اور آوانسے ہین، ہم اپنی شور بختیون سے تو کعبہ کو مدت ہوئی بھلا چکے، اب کیا کعبہ نے بھی ہمکو بھلا دیا؟ اور رب کعبہ! تیری ذات سہو و نسیان سے پرے ہے، تو تو کبھی اور کسی کو نہین بھول سکتا، کون کہے، اور کس طرح کہے، کہ تو نے بھی طوافِ کعبہ پر آس لگانے والون کو، محمدؐ کا کلمہ پڑھنے والون کو اپنی نگاہِ لطف وچشم التفات سے بھلائے رکھا ہو!

باب ۳۴

منیٰ بعد حج نمبر (۳)

حطیم کا ذکر پہلے آچکا ہے، خانہ کعبہ سے ملا ہوا وہ نیم مدوّر صحن، جو مطاف کے اندر ہی، اور جو حکماً خانہ کعبہ ہی کا ایک جزو ہی، اس مین نماز پڑھنا گویا خانۂ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا ہے، طواف کرنے اور ملتزم سے لپٹ کر دعائین مانگ چکنے کے بعد آج اطمینان سے حطیم کے اندر بھی حاضری کا موقع ملا، جس کا جتنی دیر تک جی چاہا، یہان نمازین پڑھین، اور دیوارِ کعبہ سے لگ لگ کر اور لپٹ لپٹ کر دعائین مانگین، کسی کسی نے دیوار و فرش کی خاک اٹھا کر بطور تبرک ساتھ لے لی، کہتے ہین، کہ مطاف مین اولیاء واقطاب وابدال ہمیشہ حاضر رہتے ہین، رہتے ہون گے، ولی کو پہچاننے کے لئے خود نگاہِ ولایت کی ضرورت ہی، عامیون سے اس بارے مین کسی اظہارِ رائے کی توقع ہی بیکار ہے، البتہ بعض نورانی چہرون پر انتہائی خشوع وخضوع کے، انتہائی تضرعِ وابتہال کے انتہائی عبدیت وانابت کے جو آثار نظر آئے، اُن کے حروف ونقوش تو ہم جیسے بے بصر بھی پڑھ سکتے تھے، سبحان اللہ! عجب مقام ہی، رحمت ومغفرت کی صلائے عام ہی، کیسے کیسے فاسق وفاجر، کیسے کیسے جفا پرور، مجرم پیشہ، عصیان شعار، اپنی تباہ کاریون اور بدحالیون کی بنا پر اپنی نجات سے مایوس، اولیاء وکاملین

کے پہلو مین کھڑے ہوئے، اور جس نے

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم، وانیبوا الی ربکم واسلموا لہٗ،

(زمر، ع ۶)

اے پیمبر، میرے بندون سے کہہ دو، کہ جنھون نے اپنے اوپر زیادتیان کی ہین، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اللہ یا یقین تمام گناہون کو معاف کردیگا، واقعی وہ بڑا ہی بخشنے والا اور بڑی رحمت کرنے والا ہے، اور تم اپنے رب کی طرف جھکو، اور اس کی فرمان برداری کرو،

کا اشتہار دے رکھا ہو، اس مالک وآقا کے در پر پڑے ہوئے، اپنے نجات ومغفرت کی ٹوٹی ہوئی آس نئے سرے سے جوڑ رہے ہین! عمر بھر کی سیاہ کاریان یاد آرہی ہین، ہر وہ شیطنت جو شیطان کو بھی شرمندہ کردینے کے لئے کافی ہو، ایک ایک کرکے قبولی جارہی ہے، اور جسکی شانِ ستاری اب تک ہر عیب ورسوائی پر پردہ ڈالے رہی ہو، اسکے آگے ایک ایک معصیت کا اقبال کرکرکے، آنسو بہا بہاکے، ہاتھ پھیلا پھیلاکے، پیشانی رگڑ رگڑکے، نجات وغفران کا پروانہ حاصل کیاجارہا ہے!

دوپہر نہین ہونے پائی تھی، کہ منٰی کے لئے واپس روانہ ہوئے، جن اعرابیون پر آئے تھے، وہ اتنی دیر تک کیا انتظار کرتین، کچھ نئی اعرابیان کرنی پڑین، بعض رفقاء کو پھر بھی جگہ نہ ملی، تو گدھون اور اونٹون پر سوار ہوئے، یہ اعرابیان اور ان کے جانور اور ان کے ہنکانے والے، پہلے سے بھی کچھ بڑھے چڑھے ہوئے نکلے، آدھا راستہ طے ہوا تھا، کہ ایک اعرابی کے گھوڑے نے بالکل جواب دیدیا، اب بجائے اس کے کہ گھوڑا سواریون کو کھینچتا، سواریان اعرابی

سے اتر اتر کر گھوڑے کو کھینچ رہی تھیں! یہ سماں بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، دوپہر کا وقت، منیٰ کی بے پناہ دھوپ، ریگستانی مٹی، سر سے پیر تک پسینے میں شرابور، کچھ عورتیں اور بچے گاڑی پر سوار، اور ساتھ کے مرد گاڑی کو ٹھیل ٹھیل کر اور دھکے دے دے کر آگے بڑھا رہے ہیں! اس وقت نہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کوئی مینوسپلٹی ہے، جو ایسی اعرابی، چلانے والے کا چالان کرے، اور نہ یہ یقین ہوتا تھا کہ یہاں کوئی حکومت ہی، جو ایسے موقع پر بیکس پردیسیوں کو کسی طرح کی مدد دے! البتہ اس وقت تیز ہوا کا چلتے رہنا رحمت ہو گیا، پسینے سے نہائے ہوئے جسم میں گرم ہوا لگتی تھی، تو ناگوار ہو کر نہیں، بلکہ ٹھنڈی ہو کر خوشگوار معلوم ہوتی تھی، اور ظاہری صعوبت ایک سامانِ تفریح بنی ہوئی تھی! ——— کریم کو کریمی کے بھی کتنے ڈھب آتے ہیں! چلچلاتی دوپہر میں، مکہ سے منیٰ تک پا پیادہ چند قدم بھی چلنا، ہم جیسے تن پروروں کے لئے اپنی خوشی اور مرضی سے بھلا کب ممکن تھا؟ اور یہ سعادت ہم جیسوں کے نصیب میں بھلا کب آسکتی تھی، اس کے لئے کیا کیا ڈھنگ نکالا گیا، اور کس ترکیب و حکمت سے پیدل چلا کر، اس کے اجر کا امیدوار وحقدار بنا دیا گیا! شوقین لڑکے اپنے شوق سے علم حاصل کرتے ہیں، لیکن جو مٹھائی کی چاٹ سے پڑھتے ہیں، بہرحال پڑھنے والوں میں شمار تو ان کا بھی ہو ہی جاتا ہے!

منیٰ پہونچنے کے بعد بجز رمی کے اور کوئی خاص کام نہ تھا، ۱۰ ر کی رمی کا ذکر گذر چکا ہے، ۱۰ ر کو صرف ایک جمرہ کی رمی تھی، ۱۱ ر و ۱۲ ر کو تینوں جمروں

کی ہے، اور ۱۲ کی رمی کا وقت بعد زوال ہے، دونون دن ترتیب یہ رہے گی، کہ پہلے جمرۂ اولی کی رمی کرے، جو مسجد خیف کے قریب ہے، اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ (منجھلے شیطان) کی، اور آخر مین جمرۂ عقبہ کی، تینون جمرون پر سات سات کنکریان پھینکی جائین گی، رمی پاپیادہ کرنی چاہیے، البتہ جمرۂ عقبہ کی رمی سواری پر بھی جائز ہے، بلکہ امام ابویوسف کے نزدیک افضل ہے، ان دونون تاریخون مین رمی قبل زوال، فقہ حنفی مین درست ہی، اور اگر اتنی دیر کی کہ آفتاب غروب ہوگیا، تو یہ وقت بھی مکروہ ہوجاتا ہی، پہلے دونون جمرون کی رمی کے بعد مسنون یہ ہے، کہ قبلہ رو کھڑے ہوکر کچھ دیر تک تسبیح و تہلیل، مناجات و استغفار مین مشغول رہے، اور ہاتھ اٹھا کر دعائین مانگتا رہے، البتہ جس رمی کے بعد پھر کوئی رمی نہین، یعنی آخری جمرہ (جمرۂ عقبہ) کی رمی، اُس کے بعد وقوف مسنون نہین، فوراً پلٹ آنا چاہیے، جمرات کے پاس، رمی کے بعد، دعا مانگنا، مقاماتِ مقبولیت مین سے ہے، ۱۰، ۱۱، ۱۲، کی ان تین تاریخون مین رمی واجب ہے، ۱۳ کی رمی مستحب کے درجے مین ہے، ۱۲ کی شام کو، یا شب مین کسی وقت اگر مکہ واپس ہوگیا تو بالکل جائز ہی، لیکن اگر ۱۳ کی صبح تک منیٰ مین قیام ہوگیا، تو پھر بغیر ۱۳ کو بھی رمی کیے ہوئے مکہ واپس ہونا درست نہین،

منیٰ مین یہ دن ڈیڑھ دن یعنی ۱۱ کی دوپہر سے لیکر ۱۲ کے غروب آفتاب تک بحمد اللہ لطف سے گزرا، ہر سال سنا کرتے تھے، کہ منیٰ مین سخت غلاظت وگندگی رہتی ہی، وبائین پھیلتی ہین، پانی کا قحط ہوجاتا ہی، لوگ ہزارہا کی

تعداد مین ہیضہ اور لوسے مرجاتے ہین لیکن اب کی خدا کے فضل سے ان مین سے کوئی بھی شے نہین پیش آئی، نہ کوئی وبا پھیلی، نہ پانی کا توڑا پڑا، نہ لوسے کچھ زائد موتین ہوئین، اور نہ اتنے بڑے مجمع کے لحاظ سے عفونت و غلاظت ہی زائد کہی جاسکتی تھی، تین دن ماشاء اللہ منی کا بازار خوب گرم رہتا ہی، ہر وقت ہر طرف خوب چہل پہل رہتی ہی، ہزارون لاکھون کی خریداریان ہوتی ہین اور ضرورت و شوق کی شاید ہی کوئی چیز ایسی ہو جو ان دنون مین یہان نہ مل جاتی ہو، اور پھر بہ افراط نہ ملتی ہو، میوے تر و تازہ پھل، سبز و شاداب ترکاریان جتنی چاہیے، لے لیجیے، اور بجاے گوشت اور خشک چیزون کے، انھین کا استعمال یہان کے موسم و حالات کے مناسب بھی ہی، ۱۰ ار کو تو خیر مشغولیت رہی تھی ۱۱ ار کی دوپہر کے بعد سے کوئی خاص کام نہ تھا، بس اِدھر اُدھر پھرنا، دوست احباب سے ملنا جلنا، بعض شوقین مزاجون کو دعوت کی سوجھتی ہے، خوب خوب مزے کی دعوتین ہوتی ہین، عرفات اور مزدلفہ کے بچھڑے ہوئے یہین آکر ملتے ہین، مولانا مناظر احسن صاحب اور ایک اور شخص جو ہمارے قافلہ سے بچھڑ گئے تھے، یہین آکر ملے، حیدر آباد کا قافلہ جہان ٹھہرا ہوا ہے، وہان سالار قافلہ مولوی فیض الدین صاحب وکیل کے حسن انتظام و وسعت اخلاق نے مہمان نوازی کا سلسلہ خوب وسیع کر رکھا ہی، مولوی ابوالخیر خیراللہ صاحب وکیل ورنگل، اور اور بربھنی (دکن) کے ایک اور وکیل صاحب (غالبًا مولوی خیرالدین نام ہی) اور مولانا شوکت علی کے بھانجے اور داماد عثمان علیخان ماشاء اللہ خوب چاق اور بشاش نظر آرہے ہین، بار بار ملاقاتین ہوئین،

رمی کے احکام و شرائط کی تعمیل تینوں تاریخوں میں معلّم صاحب کی ہدایت و رہنمائی میں الٹی سیدھی، بری بھلی، جیسی کچھ بھی بن پڑی، ہو گئی، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ظاہری آداب و شرائط میں کتنی کوتاہیاں رہ گئیں، ضابطہ پری کسی طرح ہو ہو گئی، لیکن باطن کے اندر جو خناس سمایا ہوا ہے، اور جو گوشت کے ایک ایک ریشے میں، اور خون کے ایک ایک قطرہ میں رچا ہوا ہے، اس پر بھی کوئی کنکری پڑی؟ اس پر بھی کوئی ضرب لگی؟ اس کی انانیت بھی گھائل ہوئی؟ پتھر کے بنے ہوئے ستونوں پر مار پڑتے سب نے دیکھا، پر دل کے پردوں کے اندر جو شیطانِ نفس چھپا ہوا ہے، وہ بھی کچھ مجروح ہوا؟ خلیلؑ و ابن خلیلؑ کو بہکانے کی، جس مردود نے کوشش کی تھی، وہ تو مومنوں کے ہاتھوں لاکھوں کروڑوں بار ذلیل و رسوا ہو چکا ہے، لیکن خلیلؑ کے نام لیوا، اور خلیلؑ کے ربِّ جلیل کے پرستار، جس موذی کے دامِ بلا میں ہر لحہ اور ہر آن گرفتار رہتے ہیں، اُسے بھی ذلت و خواری نصیب ہوئی؟ اس ظالم کا جسم بھی ان کنکریوں سے چھلنی ہوا؟ —— سوالات سب کر سکتے ہیں، جواب کون دے، اور کوئی کیوں دینے لگا؟ جب کسی کی شانِ ستاری سب کے عیبوں کو ڈھانپے ہوئے ہے، جب ہر زاغ کو طاؤس کے پردوں میں ملبوس کئے ہوئے ہے، جب ہر ویرانہ کو گلستان اور ہر داغ کو چراغ بنائے ہوئے ہے، تو کسی کو کیا پڑی ہے، کہ ہانکے پکارے گلوں شکووں کا دفتر کھول کر بیٹھے، اور ایک ایک کے آگے اپنی محرومیوں اور برگشتہ بختیوں رونا روتا پھرے؟

---

۱۲ ار کی دوپہر سے واپسی کا کوچ شروع ہوگیا، اور جلد بازون نے پوری طرح زوال کا بھی انتظار نہ کیا! آج کی چپقلش ہر روز اور ہر موقع سے بڑھی ہوئی ہی، آج کی کشمکش کا منظر محض دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی، کسی قلم کے بس کی بات نہین، کہ اس ہجوم اور کشاکشِ ہجوم کا نقشہ کاغذ پر پیش کر سکے! "یک انار و صد بیمار" بارہا سنا تھا "یک سڑک و صد ہزار سوار" کا منظر آج آنکھون سے دیکھا! بیچارے سَو بیمار ایک انار پر کیا اس طرح ٹوٹ کر گرین گے، کیا اس طرح چھین جھپٹ کرین گے، کیا اس طرح ایک دوسرے سے گتھ سکین گے، جس طرح سَو کے سَو گتھے، ایک دوسرے سے ریل پیل، دھکم دھکّا، اور زور آزمائیون مین مصروف تھے، معاذ اللہ! معاذ اللہ! ان مین بیمار و لاغر بھی تھے، اور ہٹے کٹے توانا و تندرست بھی، بوڑھے بھی، اور بچّے بھی، شہزور مرد بھی، اور کمزور عورتین بھی، متین اور حلیم بھی، اور جاہل اور اجڈ بھی، بات کو طرح دے جانے والے بھی اور بلا بات کے الجھ پڑنے والے بھی، پیدل بھی اور سوار بھی، اونٹ اور سانڈنیان بھی اور گھوڑے اور گدھے بھی، آنے والے بھی، اور جانے والے بھی، ایک سڑک اور ایک رہگذر! زبانین بھی چل رہی ہین، اور کہنیان بھی، اور ہاتھ بھی! جو نہین چل پاتین وہ صرف ٹانگین ہین، اور جو نہین اٹھ پاتے وہ صرف قدم ہین! اونٹ سے اونٹ بھڑ رہے ہین، شغدف سے شغدف لڑ رہے ہین، شبرے سے سر ٹکرا رہے ہین، وحشت زدہ اونٹون کی بھیانک بلبلاہٹ، اور اس سے کہین زیادہ بھیانک ان کے وحشت زدہ سواریون کی چیخ پکار! محض خدا کی قدرت ہے، کہ سیکڑون حادثے اس وقت واقع نہین ہو جاتے! مکہ سے منیٰ آتے وقت اور مزدلفہ سے منیٰ واپس ہوتے وقت، اور دوسرے موقعون پر بھی سخت ہجوم وازدحام

کا سامنا ہوتا ہے، لیکن آج کا ہجوم و اژدحام ان سب سے کہیں بڑھا ہوا ہے، اس بے قاعدہ مجمع کو قاعدہ سے لگانا، اس ہڑبونگ میں نظم و انتظام پیدا کرنا، حاجیوں اور پردیسیوں کے اس انبوہ کو راحت پہونچانا، سعودی شریعت میں کوئی بدعت عظیم ہی ؟

مناسک حج کی کتابوں میں ایک مفصل باب جنایات کے متعلق بھی ہوتا ہے اعمال حج کے سلسلہ میں جو فرو گذاشتیں ہو جاتی ہیں، یا حاجی جن ممنوعات کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، ان کو اصطلاح فقہ میں جنایت کہتے ہیں، یہ غلطیاں یا تو کسی عذر شرعی کی بنا پر صادر ہو سکتی ہیں، اور یا بلا عذر، پہلی قسم کی غلطیوں کے عوض میں کفارہ دینا ہوتا ہی اور دوسری قسم کے معاوضہ میں جزا مقرر ہے، یہ کفارہ اور جزا دونوں فقہی اصطلاحیں ہیں، جزا کی دو صورتیں ہیں، ہلکی لغزشوں کے معاوضہ میں ہلکا سا صدقہ، اور بڑی خطاؤں کی پاداش میں جانوروں کی قربانی، کفارہ کی صورت میں اختیار ہے کہ خواہ صدقہ دے خواہ قربانی کرے، اور خواہ روزہ رکھ لے، ممنوعات کی دو قسمیں ہیں، ممنوعات احرام، و ممنوعات اعمال حج، اور پھر ہر ایک کے تحت میں بہت سی صورتیں ہیں، ہر جنایت کی جزا و کفارہ الگ الگ ہی جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں درج ہے، موٹی موٹی باتیں معلم زبانی بتا دیتے ہیں، ہر حاجی کو ان سے واقف ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ لاکھ احتیاط کیجائے، کچھ نہ کچھ بے احتیاطیاں اور فرو گذاشتیں ہو ہی جاتی ہیں، صدقے عموماً ہلکے رکھے گئے ہیں، جو ہر حاجی بہ آسانی دے سکے، قربانیاں بھی عموماً کچھ زیادہ سخت نہیں رکھی گئی ہیں، ان جزاؤں اور کفاروں کے ادا کرنے کا بہترین وقت، یہی منیٰ کا زمانہ قیام ہوتا ہی، اردو میں ان جنایات

اور ان کے کفاروں اور جزاؤں کی تفصیل پوری شرح وبسط کے ساتھ مولوی منتخب الدین صاحب دہلوی کی کتاب الحج والزیارۃ (فتاوی عثمانی جلد ۶) مین ملے گی، وہ کافی ہی نہین بلکہ کافی سے زائد ہے،

عصر کا وقت آیا ہی تھا، کہ ہم لوگون کے بھی خیمے اکھڑنے اور سامان بندھنے لگے، ادھر عصر کا وقت آخر ہو کر آفتاب غروب ہونے کو تھا، کہ ہم لوگ جمرۂ عقبہ پر آخری رمی سے فراغت کر کے اپنے اپنے اونٹون پر سوار ہونے کے لئے لپکے، اونٹ پر سوار ہونا آپ بجائے خود ایک مستقل مرحلہ ہے، نہ پوچھئے، کہ ہم لوگ کس طرح سوار ہوئے، اور ہمارے قافلہ کے ضعیفون اور عورتون پر کیا گذر گئی، بہر حال محض تقدیر تھی، کہ زندہ وسلامت سوار ہو گئے، راستہ مین مکہ کی آبادی شروع ہونے سے ذرا پہلے جنت المعلی کے قریب ایک مقام آتا ہے، جسے وادی محصب کہتے ہین، حضور انور صلعم نے حج کے موقع پر مکہ واپس آتے یہان حسب روایت صحیح بخاری، قیام فرمایا تھا، اور ظہر وعصر و مغرب وعشا کی نمازین یہین ادا فرما کر کسی قدر استراحت فرمائی تھی اور اس کے بعد مکہ مین داخل ہوئے تھے، فقہائے حنفیہ نے یہان اترنا، اور تھوڑی دیر قیام کر کے دعا مانگنا سنت قرار دیا ہے، اس لئے کہ حضور صلعم نے یہان قصداً نزول فرمایا تھا، البتہ بعض دوسرے ائمۂ حدیث کے نزدیک یہ سنت نہین، اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس رضؓ کے اقوال مین بہ تصریح موجود ہے، کہ حضور (صلعم) کا یہ فعل بغرض عبادت نہ تھا، بلکہ آپ نے محض آرام لینے کی غرض سے قیام فرمایا تھا، تاہم سنت رسولؐ کے بعض محقق صحابہؓ (مثلاً عبداللہ بن عمرؓ) اس پر برابر عمل فرماتے رہے،

ترجمہ	متن
نافع کہتے ہین کہ حضرت ابن عمر اپنا اونٹ بطحا ذو الحلیفہ (یعنی وادی محصب) مین بٹھاتے تھے، اور نماز پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ نے یہان اونٹ بٹھایا ہی، اور نماز پڑھی ہی،	عن نافع قال کان ابن عمر عنهما ینیخ بالبطحاء التی بذی الحلیفة التی رسول الله صلعم ینیخ بها ویصلی بها (صحیح مسلم)

اور نووی نے شرح مسلم مین لکھا ہی، کہ حضرت صدیق رض اور حضرت فاروق رض کا عمل بھی اسی پر تھا، اور حنفیہ کی کتابون مین تو صاف یہ لکھا ہوا ہی کہ :-

ترجمہ	متن
جب حاجی مکہ کو آنے لگے، تو مسنون یہ ہی کہ محصب مین اترے، خواہ ایک ہی ساعت کے لئے ہو،	اذا نفر الحاج الی مکة نزل استنانا ولو ساعة بالمحصب (درمختار)

لیکن اب اس پر عمل کس کا ہ ہر شخص کو بھاگا بھاگ مکہ پہونچنے کی عجلت، اور حاجی غریب اگر ٹھہرنا چاہین بھی، تو معلم حضرات کب انھین ٹھہرنے دیتے، اور سنت نبوی پر عمل اور تعامل صحابہ کے اقتدار کا موقع نصیب ہونے دیتے ہین!

اچھے اچھے بزرگ نظر سے گذر چکے تھے، اس وقت اُس شیر مرد کا سامنا تھا، جو راہِ سلوک طریقِ نبوت پر طے کر رہا ہے، بیسیح وسجادہ، حلقہ وخرقہ والے بہت سے بزرگون کی زیارت کی سعادت نصیب مین آچکی تھی؛ آج اُس بزرگ کی حضوری حاصل ہو رہی تھی، جو صحابۂ کرام، خصوصاً خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے نمونہ پر، صاحبدل بھی ہے، اور صاحب سیف بھی؛ خانقاہ کے اندر بیٹھ کر ذکر وشغل کرنے والا بھی، اور میدان مین نکل کر اعداء اللہ سے غزا وقتال کرنے والا بھی؛ صوفیہ نے جہاد کی دو قسمین قرار دے رکھی ہین، جہاد اصغر وجہاد اکبر، اس گھڑی مواجہہ اُس ذات کا تھا، جو جہاد اصغر وجہاد اکبر دونون کی جامع ہے! قبل اس کے کہ شیخ کی زبان سے ایک لفظ بھی نکلے، محض چہرہ پر نظر پڑتے ہی دل اپنے پہلو سے غائب تھا، اور جس وقت شیخ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، اور اُن کے دست پاک سے اپنا دست ناپاک مس ہوا، جسم مین ایک تھرتھری سی پڑ گئی، اور یہ معلوم ہوا، کہ آنکھون کے سامنے ایک بجلی سی کوند گئی، آنکھین پرنم تھین، دل اندر سے بھرا چلا آتا تھا، اور جی بے اختیار یہی چاہ رہا تھا کہ شیخ کے قدمون پر آنکھین ملئے، اور خوب رو رو کر دل کی بھڑاس نکالئے، جلالت فاروقی کے متعلق مثنوی معنوی مین ایک شعر مدت ہوئی پڑھا تھا ؎

ہیبت حق است این از خلق نیست

ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

اس "ہیبت حق" کے معنی ایکبار ہندوستان مین روشن ہوئے تھے، اور ایک آج جا کر روشن ہوئے، جب نسبت فاروقی رکھنے والون کی ہیبت وجلالت کا یہ عالم ہے، تو خود فاروق اعظمؓ کی ہیبت وجلالت کا اندازہ اس زمانہ کے ضعیف القوی کیا اور کیونکر لگا سکتے ہین!

شیخ کا سن کچھ ایسا بہت زائد نہین معلوم ہوتا، اور قوی تو ماشاء اللہ قابلِ رشک ہین، اللہ اُن کی عمر و اقبال مین برکت دے، اور اُن کی سپاہ کو نصرت و فتح نصیب کرے کہ اس بیسوین صدی کے دورِ یاجوجی مین جہاد اسلامی اور غزائے شرعی کا نام روئے زمین پر اگر کہین زندہ ہے، تو اسی کے دم سے، ورنہ ہمارے "روشن خیالون" نے تو حالاتِ موجودہ مین اس کے صرف ناقابلِ عمل ہونے ہی پر بس نہین کی، بلکہ سرے سے اس کی عدم ضرورت ہی کا اعلان فرما رکھا ہے، شیخ گفتگو صرف عربی مین فرما سکتے ہین، اور عربی ماشاء اللہ خوب فصیح و شستہ بولتے ہین، گفتگو مختصر فرماتے ہین، لیکن ایک ایک فقرہ درد و اثر مین ڈوبا ہوا۔ مولانا مناظر صاحب نہ صرف اپنی طرف سے گفتگو کر رہے تھے، بلکہ مجھ جیسے جاہل و بے زبان کے ترجمان بھی وہی بنے ہوئے تھے، موضوعِ گفتگو کیا تھا؟ وہی مسلمانانِ عالم کی پستی اور بدبختی، وہی کلمہ گویانِ اسلام کی بے حسی اور بے بسی، ہندوستان کا ذکر آیا، ہندوستان کے مجاہدون کا ذکر آیا، خلافت کمیٹی کی جد و جہد کا ذکر آیا، محمد علی و شوکت علی کی سرفروشیون کا ذکر آیا، جانشین شیخ الہند کا ذکر آیا، آخر مین شیخ نے جس وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہین، تو ہم لوگ تو بہرحال انسان تھے، معلوم یہ ہوتا تھا کہ کمرہ کے اندر بیجان چیزون کے بھی جان پڑ گئی ہے، اور در و دیوار سقف و فرش کا ایک ایک ذرہ ان دعاؤن پر آمین کہہ رہا ہے! ——— سلوک بطریق نبوت، ہندوستان کے لئے کوئی بالکل نئی اور نامعلوم چیز نہین، ابھی بہت زمانہ نہین ہوا، کہ اودھ ہی کے ایک خاندان سے ایک "سید" اٹھا اور سرحد پر سکھون کے مقابلہ مین اللہ کی راہ مین اپنا سب کچھ لٹا کے، اور اپنے آپ کو مٹا کے، دنیا کو دکھا دیا، کہ ہندی مسلمان بھی جہاد و غزا کے معنی سے ناآشنا نہین، خیر یہ تو پھر بھی اب سنی سنائی حکایت ہو گئی ہے، لیکن حضرت شیخ الہند دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد اور ذوقِ شہادت تو موجودہ نسل کی آنکھون دیکھی بات

ہے، اسے کون بھول سکتا ہے؟ اسے کیونکر بھلایا جا سکتا ہے؟ اور پھر شیخ الہند کے بعد آج بھی خدائے حی و قیوم کے فضل و کرم سے ایک زندہ سلامت ذات شیخ الہندؒ کی روایات کو زندہ اور قایم رکھے ہوئے، ہند اور اہل ہند کے درمیان موجود ہے، جو اسے دیکھ اور پہچان چکے، وہ اپنی آنکھوں کو مبارکباد دیں، اور جنھوں نے نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا، انھیں دکھانے اور پہچنوانے کی اجازت کسے؟

باب ۳۶

حجِ رب البیت

لیجئے، حج ختم ہو گیا، ارکان و اعمالِ حج ختم ہو لئے، طواف ہو چکا، عرفات میں حاضری ہو لی، مزدلفہ میں رات کو رہ لئے، منیٰ میں کنکریاں پھینک چکے، قربانی کر چکے، سر منڈا چکے، صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لی، احرام پہن چکے، لبیک پکار چکے، جو حاجی نہ تھے، وہ اب حاجی ہو گئے۔ ——— کیا واقعۃً حج ہو گیا؟ کیا حقیقۃً اعمالِ حج ادا ہو چکے؟ کیا اسماً و صورۃً نہیں، معنیً و حقیقۃً طواف و وقوف، سعی و رمی، تلبیہ و قربانی کے فرائض و واجبات سے سبکدوشی ہو چکی؟ کیا جس کو دوستوں اور عزیزوں نے "حاجی" کہکر پکارنا شروع کر دیا، وہ اللہ کے رجسٹر میں بھی "حاجی" لکھ لیا گیا؟ فرشتوں کی زبان پر بھی "حاجی" کے لقب سے موسوم ہو گیا؟ جس نے بار بار کسی کو پکارا، اس کے کان میں ادھر سے بھی کوئی آواز آئی؟ جس کا جسم مکے اور مدینے کی گلیوں میں چلتا پھرتا رہا، اس کا دل بھی یہیں رہا؟ جو گونگا، اور بہرا، اور اندھا ہو کر آیا تھا، وہ واپسی کے وقت کچھ بھی گویائی اور شنوائی اور بینائی، کی قوتیں لے کر چلا؟ ——— جواب کون دے، اور کس زبان سے دے؟

شیخ عثمان بن علی ہجویری لاہوری، (داتا گنج بخش) کشف المحجوب میں روایت

فرماتے ہین، کہ ایک صاحب حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا، کہ کہان سے آرہے ہو؟ جواب ملا کہ حج سے واپس ہو رہا ہون، پوچھا حج کرچکے؟ عرض کیا کہ کرچکا، فرمایا کہ جس وقت گھر سے روانہ ہوئے، اور عزیزون سے جدا ہوے تھے، اپنے تمام گناہون سے بھی مفارقت کی نیت کرلی تھی؟ کہا "نہین، یہ تو نہین کیا تھا" فرمایا بس تم سفر حج پر روانہ ہی نہین ہوئے، پھر فرمایا کہ راہ مین جون جون تمہارا جسم منزلین طے کر رہا تھا، تمہارا قلب بھی قرب حق کی منازل طے کرنے مین مصروف تھا؟ جواب دیا کہ "یہ تو نہین ہوا" ارشاد ہوا کہ پھر تم نے سفر حج کی منزلین ہی طے نہین کین، پھر پوچھا کہ جس وقت احرام کے لئے اپنے جسم کو کپڑون سے خالی کیا تھا، اس وقت اپنے نفس سے بھی صفات بشریہ کا لباس اتارا تھا؟ کہا کہ "یہ تو نہین کیا تھا" ارشاد ہوا کہ پھر تم نے احرام ہی نہین باندھا، پھر پوچھا کہ جب عرفات مین وقوف کیا، تو کچھ معرفت بھی حاصل ہوئی؟ کہا کہ "یہ تو نہین ہوا" فرمایا کہ پھر تم نے عرفات مین وقوف ہی نہین کیا، پھر پوچھا کہ جب مزدلفہ پر اپنی مراد کو پہنچ چکے، تو اپنی ہر مراد نفسانی کے ترک کا بھی عہد کیا تھا؟ کہا کہ یہ تو نہین کیا تھا، ارشاد ہوا کہ پھر مزدلفہ تم حاضر ہی نہین ہوئے، پھر پوچھا کہ خانہ کے طواف کے وقت صاحب خانہ کا بھی جمال نظر آیا تھا؟ کہا کہ "یہ تو نہین ہوا" ارشاد فرمایا کہ پھر تمہارا طواف ہی نہین ہوا، پھر پوچھا کہ جب صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تھی، تو مقام صفا، اور درجہ مروہ کا بھی کچھ ادراک ہوا تھا؟ کہا کہ یہ تو نہین ہوا تھا، ارشاد ہوا کہ پھر سعی بھی تم نے نہ کی، پھر پوچھا کہ جب منیٰ آئے تو اپنی ساری آرزوئین کو تم نے فنا کیا؟ کہا کہ یہ تو نہین کیا تھا، ارشاد ہوا کہ پھر تمہارا منیٰ جانا لاحاصل رہا، پھر پوچھا کہ قربانی کے وقت اپنے نفس کی گردن پر بھی چھری چلائی تھی؟ کہا کہ یہ تو نہین

کیا تھا، ارشاد ہوا کہ پھر تم نے قربانی ہی نہیں کی، پھر پوچھا کہ جب کنکریاں ماری تھیں تو اپنے جہل اور نفسانیت پر بھی ماری تھیں؟ کہا کہ یہ تو نہیں کیا تھا، ارشاد ہوا کہ پھر تم نے رمی بھی نہ کی، اور اس ساری گفتگو کے بعد آخر میں فرمایا کہ تمھارا حج کرنا نہ کرنا برابر رہا، اب پھر جاؤ، اور صحیح طریقہ پر حج کرو،

سید الطائفہؒ کی یہ ساری تقریر محض خیال آرائی و تخئیل طرازی نہیں حضرت ذوالنون مصریؒ اپنی آنکھوں کی دیکھی بات بیان کرتے ہیں، کہ منیٰ میں میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ جس وقت ساری خلقت قربانیوں میں مصروف تھی، وہ سب سے الگ چپکا بیٹھا ہوا ہے، میں برابر اس کی طرف دیکھتا رہا، کہ دیکھوں اب یہ کیا کرتا ہی، آخر میں نے دیکھا کہ اس نے مناجات شروع کی، کہ اے پاک پروردگار! ساری خلق قربانی کرنے میں مشغول ہے، میں چاہتا ہوں کہ تیرے حضور میں خود اپنے نفس کی قربانی پیش کروں، اسے قبول فرما، یہ کہا اور اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا، اور دھڑ سے زمین پر گر پڑا، میں نے قریب جا کر دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی! اللہ اللہ! بڑوں کی باتیں بھی کیسی بڑی ہوتی ہیں، انھیں جو کچھ ملتا ہے، وہ سب کے نصیب میں کہاں آسکتا ہے، وہ جو کچھ دیکھ لیتے ہیں، اسے دیکھنے کے لئے ہر اندھا، کہاں سے آنکھیں لائے! حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ وہ عبادت ہی کیا، جو کل آج جائے، اور اس کا ثواب کل کے لئے ادھار ہے، اللہ کی طاعت کے معنی تو یہ ہیں، کہ طاعت اور مزدِ طاعت ساتھ ہی ساتھ دم نقد وصول! چنانچہ اپنے متعلق فرماتے ہیں، کہ جب پہلی بار حج کو گیا، تو بجز خانۂ کعبہ کے اور کچھ دکھائی نہ دیا، دوبارہ گیا تو خانہ اور

اور صاحب خانہ دونون کا جلوہ دیکھا، اور جب تیسری بار گیا، تو صرف صاحب خانہ ہی کا
جلوہ ہر طرف دکھائی دیا، اور مکان کے در و دیوار نظرون سے غائب! شیخ ہجویریؒ
نے یہ سب حکایات و اقوال نقل فرمائے ہین، خود اپنی تحقیق تحریر فرماتے ہین کہ حرم کو حرم
اس لئے کہتے ہین کہ اس کے اندر مقام ابراہیم ہے، اور مقام ابراہیم کی دو قسمین ہین، ایک
مقام تن، ایک مقام دل، مقام تن کا نام مکہ ہے اور مقام دل کی تعبیر مرتبۂ خلت ہے،
جن کی ہمتین محض مقام تن تک محدود ہین، انھین چاہئے کہ اپنا معمولی لباس اتار کر
احرام کی کفنی پہنین، حدود حرم مین شکار نہ کھیلین، عرفات مین حاضر ہون، طواف
کرین، وقس علیٰ ہذا، لیکن جسکا حوصلہ یہ ہو کہ مقام ابراہیم کے مقام دل تک پہونچے تو
اسے چاہئے کہ:-

چون کسے قصد مقام دل وے کند از مالوفات
اعراض باید کرد و بہ ترک لذات و راحات
و بگفت از ذکر اغیار معرض شود و از انچہ
التفات وے بہ کون محظور باشد آنگاہ
بہ عرفات معرفت قیام گیرد و از ان جا
قصد مزدلفہ الفت گرد و و از ان جا سر
را بہ طواف حرم تنزیہ حق فرستد و سنگ
ہوا و خاطر ہاے فساد را بہ مناے ایمان
بیند ازد، و نفس را اندر منحرگاہ مجاہدت
قربان کردہ بہ مقام خلت رسد پس دخول

اپنے شوق و خواہش کی چیزون کو چھوڑ دے، لذتون
اور راحتون کو ترک کر دے، غیر اللہ کا تذکرہ
تک زبان پر نہ لائے، اس لئے کہ عالم کون
کی جانب التفات ہی اس وقت ممنوع ہے
اس کے عرفات معرفت مین وقوف کرے،
وہان سے مزدلفۂ الفت کا قصد کرے، وہان
اپنے قلب کو تنزیہ حق کے طواف کے لئے
روانہ کرے، اور منائے ایمان مین خواہشات
نفس کے سنگریزون کو پھینکدے، قربانگاہ
مجاہدات مین اپنے نفس کی قربانی پیش کرے

مقام تن امن باشد از دشمن و شمشیر ایشان و دخول مقام دل امان بود از قطیعت و اخوات آن،

(کشف المحجوب کشف الحجاب الثامن)

اور اس طرح مقام غفلت پر فائز ہو جائے مقام تن میں داخل ہونے کے معنی دشمن و شمشیر دشمن سے امان پا جانے کے ہیں، اور مقام دل میں داخل ہونے کے معنی اللہ کی جدائی اور اس کے نتائج سے محفوظ ہو جانے کے ہیں،

دل والون نے جب جب حج کئے ہین، اس طرح کئے ہین، کہ محض تن والے دنگ رہگئے ہین، نہ زاد و توشے کی فکر کی ہے، نہ مرکب و راحلہ کا سامان کیا ہے، نہ رفیق و عزیز کو ہمراہ لیا ہے، نہ منزلون پر پہنچ کر قیام کیا ہے، نہ پانی کی صراحیان ساتھ لی ہین، تن تنہا اٹھ کھڑے ہوئے ہین، اور خالی ہاتھ چل دیئے ہین، بادیہ کی جلجلاتی ہوئی ریگ پر ننگے پیر، اور عرب کی تمتماتی ہوئی دھوپ مین ننگے سر، ایک دو دن کی نہین ہفتون اور مہینون کی مسافتین طے کی ہین، روزون پر روزے رکھے ہین، اور فاقون پر فاقے کئے ہین، کوئی ایک دو مثالین ہون تو درج کی جائین، کس کس کے نام، اور کہان تک گنائے جائین، طاؤس الفقرا شیخ ابونصر سراج اپنی کتاب اللمع مین اس طرح کی بہت ساری حکایات روایات درج کر کے لکھتے ہین، کہ ان اللہ والون کے آداب حج یہ ہین کہ یہ جب میقات پر پہونچ کر غسل کرتے ہین، تو اپنے جسم کو پانی سے دھونے کے ساتھ ہی اپنے قلب کو توبہ مین غسل دیتے ہین، جب احرام پہننے کے لئے اپنے جسم سے لباس اتارتے ہین تو قلب سے بھی لباس محبت دنیا اتار ڈالتے ہین، جب زبان سے لبیک لا شریک لک لبیک کہنا شروع کرتے ہین، تو حق کو پکارنے کے بعد شیطان و نفس کی پکار پر جواب

دنیا اپنے اوپر حرام قرار دے لیتے ہین، جب خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگتے ہین تو آیۂ کریمہ و
تری الملٰئکۃ حافین من حول العرش کو یاد کرکے، عرش الٰہی کے گرد طواف کرنے
والے فرشتون کا تصور جاتے ہین، جب حجر اسود کو بوسہ دیتے ہین، تو گویا اس وقت حق تعالیٰ
کے ہاتھ پر اپنی بیعت کی تجدید کرتے ہین، اور اس کے بعد اپنے ہاتھ کا کسی خواہش کیطرف
بڑھانا گناہ سمجھ لیتے ہین، جب صفا پر چڑھتے ہین تو اپنے قلب کی کدورت کو بھی صفائی
سے بدل لیتے ہین، جب سعی کرنے مین تیز دوڑتے ہین، تو گویا شیطان سے بھاگتے ہوتے
ہین، جب عرفات مین حاضر ہوتے ہین تو تصور کے سامنے میدانِ حشر کا نقشہ جاتے
ہین، جب مزدلفہ مین آتے ہین تو ان کے قلب ہیبت و عظمت حق تعالیٰ سے لبریز
ہوتے ہین، جب کنکریان پھینکتے ہین تو اپنے اعمال و افعال یاد کرتے جاتے ہین جب
سر منڈاتے ہین تو ساتھ ہی حب جاہ و خود پسندی پر بھی استرہ چلاتے جاتے ہین، اور
جب قربانیون کو ذبح کرتے ہین تو ساتھ ہی ساتھ اپنے نفسون پر بھی چھری چلاتے
رہتے ہین، ـــــ جنھون نے یہ آداب حج اپنی کتابون مین لکھے، اور جنھون نے عمل مین
برتے، وہ نور کے بنے ہوئے، اور آسمانون پر اڑنے والے فرشتے نہ تھے، ہماری آپکی
طرح مٹی کے پتلے اور اسی مادی زمین پر چلنے پھرنے والے انسان ہی تھے،

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء مین مناسک حج کی فقہی تفصیل کے بعد، ایک مستقل
و مفصل باب حج کے دقائقِ اعمال اور آداب باطنی پر لائے ہین، اور اس کے اندر جتنے
اعمالِ حج ہوتے ہین اول سے آخر تک ان سب کے اسرار و آداب باطنی بیان فرمائے
ہین، کہ فلان عمل کے وقت یہ نیت رکھنا چاہیے، فلان عمل کے وقت اس مقصد کا تصور

رکھنا چاہیے، فلان عمل کے ذریعہ سے یون تزکیۂ نفس کرنا چاہیے، فلان عمل کو یون اپنی اصلاح کا وسیلہ بنانا چاہیے، اور فلان فلان اعمال سے ان ان مجاہدات کا کام لینا چاہیے، اور پھر ہر ہر مجاہدے کے ساتھ تابعین سے لیکر اپنے زمانہ کے اولیا رکبار کی حکایات بھی درج کی ہین، جس حج کے قبول کے لئے مقبولون کو یہ یہ مشقتین جھیلنی پڑی ہون، اس کی مقبولیت کا ہم جیسے تباہ کار کبھی خواب مین بھی گمان نہین کرسکتے ہین ؟ جس طاعت کے ادا کرنے مین اللہ والون کو یہ یہ ریاضتین اُٹھانی پڑی ہیں اس کے مقبول ہونے کا ہم نفس کے بندے کبھی بھی حوصلہ کر سکتے ہین ؟ عارفون نے جس عبادت کا معیار یہ رکھا ہو، ہم تہی مایہ کس منہ سے کہہ سکتے ہین، کہ وہ ہم سے کسی درجے مین بھی بن پڑی! ——— پھر کیا سفر حج کی یہ ساری دوڑ دھوپ خدانخواستہ لاحاصل ہی رہی ؟ اور وطن سے بے وطن ہونے، بیسیون اہلِ وطن سے دور رہنے، سیکڑون روپیہ صرف کرنے موسم کی سختیان اٹھانے کا نتیجہ، خدانخواستہ کچھ بھی نکلا ؟

بڑون کی باتین بڑون پر چھوڑیئے، کچھوا دوڑ مین خرگوش کا دم کہان سے لائے؟ جو مفلس و بے نوا ہے، وہ تاجدارون اور زرین کلاہون کی ریس کا حوصلہ کیون کرے ؟ اور مورِ ضعیف سلیمانِ وقت کی ہمسری کا سودا ہی اپنے سر مین کیون پیدا کرے ؟ جو اللہ کے شیر ہین ان کا معاملہ انھین پر چھوڑیئے، اگر کہین لوازم حج مین وہی سب کچھ داخل ہوتا جو ابھی بیان ہوا ہے، اگر کہین قبول حج کے لئے یہی سب شرطین ہوتین، تو فرمائیے، کہ ہم جیسے ضعیفون اور زبون ہمتون کا کیا حشر ہوتا ؟ جنیدؒ و بایزیدؒ، ہجویریؒ و غزالیؒ، تو کہین

صدیون کی مدت مین اور لاکھون کی آبادی مین، وہ ہی چار پیدا ہوتے ہین، یہ کروڑہا کروڑ اور اربہا ارب مخلوق جو اس ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت مین روے زمین کے ہر ہر گوشے مین پیدا ہوتی رہی، اور آیندہ خدا معلوم کب تک پیدا ہوتی رہے، کیا ان سب کی محنت، حج اور سفرِ حج کے لیے سرے سے بےکار و لاحاصل ہی رہتی ہے؟

—— قربان جائیے اس کی رحمت کے جو سب رحم کرنے والون سے بڑھکر رحیم اور سب کرم کرنے والون سے بڑھکر کریم ہی، کہ اس نے ایسے ہی رحمۃ للعالمین کو ہادی و دلیل، حاکم و حکیم، مرشد و معلّم بنا کر بھیجا جس نے اپنے ہر نمونۂ عمل مین اقویاء سے کہین زیادہ ضعفاء کا، حوصلہ مندون سے کہین زیادہ پست ہمتون کا، بڑون سے کہین زیادہ چھوٹون کا، اور طاقت والون سے کہین زیادہ کمزورون کا خیال رکھا، اس سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ مقبول حج کرنے والے کے حج و اعمالِ حج و سفرِ حج کی ایک ایک تفصیل حدیث اور فقہ کی کتابون مین قلمبند ہے، اور وہ جو آخرت مین ہر بےکس کا سہارا، اور ہر بےآس کا آسرا ثابت ہوگا، اس دنیا مین بھی ہر طاعت اور ہر عبادت کی طرح حج کے معاملے مین اپنے ذاتی عمل سے، سختیون اور مشقتون کے بجاے سہولتون اور آسانیون کی راہ کھول گیا ہے، صلی اللہ علیہ وسلم، اور اسی کے اتباع مین ہر مایوس کو آس کی جھلک اور ہر ناامید کو امید کی شعاع نظر آرہی ہے،

باب ۳۷

رخصتی

مدرسہ صولتیہ کا نام اور مجمل تذکرہ اوپر کئی بار آچکا ہی، تمام ہندوستان مین پہلے سے مشہور ہے مجمل تذکرہ نے دلون مین اشتیاق بڑھا دیا ہوگا، تفصیل کی نہ ان صفحات مین گنجایش نہ یہ اس کا محل، لیکن اتنا کہہ دینے اور آپ کے سن لینے مین کوئی ہرج نہین، کہ سرزمین عرب پر ہندوستانیون کے قایم کئے ہوئے مدارس مین شاید سب سے زیادہ پرانی اور مشہور درس گاہ یہی ہے، مولانا رحمۃ اللہ کیرانہ ضلع مظفر نگر کے باشندہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء سے قبل ہندوستان کے ایک نامور مناظر عالم تھے، مشہور دشمن اسلام پادری فنڈر کو ان ہی نے میدان مناظرہ مین شکست دی تھی، سرکار برطانیہ کی نگاہ مین معتوب و مشکوک قرار پائے، ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے آئے، اور یہین کلکتہ کی فیاض و عالی ہمت خاتون صولت النساء بیگم کی مالی امداد سے ۱۲۹۱ھ مین اس دینی مدرسہ کی بنیاد ڈالی، اور اس وقت سے اب تک خدا کے فضل سے یہ مدرسہ بخوبی چل رہا ہے، زمانہ کے انقلابات بھی قابل دید ہوتے ہین، سلطان عبد العزیز خان اور سلطان عبد الحمید خان کے زمانہ مین مولانا کی بڑی قدر و تکریم ہوتی رہی، موجودہ حکومت حجاز، کارکنان مدرسہ کے ساتھ شاید ان "غلطیون"

کا کفارہ کررہی ہی لیکن مدرسہ اب بھی ماشاء اللہ اچھی حالت مین ہی، غالبًا بارہ ۱۲ بارہ
سالانہ کی اعانت سرکارِ نظام اور سرکار بھوپال دونون سے ہوتی رہتی ہی، ۱۸ اٹھارہ
سالانہ نواب چھتاری کے ہان سے مقرر ہین، اور متفرق چندے ہین، مدرسہ کی عمارتین
خاصی وسیع و عالیشان ہین، لاکھ سوا لاکھ سے کیا کم لاگت مین تعمیر ہوئی ہونگی، سنا ہی
کہ ۲۵ ہزار کی رقم سرکارِ آصفیہ سے یکمشت ادا ہوئی تھی، طلبہ مین حجازی، بخاری،
ہندی، جاوی، افریقی، سب ہی قومین شامل ہین، گو افسوس ہی کہ حجازیون کی تعداد
بہت کم ہے، تعلیم شروع مین طلبہ کی مادری زبان مین ہوتی ہی، استاد بھی مختلف قومون
کے ہین، دارالمطالعہ مین اُس وقت ہمدرد جاتا تھا، سچ جارہا ہی، اور بھی ہندوستان
کے مختلف پرچے، بحیثیت مجموعی ہندوستانیون کا ایک اچھا خاصا مرکز ہی، ناظم مدرسہ
مولانا محمد سعید کیرانوی اس وقت رخصت پر اپنے وطن مین ہین، قایم مقام ناظم مولوی
محمد سلیم کے حسنِ اخلاق کا تذکرہ بار بار آچکا ہی، مدرسہ باوجود اپنے موجودہ ذرایع آمدنی
کے اہل خیر کی امداد کی ضرورت سے بے نیاز نہین ۔

خیر البلاد مین، ہندیون ہی کا ایک دوسرا قابلِ ذکر مدرسہ، مدرسہ فخریہ عثمانیہ
ہے، یہ مدرسہ، تاجدار دولت آصفیہ میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ کے اسم گرامی کیساتھ
منسوب ہے، اور حرم سے بالکل متصل، بلکہ کہنا چاہیئے کہ حرم شریف کے اندر ہی
باب ابراہیم کے بالاخانہ کی چھت پر اس کے کمرہ واقع ہین، ان کمرون مین اگر
نماز پڑھی جائے، تو گویا حرم شریف ہی کی نماز سمجھی جاتی ہی، طلبہ مین، ہندی،
حجازی، جاوی سب قومون کے بچے شامل ہین، دوسو روپیہ ماہوار سرکار نظام سے

اور سوا سو روپیہ ماہوار غالباً دربار بھوپال سے امداد ملتی رہتی ہے، کچھ متفرق چندوں
سے مل رہتا ہے، موسم حج میں مکانِ مدرسہ کرایہ پر اٹھا دیا جاتا ہے، اور چونکہ حاجیوں
کے لئے بہترین موقع پر واقع ہے، اس لئے کرایہ خاصہ معقول وصول ہو جاتا ہے ۱۳۴۱ھ
۱۳۴۲ھ میں دو دو ہزار سے اوپر کی رقمیں حاصل ہوئیں مجموعی آمدنی اوسطاً ۷-۸ ہزار
سالانہ کی رہتی ہے مصارف بھی ۷-۸ ہزار سے کم نہیں ہوتے ۱۳۴۳ھ میں آمدنی بہت
ہی کم ہوئی تھی، مالی حالت قابلِ اطمینان نہیں، اہلِ خیر کی توجہ و التفات کی ضرورت
ہے، مدرسہ کے مہتمم قاری محمد اسحٰق صاحب مدرسہ کی رپورٹ ہمدرد پریس دہلی میں
چھپواتے تھے، ان کے نام سے واقفیت اس ذریعہ سے ہوئی، پھر ایک بار غالباً ۱۳۴۴ھ
میں حیدرآباد میں سرسری ملاقات بھی ہوئی تھی، بڑے مستعد، کارگذار صاحب
ہمت اور خدمت گذار شخص ہیں، مدرسہ کی ترقی کے لئے بڑے بڑے منصوبے رکھتے
ہیں، لیکن بیچارے بے زری اور تہیدستی سے معذور ہیں، مدرسہ کی عمارت اپنی
ذاتی نہیں کرایہ کے مکان میں ہے، اور مصارف کی سب سے بڑی مد یہی کرایۂ عمارت
ہے، ایک ایک سال میں بارہ بارہ تیرہ تیرہ سو روپیہ کرایہ میں دینا پڑتا ہے،
ہندوستان کے جو اہلِ کرم مدد کرنا چاہیں، وہ حاجی عبدالغفار صاحب
کوٹھی علی جان صاحب مرحوم، چاندنی چوک دہلی، یا حاجی عبداللہ بھائی
عبدالرحیم صاحب، ناگدیوی اسٹریٹ بمبئی، کے ذریعہ سے روپیہ مدرسہ کے نام
بھیج سکتے ہیں،

مکہ میں ان دونوں کے علاوہ اور بھی مدرسے ہیں، لیکن ان تک پہونچنے

کا نہ وقت ملا، نہ اُن کے باب مین کوئی مفصل واقفیت حاصل ہوئی، مکہ محض عبادتگاہ نہین
اچھا خاصا وسیع متمدن شہر ہے، مدرسے، اسپتال، موٹرین، سائکلین بجلی کی روشنی اور پنکھے،
برنٹ پریس، ہوٹل سارے لوازم تمدن موجود عبادات سے اگر قطع نظر کرکے محض تمدنی
حیثیت سے نگاہ دوڑائی جائے، تو یہ معلوم ہی نہ ہوگا کہ حجاز کا کوئی شہر ہے، بس یہ معلوم ہوگا
کہ لکھنؤ یا کان پور یا آگرہ مین بیٹھے ہوئے ہین بہت وسیع بازار، جسمین اعلیٰ سے اعلیٰ ولایتی
کپڑا ہر قسم کا موجود، بہتر سے بہتر کھانے کی دوکانین اور ہوٹل تلاش کیجائے، تو ہر مذاق
کا کھانا مل سکتا ہے، مٹھائیان پھل میوے، بہ افراط، تارگھر ہے ٹیلیفون ہے، اور غالبًا
لاسلکی کا بھی اسٹیشن موجود، علاج، ترکون کے زمانہ سے عمومًا ڈاکٹری ہونے لگا ہے، تاہم
یونانی طبیبون کی بھی کمی نہین، اور دہلی کے دواخانون سے آئی ہوئی یونانی دوائین بھی
اچھی اور قابل اطمینان ملجاتی ہین، دہلی اودھ، پنجاب، دکن بمبئی، گجرات، ہندوستان کے
ہر صوبہ اور ہر گوشہ کے باشندے اچھی خاصی تعداد مین آباد، اور ہندوستان کی یاد کو
تازہ رکھے ہوئے ہین، حکومت وقت کی عنایت قدرةً گروہ اہل حدیث پر زائد ہے، اور
جسکا اس گروہ سے کچھ بھی تعلق ہو وہ فی الجملہ صاحب رسوخ و اثر مصری اخبارات
و رسائل کے علاوہ ہندوستان سے اردو کے پرچے بھی اچھی تعداد مین جا بجا آتے
رہتے ہین، ایک ہفتہ وار اخبار ام القری کے نام سے نکلتا ہے، ہر جمعہ کو شایع ہوتا
ہے، دفتر حرم شریف سے قریب ہے، ولیعہد کے محل کی پشت پر واقع ہے، سچ سے تا لہ
ہے، وقت ہوتا تو اندر جاکر مدیر سے ملاقات کیجاتی، اور دفتر کے حالات کا مشاہدہ
ہوتا، باہر سے تو دفتر کی عمارت خاصی شاندار معلوم ہوتی ہے، پرچہ کی حیثیت نیم
سرکاری بلکہ کہنا چاہئے کہ سرکاری ہی ہے، بڑی تقطیع کے چار صفحے ہوتے ہین ہر صفحہ

مین پانچ کالم، حجاز مین سالانہ چندہ ۳ ریال ہے، اور باہر کے لئے ۶ ریال (ایک ریال سعودی، انگریزی سکہ مین ۱۰ آنے کا ہوتا ہے یا کچھ زائد) جو لوگ حج و حجاز کے متعلق سرکاری اطلاعات سے باخبر رہنا چاہتے ہین، اُن کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے،

حاجیون کو عموماً حج سے فراغت کے ساتھ ہی، مکہ سے روانگی کی جلدی پڑجاتی ہے، کچھ مدینہ جانا چاہتے ہین، اور کچھ وطن واپس ہونا، ٹھہرنے والے بہت ہی کم ہوتے ہین، بعض بزرگون کے ارشادات بھی اسی قسم کے ہین، کہ حج کے بعد ہی روانہ ہو جانا چاہئے، زیادہ قیام نہ کرنا چاہئے، حضورؐ نے صحابہؓ سے بھی بعد حج صرف تین دن کیلئے قیام کے لئے فرمایا تھا، ہم لوگون کو واپسی کی عجلت تھی، اور پروگرام یہ تھا، کہ جدہ سے پہلے جہاز پر روانہ ہو جائین گے، منشی احسان اللہ خان صاحب نے کہہ رکھا تھا کہ پہلے جہاز پر جگہ ملنے کی ذمہ داری صرف اسی صورت مین کیجا سکتی ہے کہ جلد سے جلد یعنی ۱۳ ار کو جدہ آجاؤ، منیٰ سے ہم لوگ ۱۲ ار کی شام کو مکہ واپس آگئے تھے، اور خیال یہ کئے ہوئے تھے کہ ۱۳ ار ہی کو کسی وقت جدہ پہونچ جائین گے، موٹر کا دو ڈھائی گھنٹہ کا راستہ ہے، بات ہی کیا ہے، جس وقت چاہین گے چل کھڑے ہون گے ——— تجربہ سے معلوم ہوا، کہ یہ محض حسن ظن تھا، واپسی اتنی آسان ہرگز نہین جتنی ہم لوگ سمجھے ہوئے تھے، پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ واپسی کے لئے سواریان اسی وقت مل سکتی ہین، جب پہلے منشور سلطانی جاری ہولے، بغیر فرمان شاہی جاری ہوئے، کسی سواری کا ملنا خلاف قانون ہے، اور فرمان کے لئے یہ لازمی نہین، کہ اسکا اجرا ۱۳ ار ہی کو ہو جائے، باخیر خدا خدا کرکے ۱۴ ار کو فرمان جاری ہوا، اور اس کے بعد اب معلم صاحب کے

نشتر غمزون سے ایکبار پھر سابقہ شروع ہوا،

مدینہ سے روانگی کے وقت، سواری کے دستیاب ہونے مین، جو جو زحمتین پیش آئی تھین، اُن کا تذکرہ اپنے مقام پر آچکا ہی خیال یہ تھا، کہ مکہ پایہ تخت سلطانی ہی یہان کے انتظامات بہت بہتر ہون گے، اور ہر طرح نظم و باقاعدگی ہوگی، تجربہ سے معلوم ہوا، کہ اس زمین کا بھی آسمان وہی ہی، الحرمین کمپنی، جس کی لاریون پر جدہ سے مدینہ گئے تھے، اور مدینہ سے مکہ پہونچے تھے، اس کا معاہدہ ختم ہو چکا تھا، اب نئی سواری کا انتظام کرنا تھا، اور یہ یاد رہے کہ سواری کا انتظام معلم ہی کی معرفت ہو سکتا ہی براہ راست کوئی حاجی اپنی سواری کا انتظام نہین کر سکتا، اگر نا چاہے تو کوئی سواری والا اس سے سیدھے منہ بات بھی نہ کریگا، بلا وساطت معلم، سواری کا انتظام، قانونِ حکومت کا جرم ہے، ایک تاجر عبد الحمید کبتی ہندی ہین، ان کے نام بمبئی سے چلتے وقت سیٹھ عمر بھائی چاند بھائی نے تعارف نامہ لکھدیا تھا، ان کی موٹرین چلتی ہین، ان سے درخواست کی، اور بار بار کی، پہلے تو بہت اخلاق سے ملے، لیکن یہ خاص غرض جب پیش کی گئی، تو پہلے کچھ گول سے جوابات دیئے، اور کئی مرتبہ کی دوڑ دھوپ کے بعد بالآخر انکار فرما دیا، ایک تعارف نامہ دہلی کے مشہور حاجی علیجان والون کی کوٹھی کے شیخ عبدالوہاب صاحب کے نام بھی تھا، ۱۴ کی صبح کو ان سے ملاقات کی، امداد کا وعدہ فرمایا، اپنے بعض بزرگ عزیزون کے نام چٹھیان لکھدین، ان مین سے ایک بزرگ نے جنکا نام غالباً عبید اللہ صاحب تھا، سواری دینے کا پورا وعدہ بھی کر لیا تھا ان کے در دولت پر خدا معلوم کتنی بار حاضری دینی پڑی، اور بالآخر یہ معلوم ہوا کہ وعدہ اور ایفائے وعدہ

کے درمیان عدم تطابق صرف ہندوستان ہی کے لئے مخصوص نہین، بلکہ بیت اللہ کے جوار مین بھی بیٹھکر بہ آسانی ممکن ہی، بہرحال سارے دن کی بے نتیجہ تگ ودو کے بعد ہمارا کا بھی دن ختم ہوگیا، اور سواری کے بہم پہونچنے کی کوئی صورت نہ نکلی، دارو ںنہ حبیب اللہ بیچارے نے اخلاصمندی کے ساتھ بہت کچھ مدد کرنی چاہی، لیکن معلم صاحب کے داؤ پیچ کے سامنے وہ بے بس تھے،

زائد سامان اونٹون پر لدکر ہماری شب مین جدہ روانہ ہوچکا تھا، اب ہم لوگ تھے اور سعئ واپسیِ وطن، صبح اور شام کے اوقات اور دوپہر اور سہ پہر کے گھنٹے اسی کام کے لئے وقف تھے، کہ اُدھر سے اِدھر اِدھر سے اُدھر سواری کی تلاش مین دوڑا جائے اور ہر در سے محروم و مایوس واپس آیا جائے، کیسی نمازین اور کہان کے طواف ایک سودا تھا کہ سر پڑا اور ایک چکر تھا کہ پیر دن پر سوار تھا، ۱۵ کو جمعہ کا دن تھا، صبح کے اوقات تو انھین سرگردانیون کی نذر ہوئے، دوپہر کو جب نماز جمعہ کے لئے حرم شریف کے اندر پہونچے ہین، تو جگہ مطلق نہین، آج حرم شریف ماشاءاللہ نمازیون سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے، رکوع و سجود کا ذکر نہین، کھڑے ہونے تک کی گنجایش نہین، مجبوراً حرم شریف کے اندر کی جماعت کا خیال ترک کرکے باب ابراہیم کے بالاخانہ پر مدرسہ فخریہ عثمانیہ کے جو کمرے ہین، اُن مین چڑھ گئے، اور قاری اسحٰق صاحب مہتمم مدرسہ کے لطف و کرم سے، کسی نہ کسی طرح، یہان جگہ مل گئی، فاصلہ اس قدر تھا اور باہر سڑک پر شور و ہنگامہ اتنا، کہ تکبیر کی آواز تک نہین سنائی دیتی تھی، الٹے سیدھے، جس طرح بن پڑا کسی طرح نماز ادا ہوگئی، سہ پہر کو مدرسہ کا سالانہ جلسہ تھا، اس تقریب سے

یہاں بعد عصر پھر آنا ہوا، اور اس وقت ہر طرف سے عاجز و مجبور ہو کر یہین سے اس مضمون کا تار قاری اسحق صاحب کی وساطت سے، منشی احسان اللہ صاحب انگریزی وائس کانسل جدہ کے نام دینا پڑا:-

"ہمارے برابر سواری کی تلاش ہے، معلم کے کبھی نہ پورے ہونے والے وعدے اب تک یہاں روکے ہوئے ہیں"

خدا کی شان، کہ جو قسی القلب، اعد اللہ سے نڈر تھا، وہ احسان اللہ سے ڈر کر فوراً سواری کا انتظام کرلایا، اور آدھ گھنٹہ کے اندر معلم نے خود آکر یہ خبر دی کہ لاری کا انتظام ہوگیا اور اب ہم لوگ جب چاہین، روانہ ہوسکتے ہین!

رخصتی کا طواف، طواف الوداع کہلاتا ہے، ملک الملوک کے دربار کا یہ آخری سلام ہوتا ہے، طواف الصدر و طواف لا فاضہ بھی اسی کے نام ہین، یہ طواف وطن واپس جانے والون پر حنفی مذہب مین واجب ہے، البتہ عورتین اپنے خاص زمانہ مین، اس وجوب سے مستثنیٰ ہین، یہ طواف اسی طرح ہوگا، جسطرح اور سب طواف ہوتے ہین، فرق صرف اتنا ہے کہ اسمین رمل نہین، باقی سات چکر کاٹنا، مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنا، زمزم پینا، حجر اسود کو بوسہ دینا، اور موقع ملے تو ملتزم سے لپٹنا، یہ سب چیزین اسیطرح بدستور، رخصت کے وقت کی بعض دعائین جو حرم شریف کے دروازہ سے باہر نکلتے وقت پڑھی جاتی ہین، کتابون مین لکھی ہوئی ہین معلم اس وقت پڑھا دیتے ہین، بہتر یہ ہے کہ کعبہ سے جب روانہ ہونے لگے، تو الٹے پاؤن در حرم تک آئے، حج کی مقبولیت کی، اور دوبارہ حاضری کی بار بار دعا کرے، اور کعبہ سے جدائی پر آنکھین روئین یا نہ روئین لیکن کم از کم دل ضرور روتا ہو

اور حرم شریف سے باہر آکر مساکین کو کچھ صدقہ بھی دیدے، عصر اور مغرب کے درمیان ہم لوگون کا سامان بندھ کر تیار ہو گیا، مغرب کی نماز حرم مین پڑھی، اور بعد نماز طواف وداع کے مراتب سے فارغ ہوئے، مغرب پڑھے ہوئے کوئی پون گھنٹہ گزرا ہوگا، کہ ہم لوگون کے قدم، حدود حرم شریف سے باہر آگئے، یہ وقت بھی عجیب ہوتا ہی، کوئی ہشاش بشاش کوئی غمگین وافسردہ، کسی کا دل امیدون اور امنگون سے لبریز، اور کسی کا قلب غم وحسرت کے بارسے دبا ہوا، کوئی یہ سمجھ رہا ہی، کہ اب دوبارہ ان آنکھون کو یہ دربار اور یہ دیار دیکھنا کاہیکو نصیب ہوگا، کسی کو یہ یقین کہ پھر آئین گے اور بار بار آئین گے، اور سو بار اگر وداع ورخصت کی تلخیان جھیلین گے، تو ہزار بار آمد ووصال کی لذتین اور حلاوتین بھی حاصل کرین گے، کوئی مغموم کہ کعبہ چھوٹ رہا ہے، کوئی مسرور کہ کعبہ ساتھ چل رہا ہے، اپنی اپنی نسبت اور اپنا اپنا ظرف، کس کو خبر، کہ دلون کے مالک کی نظر مین کس کی نذر مقبول، اور کس کا تحفہ قابل قبول!

کی خدمت گزاری پوری توجہ و تندہی کے ساتھ کر رہے تھے، اور بعض ثقہ بزرگون سے معلوم ہوا کہ سید امین عاصم مرحوم کے پوتے، سید عقیل عطاس معلمون کے طبقہ مین ایک یگانہ ہستی ہین،

باب ۳۹

جدہ-جہاز

یہ جملۂ معترضہ ختم ہوا، یہ ساڑھے چار کالموں کا "جملہ" صرف نحوی اصطلاح مین نہین، بلکہ لفظی و معنوی حیثیت سے بھی معترضہ ہی تھا، اور معلّموں کی چیرہ دستیون سے آیندہ حاجیون کو آگاہ و خبردار کرنے کے لئے یہ جملۂ معترضہ سفرنامہ کا ایک ضروری جزو تھا، اب پھر اصل سفر کی داستان شروع ہوتی ہے، عشا کا اول وقت ہو چکا تھا، جب مجمع کو چیرتے ہوئے، ہم سب لوگ اعرابیون پر سوار، مکہ کی آبادی سے باہر اُس مقام پر پہونچے، جہان روانگی کے لیے موٹر ملتے ہین، سوار پہونچ گئے لیکن سواری ندارد، ساری رات میدان مین گذاری، کچھ وقت معلّم صاحب کے ساتھ زق زق بق بق مین گذرا، اور باقی سونے مین، صبح ہوئی، نماز فجر پڑھی، آفتاب نکلا، چاے اور ناشتہ سے فراغت کی، سواری کا اب بھی پتہ نہین! دیر کے بعد معلوم ہوا کہ فرلانگ دو فرلانگ پر سرکاری تھانہ ہے، صلاح ٹھہری، کہ وہان چل کر قسمت آزمائی کیجائے، پولیس اگر مسافرون تک نہین آتی، تو مسافر تو بہرحال پولیس تک جا سکتے ہین، ممکن ہے، پولیس کچھ دستگیری کر سکے۔ ——— توکل کا یہ مرتبہ کہان نصیب تھا کہ اللہ کے گھر مین آکر تو اللہ ہی پر بھروسہ کیے بیٹھے رہین، خلق اللہ سے استعانت ناگزیر تھی۔ ———

قافلہ سے ہم تین آدمی، تھانہ پہونچے، اور بہ مشکل تھانہ دار صاحب کے ہان باریابی نصیب ہوئی، نجدیون کی عام ذہنیت کا کافی تجربہ ہوچکا تھا پھر یہ تھانہ دار صاحب تو ماشاء اللہ محکمۂ پولیس کے ایک ذی اختیار عہدہ دار تھے، اور گو نسباً نجدی ہون یا نہ ہون لیکن اپنے عہدہ کے اعتبار سے تو بہر حال حکومت سعودیہ ہی کے ایک رکن تھے، ان کے حسن اخلاق کا جو نمونہ دیکھنے مین آیا، خدا نہ کرے وہ آیندہ کبھی کسی حاجی کو دیکھنا پڑے! مولانا مناظر صاحب نے حجاز آکر خوب خوب مجاہدے کئے تھے، لیکن اس سرزمین پر اُن کے لئے سب سے بڑا مجاہدہ شاید اس سفر کی سب سے اخیر گھڑیون کے لئے اٹھ رہا تھا، گفتگو وہی فرما رہے تھے، ان بیچارہ پر جو زبردست ڈانٹ پڑی ہے، اس کو صبر کے ساتھ برداشت کر لیجانا انھین کا ظرف تھا،

صبح ۵ بجے ہوچکی تھی، ۷ بجے، ۸ بجے، ۸½ بجے، ۹ بجے خدا خدا کرکے مشکل آسان ہوئی، اور کوکب الشرق کمپنی (ایک مصری موٹر کمپنی کا نام ہے) کی ایک لاری ہم لوگون کے لئے نظر آئی، رفیقان قافلہ اس پر سوار ہوئے، مجھے خود ایک چھوٹے موٹر مین جگہ مل گئی، اس موٹر پر مولانا شوکت علی کے داماد اور بھانجے عثمان علی خان صاحب مع اپنے دو رامپوری دوستون کے آرہے تھے، موٹر اور لاری کے کرایہ مین کچھ زیادہ فرق نہین، لیکن آرام مین اچھا خاصا فرق ہے، موٹر نسبتہً کم وقت لیتا ہے، اس مین جھٹکے کم لگتے ہین، بیٹھنے کی جگہ زیادہ آرام دہ ہوتی ہے، کرایہ اب خوب یاد نہین، فی کس ایک گنی سے غالباً ایک آدھ روپیہ زائد ہے، مدینہ سے روانگی کے وقت بمبئی یاد ہوگا، کہ شہر سے ۳ ذی الحجہ کو رخصت ہوئے تھے، اور ۲۷ گھنٹے کے انتظار کے بعد، شہر پناہ کے پھاٹک

سے ہم رکی دوپہر کو نکلے تھے، اسی طرح شہر مکہ سے ۱۵ر ذی الحجہ کو بعد مغرب روانہ ہوئے اور
۱۵، ۱۴ گھنٹے کے انتظار کے بعد ۱۶ر کو نمازِ چاشت کے وقت شہر پناہ سے باہر ہوئے ہندوستانی
وقت کے حساب سے کوئی ایسے ہون گے، کہ حدودِ مکہ سے موٹر روانہ ہوگیا۔۔۔۔
دیکھتے ہی دیکھتے یہ چند روز کا بابرکت زمانہ قیام ختم ہوگیا، اب عمر بھر اسی کی یاد رہیگی،
اور اسی کی حسرتین، اسی کا دھیان رہیگا اور یہین کا ارمان! یہین کی تمنائین رہینگی، اور
یہین کی آرزوئین! اسی در کی طلب، اور اسی آستان کی تڑپ! ایک خواب تھا کہ چشم زدن
مین ختم ہوگیا! اب عمر بھر کی بیداریان ہون گی اور تمنائے خواب!۔۔۔۔ لیکن یہ یاس
کا غلبہ اور مایوسی کا ہجوم کیون؟ جس قادر علی الاطلاق نے بلا کسی حق و استحقاق کے ایک
باران آنکھون سے اس کی زیارت کرادی، اُس کے فضل و کرم سے کیا کچھ بعید ہے، کہ ایک بار
پھر، اور ایک ہی بار کی قید کیون، بار بار پھر جیتے جی، اس جنت ارضی کی سیر کرا دے، اور
کراتا رہے؟ لائے اور پھر لیجائے، لیجائے اور پھر لائے، لائے اور بار بار لائے، اور
ایسا لائے کہ پھر اس جسم یاسوتی کو جنت البقیع یا جنت المعلیٰ کے احاطہ مین حشر تک کے
لیے سلادے! یہین سلائے اور یہین سے اٹھائے! "زندگی" کی طلب رکھنے والون کو
انگلستان و فرانس، امریکہ و جرمنی کی سیر مبارک، لیکن "موت" کے دامن مین پناہ ڈھونڈنے
والا حجاز اور حجاز والے کے سوا، کس کا آسرا لگائے؟ "جنت نظیر" کی آرزو والے کشمیر اور
"جنت نشان" کی تمنا والے فرنگستان کی گلگشت مین مصروف رہین لیکن "جنت نظیر" اور
"جنت نشان" کی شاعری کا مفتون نہین، جنت کی حقیقت کا بھوکا، اگر ادھر نہ آئے، تو
کدھر جائے؟

موٹر کا سفر بحمد اللہ ہر طرح خوشگوار و آرام دہ رہا، اور گو مئی کی ۲۵ رتھی، موسم بہت زائد سخت نہ تھا موٹر اچھا تھا مصری شوفر اچھا تھا، ہندی رفقار اچھے تھے، درمیان مین ذرا کی ذرا بحرہ مین ٹھہرے یہان چائے کی میز پر چند جاوی حاجیون کا ساتھ رہا، ایک دوسرے کی زبان سے یکسر اجنبی، اس پر بھی ملاقات پُر لطف و شگفتہ رہی، ڈھائی گھنٹہ مین جدہ کی عمارتین دکھائی دینے لگین، اور چند منٹ کے بعد موٹر اپنی جگہ پر آکر ٹھہر گیا،

آج ہندوستان کی ڈاک کی تقسیم کا دن تھا، وطن چھوڑنے کے بعد یہ پہلی اخباری ڈاک تھی، جو سرزمین عرب پر ملنے والی تھی، عزیزون کی خیریت مین دوستون کے ذاتی حالات مین، اور ملک کے عام قومی کیفیات مین دل لگا ہوا تھا، اپنی ڈاک پوسٹ ماسٹر جدہ کے پتہ پر طلب کر آیا تھا، موٹر سے اترتے ہی دوپہر مین پیدل ڈاکخانے پہونچا، یہ معلوم کرکے مایوسی ہوئی کہ ڈاک کے جہاز کی آمد ہے، لیکن ابھی آ نہین چکا ہے، مجبوراً واپس ہوا اور اپنے وکیل صاحب بسیونی کے مکان پر پہونچا، بیسیون قافلے اس وقت سے کہین پیشتر جدہ واپس پہونچ چکے تھے، اور اکثرون کے ٹکٹ کا انتظام ہو چکا تھا، وکیل صاحب کے مکان کے اندر ہجوم، اور باہر ایک میلہ سا لگا ہوا! ہم لوگون کے پہونچنے مین اچھی خاصی تاخیر ہوئی ——— وہی معلم صاحب کی عنایت! ——— اور اس اثنا مین جہاز کی سب جگہین بھر چکین، بمبئی کے لئے ٹرنر موریسن کا پہلا جہاز رحمانی کل ہی پرسون روانہ ہونے والا ہے، اس کی گنجایش بھر کے مسافر سب آچکے، اب بھلا اس پر جگہ ملنے کی کیا صورت ؟ وکیل صاحب نے بھی مایوس کر دیا، اور جہازی کمپنی کے دفتر والون نے بھی، کمپنی کے دفتر ہی مین تھا کہ اتفاق سے منشی احسان اللہ صاحب وائس کانسل وہان آگئے، ٹکٹون کا معاملہ انھین کے ہاتھ مین ہے، مگر انھون نے اپنے ہان کے قاعدے

اور ضابطے ایسے مقرر کر رکھے ہین، کہ اگر کسی شخص کیساتھ خاص رعایت اور عنایت کرنا چاہئیں بھی، تو آسانی سے نہیں کر سکتے، ہر شخص کو اس کے نمبر ہی پر ٹکٹ ملیگا، اس لیئے ان سے جو گفتگو ہوئی وہ بھی کچھ امید افزا نہ تھی،

مین خود تو جدہ پہونچ گیا لیکن رفقا کہان ہین؟ موٹر پہونچے ہوئے مدت ہو گئی لیکن ساتھیون کی لاری کا اب تک پتہ نہین، موٹر نا کہ لاری سے قبل پہونچتی ہے لیکن بس وہی گھنٹہ پون گھنٹہ قبل، اس سے زائد کا فرق تو نہ ہونا چاہئے، گھنٹہ گذرا، ڈیڑھ گھنٹہ دو گھنٹے، تین گھنٹے، چار گھنٹے مجھے پہونچے ہوئے ہو گئے، مین ظہر کے اول وقت پہونچا تھا اب عصر کا اوسط وقت ہو گیا، اور لاری کا کہین پتہ نہین، گھبرا کر بار بار وکیل صاحب سے دفتر کو کپ الشرق کو ٹیلیفون دلواتا تھا، اور وہان سے کوئی جواب نہ ملتا تھا، جب بالکل شام ہونے لگی، تو استغاثہ لے کر منشی احسان اللہ صاحب کے مکان پر گیا، وہ خود تو موجود نہ ملے، البتہ اُن کے ہان مولوی حاجی نثار احمد صاحب کان پوری مل گئے، اور بڑے اخلاق اور تپاک سے ملے، وہ ماشاءاللہ متعدد حج کر چکے ہین، اور یہان کی زبان، جغرافیہ، حالات سب سے خوب واقف ہین، بیچارے ازراہ ہمدردی از خود میرے ہمراہ ہو گئے، اور کمپنی کے دفتر کی تلاش مین نکلے، اور جب اس سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا، تو اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ رضا بالقضا پر مجبوراً عمل کر کے، شہر پناہ کے پھاٹک پر کھڑے ہو کر صبر کے ساتھ انتظار دیکھا جائے، اتفاق دیکھئے، کہ جون ہی پھاٹک پر پہونچے، پہلی لاری جو دکھائی دی، وہ ہمارے ہی قافلہ کی تھی، عین غروب آفتاب کا وقت تھا، گویا مکہ سے جدہ تک جو فاصلہ میری موٹر نے ڈھائی گھنٹے مین طے

کرلیا تھا، وہ اس لاری نے ۸½ گھنٹے مین طے کیا! ساتھیون سے معلوم ہوا کہ راستہ مین ہر قسم کی افتاد، شوفر کی حرکتون سے لاری کو پیش آتی رہی، یہان تک کہ ایکبار اس کی سگریٹ کی چنگاریون سے لاری مین آگ بھی لگ گئی، اور کپڑے جلنے شروع ہو گئے، لیکن بے درد و شقی القلب شوفر کسی قسم کی مدد و ہمدردی کرنا الگ رہا، لاری کو روکنے تک کا روادار نہ ہوا! مولانا مناظر صاحب اور دوسرے رفقا برابر النار النار الحریق الحریق پکارتے رہے، اور صراحیون کا پانی ڈال ڈال کر جس طرح بن پڑا، آگ بجھائی، ورنہ اگر جانین بھی چلی جاتین، تو کچھ بعید نہ تھا! کوکب الشرق کمپنی کی گاڑیون کا ایک یہی تجربہ ہوا، اور خدا نہ کرے اس تجربہ کے اعادہ کی نوبت آئے۔

رحمانی، بمبئی کے لئے ۱۸ ذی الحجہ کو روانہ ہو رہا تھا، اس پر جگہ ملنے سے بالکل مایوسی تھی، اور خیال یہی تھا کہ دوسرے جہاز کے انتظار مین ابھی کئی دن جدہ مین پڑا رہنا ہوگا، لیکن رحمت باری کو مایوس دلون کو شگفتہ کرتے کیا دیر لگتی ہے، ——— اور اس سفر کے دوران مین تو اس کا مشاہدہ قدم قدم پر کرایا گیا ——— ۱۷ کی صبح کو جب منشی احسان اللہ صاحب کے ہان ملنے گیا، تو کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ اسی جہاز مین پورے قافلہ کے لئے جگہ نکل آئی ہے! یہ احسان تمامتر اللہ ہی کا تھا لیکن احسان کا واسطہ احسان اللہ کی ذات کو بنایا گیا! منشی صاحب کی عنایت و نوازش کی جب کوئی تعریف کرتا ہے، تو وہ چڑھنے سے لگتے ہین، اور چشم تصور یہ دیکھ رہی ہے کہ منشی صاحب سفرنامہ کی ان سطور کو پڑھتے جاتے ہین، اور ان کا استقبال بجائے تبسم کے چین ابرو سے کر رہے ہین، لیکن ——— دوسرون کا تجربہ جو کچھ

ہو۔ اور جس شخص کو ہزار ہا اہل حاجت سے سابقہ رہتا ہو، اس کے لئے سب کو مطمئن و رضامند رکھنا آسان بھی نہیں ـــــــ اپنا تجربہ تو ان کے متعلق یہی ہوا کہ انھوں نے اپنے اسم بامسمیٰ ہونے کا ثبوت دیا، اور علاوہ ٹکٹ مین مدد دینے کے جس کی اس وقت نہایت درجہ قدر ہوئی کھلانے پلانے مین، چائے پلانے اور کھانا کھلانے مین جس لطف و مدارات کا برتاؤ کرتے رہے اس سے تو رہ رہ کر دھوکا ہوتا تھا کہ کوئی نئے شناسا نہین بلکہ پرانے بے تکلف دوست ہین، اور (احباب پنجاب معاف فرمائین) پنجاب کے باشندہ نہین، اودھ کے رہنے والے ہین، اٹرنر مارسین کے دفتر کے قاضی عزیزالدین صاحب سے بھی اب کی زیادہ سابقہ رہا، اضلاع بارہ بنکی کے قصبہ سیدن پور کے رہنے والے، گویا اپنے ہموطن تھے، انھون نے اگر بالکل عزیزون کا سا برتاؤ کیا تو اُن سے اسی کی توقع بھی تھی، جدہ سے روانگی کے وقت ہم میان بیوی انھین کے موٹر لانچ پر پروانہ ہوئے کمپنی کے ایجنٹ، اور شہر جدہ کے حاکم، حاجی عبداللہ علی رضا زینل کے اخلاق کی کیا تعریف ہو، چہرہ کی نورانیت، انور باطن کا آئینہ، پردیسیون کے حق مین آیہ رحمت شیخ عبدالرحمٰن الفضل سے بھی ملاقات رہی، ان کی محبتین اور خاطر داریان بھی بھولنے کی چیز نہین، اور شیخ نصیف کا آرام دہ اور پرفضا چبوترہ مئی کے آخری ہفتہ کی گرمی، اور جدہ مین حاجیون کا ہجوم، اگر اب کی بھی فرط کرم سے شیخ نے اپنا چبوترہ عنایت نہ کر دیا ہوتا، تو خدا معلوم دو راتین کس طرح بسر ہوتین! جدہ مین رہنے والے گویا اللہ کے گھر کے ڈیوڑھی بان ہین، حجاج کی خدمت کرنے اور انھین آسایش پہونچانے کے انھین بہترین مواقع حاصل ہین، خوش نصیب ہین وہ افراد جو ان موقعون کو ہاتھ سے جانے نہین دیتے اور انھین اپنے لئے توشۂ آخرت بناتے جاتے ہین،

۱۷ ذی الحجہ اتوار کا دن ملنے جلنے، سامانِ سفر درست کرنے اور اشیاء کی خریداری
میں گذرا ہندوستان سے ڈاک خدا خدا کرکے آئی ہے، مگر تقسیم ہوئی لیکن بہت ہی
ڈاک کا ایک بہت قلیل جزو آیا، صرف ایک پلندہ تھا جس کے اندر چند اخبارات لپیٹے ہوئے
تھے، میرے اندازہ میں ایسے ایسے پندرہ بیس پلندے ہونے چاہئے تھے، معلوم ہوتا ہے
بقیہ ڈاک آئندہ جہاز سے موصول ہوگی، پوسٹ ماسٹر کے پاس اپنا ہندوستان کا پتہ چھوڑے
جاتا ہوں، اب جو ڈاک آئیگی، وہ وہیں واپس کردینگے، خیال یہ تھا کہ ڈاک یہاں مل جاتی
تو جہاز پر اسے دیکھ ڈالتا، اور ہندوستان پہونچتے پہونچتے پھر دنیا کے حالات سے باخبر
ہو جاتا، خیر، ۱۸ ذی الحجہ، ۲۰ مئی، دوشنبہ کا دن تھا کہ صبح سویرے اپنا اسباب ٹھیلوں پر
لاد کر ساحل کی طرف روانہ کر دیا، سب قافلہ والے ہمراہ گئے، اور ساحل سے کشتی کرایہ
کرکے جہاز کے لئے روانہ ہوئے، جو دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر سمندر میں اور بہت سے
جہازوں کے ہجوم میں کھڑا تھا، وکیل صاحب کے مطالبات دے دلاکر، کچھ دیر کے بعد
ہم دونوں میاں بیوی، ٹرنر ماریسن کے موٹر لوٹ پر روانہ ہوئے، اور بہت جلد جہاز
تک پہونچ گئے، جدہ میں کشتی سے جہاز پر چڑھنے کا مرحلہ سخت ہوتا ہے، کشتی برابر ہلتی
رہتی ہے، اور اس سے بھی کہیں بڑھکر لوگوں کا دھکم دھکا، سیڑھی پر ایک وقت میں
ایک ہی آدمی چڑھ سکتا ہے، اسباب کے چھوٹ جانے کا اندیشہ مزید برآں، بہر حال ناتوانوں
اور ضعیفوں کو اس وقت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، گو خدا کے فضل سے کوئی
حادثہ عموماً پیش نہیں آتا لیکن اس کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہے، رحمانی ٹرنر ماریسن کمپنی
کا نو تعمیر جہاز ہے ۱۹۲۸ء میں تیار ہوا ہے، اور اس کے کل جہازوں میں سب سے بڑا اور سب سے
بہتر، اور سب سے وزنی ہے، ۵۲۹۱ ٹن کے وزن کا ہے، مگر سے اکبر کے کمروں سے بڑے

بھی، اور زیادہ آرام دہ بھی، سکنڈ کلاس میں بھی پنکھے موجود، اکبر پر پندرہ سو مسافر
تھے، اس پر ستّرہ سو ہیں، جہاز کا عملہ اس کے علاوہ ۹ بجے تک ہم لوگ پہونچ گئے تھے، ۵
گھنٹے کے بعد سہ پہر کو روانگی کی سیٹی ہوئی، اور جہاز وطن کی طرف روانہ ہوا ——
"وطن"! کیا خدا کی شان ہے، حجاز کا مسافر ہندوستان کو "وطن" لکھ رہا ہے، اور سمجھ رہا ہے!
یہ وہی مغل خاندان بر باد ہے، جو کبھی حجاز آیا تھا، جس کے باپ دادا کی رگوں میں حجازی
خون گردش کر رہا تھا، چند صدیوں کے بعد آج وطن پردیس ہو گیا ہے، اور پردیس وطن
کے حکم میں داخل ہو گیا ہے، حجاز اب اس کے لئے پردیس ہے، اور مکہ و مدینہ کے جوار میں
اب وہ اپنے تئیں غریب الوطن سمجھ رہا ہے!

باب ۴۰ ء

جہاز بمبئی۔ وطن

جاتے وقت اکبر پر گئے تھے ـــــ اللہ اکبر کی بڑائی اور کبریائی پکارنے والون کی سواری کے لئے اکبر سے زیادہ موزون جہاز اور کون ہوسکتا تھا ؟ ـــــ
واپسی کے وقت رحمانی پر سوار ہونا نصیب مین آیا، جو ذرہ کو آفتاب بنا دیتا ہے، پھر اگر واپس ہونے والون کے ساتھ رحم و رحیمیت کے معاملات شروع ہوگئے ہون، اور تمام تر رحمت و رحمانیت کے کاروبار ہونے لگے ہون، تو دل رحمانی کے نام سے کیون نہ تفاؤل کرے، اور رحمن و رحیم کے مرحمت و غفران کے بیشمار حیلون اور بے حساب بہانون مین ایک تازہ عنوان کا اضافہ کرتے کیون ہچکچائے؟ "رحمانی" صرف جہاز ہی کا نام کیون سمجھئے، سواری پر جتنے سوار تھے، اگر وہ سب کے سب رحمانی ہون، اگر اُن سب کا شمار رحمانیون مین ہوگیا ہو، تو خدائے رحمان و رحیم کے رحم و کرم سے کچھ بھی بعید ہے؟ کسی کی بڑائی پکارنے والے دل نہ سہی، بڑائی پکارنے والی زبانین تو سب ہی کی تھین، اور خود اس بڑے کا دیدار نہ سہی، اُس بڑے کے گھر کی زیارت کرنے والی آنکھین تو ہر ایک کی تھین؛ پس اگر واپسی کے وقت بحر قدرت کے عبور کے لئے، سفینۂ رحمت و رحمانیت عطا کردیا گیا ہو، تو اس پر حیرت کیون کیجئے اور اس جود و نوال فضل و کرم پر تنگدل کیون ہوجئے؟

رہائی اس وقت تک، ٹرنر ماریسن کے جہازون مین سب سے بہتر ہے، سب سے زیادہ وسیع اور سب سے زیادہ آرام دہ، اول درجہ کے کیبن دوسرے جہازون سے زیادہ گنجایشی اور آرام دہ، بعض بعض کیبن بجائے دو آدمیون کے چار آدمیون کیلئے سکنڈ کلاس مین پنکھے لگے ہوئے، ہر کیبن کے اندر پائپ مین پانی کے از خود آجانے کا انتظام موجود، نہ یہ کہ پانی والا پانی کے خزانہ مین، الگ سے لاکر پانی انڈیل جائے، شروع کے کسی نمبر مین بیان ہوچکا ہے، کہ جاتے وقت اکبر جہاز مین جگہ سب سے اوپر کپتان کے کمرہ سے متصل مل گئی تھی، اس وقت تو مولانا شوکت علی کی عنایت تھی، واپسی مین اس جگہ کے ملنے کی کیا توقع ہوسکتی تھی، لیکن جو خدائے مہربان بمبئی مین تھا وہی جدہ مین بھی تھا، اب کی اس نے کسی بیرونی کرمفرما کے نہین بلکہ خود ٹرنر ماریسن کمپنی کے ایجنٹ اور حاکم جدہ، حاجی عبد اللہ علی رضا زینل کے دل مین نیکی ڈال دی انھون نے کپتان کے نام چٹھی لکھ بھیجی، چنانچہ جب جہاز پر آنا ہوا تو دیکھا کہ وہی سب سے اوپر کے عرشہ مین کپتان کے کمرے کے متصل کمرہ، اس عاجز و گمنام کے لئے محفوظ اور خالی! کپتان سے قدرۃً ہر وقت کا سابقہ، اس کپتان کا نام لک ہے، گو نیکی اور خوش مزاجی مین کپتان وارڈ سے کمتر ہے، لیکن مستعدی، کارگذاری، و خوش تدبیری مین اُس سے بڑھا ہوا اپنے جہاز کے دوسرے کارکن بھی مستعد و کارگزار ہین، مسافرون کی خاصی بڑی تعداد حسب معمول بنگالی حاجیون کی ہے، پیشاوری و سرحدی بھی بکثرت ہین، اپنے قافلہ کے علاوہ، پرانے ساتھیون مین چودھری محمد علی ردولوی مع اپنے دو لوٹن کے بکس اور اپنی بیمار لیکن نہایت ہمدرد و شریف خصلت زوجہ مکرمہ کے اب کی بھی ہم سفر ہین، خوش مزاجی کی دھوم پہلے ہی سے تھی، اب حج کی برکت سے ماشاء اللہ

علی ہمدردیوں اور خدمتگزاریوں پر زیادہ مستعد ہو گئے ہیں، ایک ایک کے علاج و تیمارداری کے لئے موجود، نئے ساتھیوں میں ڈپٹی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی، اور محمد اکرم خان صاحب (ایڈیٹر محمدی، کلکتہ) کا ساتھ بھی ہر طرح خوشگوار و دلچسپ رہا،

اب پھر وہی ڈیڑھ ہفتہ کے لئے، لق و دق اور اتھاہ سمندر سے سابقہ، خشکی اور خشکی کی ہر شے سے بے تعلقی، نہ پہاڑ نہ جنگل، نہ شہر نہ دیہات، نہ چرند نہ پرند نہ باغ نہ مکان، نہ شجر نہ حجر، نہ سڑک نہ دوکان، بس ہر وقت اور ہر سمت عالم آب، اوپر نیلا آسمان اور نیچے نیلا سمندر، نہ کہیں اسٹیشن نہ قیام، دن رات مسلسل روانی ہی روانی، اب کی کامران میں بھی ٹھہرنا نہیں، بس بمبئی تک برابر چلتے ہی رہنا ہے، کچھ تو حج کی برکت، اور کچھ اس لئے کہ طبیعت مانوس ہو چکتی ہے، واپسی میں سمندر کی دہشت، اور سمندر سے وحشت کسی قدر کم ضرور ہو جاتی ہے، لیکن جاتی نہیں رہتی، وطن کا شوق دل پر غالب، کہ کل کے پہونچتے آج ہی پہونچ جائیں، اور انتظار کی ایک ایک گھڑی طبیعت پر گراں لیکن دن اور رات، گھنٹے اور منٹ تو بہر حال اپنے وقت مقررہ ہی پر پورے ہوں گے ہر روز خوش خوش حساب لگ رہے ہیں، اور اندازے ہو رہے ہیں، کہ فلاں تاریخ، فلاں وقت بمبئی پہونچیں گے، فلاں فلاں سے ملیں گے، فلاں ٹرین سے روانہ ہوں گے، یوں وطن کو تار دیں گے، یوں وطن پہونچیں گے، کپتان سے سوالات کی بھرمار ہو رہی ہے، اور جن بیچاروں کی رسائی کپتان تک نہیں، وہ خلاصیوں ہی سے پوچھ پاچھ کر دل کو تسکین دے رہے ہیں، سب اپنے اپنے حال میں مست اور اپنے اپنے منصوبے میں مگن، لیکن سمندر کا تلاطم ہر منصوبے پر غالب، اور ہوا کے ہولناک انگیز تھپیڑے

ہر تخمینہ کے غارت گر ا،

سمندر مین برسات کا موسم اور برساتی ہوائین بہت قبل سے شروع ہو جاتی ہین، کپتان وارڈ نے بتایا تھا کہ "۱۰ جون تک مبئی ضرور پہونچ جانا ورنہ برسات شروع ہو جائیگی، اور بحری سفر مین برسات کا وسط نہین، بلکہ ابتدائی اور آخری حصہ زیادہ خطرناک اور تکلیف دہ ہوتا ہے" چنانچہ ہم لوگون نے مکہ سے روانگی مین جو اس قدر عجلت کی تھی، اس کا ایک بڑا سبب یہی تھا جدہ سے ۲ مئی کو روانہ ہوئے تھے، اب اطمینان تھا، کہ خطرہ کے وقت سے قبل ہی مبئی انشاء اللہ پہونچ جائینگے لیکن کیا انسان اور کیا انسان کا ارادہ اور اندازہ ابتین چار دن تو سمندر کی حالت غنیمت رہی اس کے بعد تیز و تند ہوائین چلنی شروع ہو گئین، اور موجون نے بلند ہو ہو کر جہاز سے ٹکرین کھانی شروع کین، اس کیفیت کا پورا اندازہ بغیر بحری سفر کا ذاتی تجربہ کیے ہو نہین سکتا، یہ معلوم ہوتا تھا، کہ سطح سمندر سے دس دس اور بارہ بارہ، بلکہ پندرہ پندرہ اور بیس بیس فٹ اونچی موجین، ہر سمت سے امنڈ امنڈ کر اور بلند ہو ہو کر جہاز پر حملہ آور ہو رہی ہین! اور ساتھ ہی جہاز ڈانواڈول ہونا شروع ہوا، اوپر کے عرشہ پر بیٹھ کر دیکھیے، تو ابھی یہ نظر آ رہا ہے، کہ جہاز کا داہنا پہلو نیچا ہوتے ہوتے بالکل زیر آب ہو جانے کو ہے، اور ابھی یہ نظر آنے لگا کہ داہنا پہلو تو نکل آیا اور اب بایان پہلو جھکتے جھکتے غرق ہونے پر ہے! دلون کی گھبراہٹ کو چھوڑیئے، زبانون کی واویلا کا بھی ذکر نہین، ستم یہ ہوا کہ سرون مین چکر آنے شروع ہو گئے اور متلی کی بیماری پھیل گئی، جسے دیکھیے بستر پر پڑا ہوا، جو اٹھ کر چلا، وہ لڑکھڑا کر گرا،

کوئی دورانِ سر میں گرفتار، کوئی استفراغ میں مبتلا، الّا ماشاء اللہ، کچھ اللہ کے بندے محفوظ بھی رہے ہیں۔ ــــــ نماز بہترین عبادت ہے، لیکن نماز کے بعد ہی دعاء و استغفار کا بھی حکم ہے، روزہ افضل ترین مجاہدہ ہے لیکن ختم رمضان پر معاً دلے صدقہ فطر کا بھی ارشاد ہے، حج جیسے بابرکت سفر میں، اپنی کوتاہیوں، اور نفس پرستیوں سے جو جو آلائشیں اور کثافتیں جمع ہو جاتی ہیں، اُن کے تصفیہ و تنقیہ کے لئے اس اضطراری مجاہدہ سے بڑھ کر لطیف و پراثر نسخہ اور کیا ہو سکتا ہے!

دن جاتے اور فاصلہ طے ہوتے دیر کیا لگتی ہے، ابھی نواحِ جدہ میں تھے ابھی کامران کے سامنے سے گذرنے لگے، بحر احمر ختم ہوا، بحر عرب شروع ہوا، سقوطرہ سے گذرے، باب المندب سے نکلے، عدن کو پیچھے چھوڑا، ساحلِ عمان بھی نظر سے غائب ہوا، بحرِ ہند کی گہرائیوں کے اوپر آ گئے، لیکن وطن جوں جوں قریب آتا جا رہا ہے، سمندر کا تلاطم بڑھتا ہی جا رہا ہے، گرمی کی شدت برسات کی سی امس، اس پر مستزاد، جسم پسینہ میں شرابور، غسل سے بھی تسکین نہیں جاتے وقت مسلم فوڈ سپلائی کمپنی کے کھانے کا انتظام اچھا تھا، اور انتظام میں اگر کچھ کمی تھی بھی، تو منیجر اور اسسٹنٹ منیجر کی خوش اخلاقیاں اس کی تلافی کر دیتی تھیں، اب کی مرتبہ یہ کوئی صورت بھی نہ تھی، جو چیز مانگئے ہوٹل میں موجود نہیں، کھانا اول تو کھایا ہی کس سے جاتا تھا، بھوک غائب تھی، لیکن جو کھانا چاہتے، انھیں ملتا ہی کیا تھا! جو خوشحال تھے، انھیں مجبوراً انگریزی ہوٹل سے انتظام کرنا پڑا! جو بیچارے اتنا خرچ نہیں کر سکتے تھے، اور محض مسلم ہوٹل کے بھروسہ پر تھے، اُن کی حسرت نصیبی قابلِ رحم تھی، کھانے سے کہیں

بڑھکر مصیبت پانی کی تھی، ٹھنڈا پانی عنقا! فرسٹ کلاس والے تک گویا نیم گرم پانی
پینے پر مجبور! جہاز پر برف تھی، اور روزانہ تیار ہوتی تھی لیکن اتنی قلیل مقدار مین، کہ
صرف انگریز افسران جہاز کے لئے کافی ہوسکے، جہاز کے انگریز اور نیم انگریز افسر اور ماتحت
برف پی رہے ہین، اور ٹھنڈے پھل (سنترے وغیرہ) کھارہے ہین، اور حاجی بیچارے (بڑے سے بڑا حاجی بھی ہر چھوٹے سے چھوٹے انگریز کے سامنے غریب ہی ہی!) ہر قیمت
اداکرنے کو تیار، اس پر بھی قسمت مین تشنگی و خشک لبی ہی لکھی ہوئی!

واپسی کے وقت جہاز پر عموماً موتین بھی خاصی تعداد مین ہوتی رہتی ہین، سفر کی
بے احتیاطیان اور بدپرہیزیان، خاتمۂ سفر پر رنگ لاہی کر رہتی ہین، خصوصاً جو لوگ
لاغر و نحیف، مریض و ضعیف الجثہ ہوتے ہین، اور ساتھ ہی اپنے آرام و آسائش کے
لئے زیادہ خرچ بھی نہین کرسکتے، وہ تو ہجوم، غذا، موسم، آب و ہوا، وغیرہ کی سختیون
کو اور بھی برداشت نہین کرسکتے، زیادہ تر موتین اسی طبقہ مین ہوتی ہین، ہمارے
جہاز مین غالباً ۱۲-۱۰ موتین ہوئین، دس دن کے عرصہ مین اور سترہ سو کی آبادی
مین یہ تعداد کچھ ایسی بہت زائد تو نہین، تاہم دلون مین دھڑکن پیدا کر دینے کیلئے
کافی سے زائد تھی، ایک پچیس تیس سال کے جوان سرحدی کی موت، جو نمونیا سے ہوئی
اور ساحل بمبئی سے صرف چند میل ادھر ہوئی، بہت دردناک تھی، افریقہ کے ایک
میمن تاجر مع اپنے حشم و خدم کے، فرسٹ کلاس کے مسافر تھے، ان کی جوان بیوی کی
وفات بھی بڑی حسرتناک ہوئی، شیرخوار بچی کو ماں باپ وطن چھوڑ آئے تھے، جہاز
پر انتقال کے بعد غسل مین سخت دقت ہوئی، حاجیون کا جہاز، اور اس پر غسل و تکفین

کا کوئی معقول انتظام نہین! وقت تو مردون کے لئے بھی پڑا کرتی ہے، عورتون کیلئے
اس سے بھی کہین بڑھکر پیش آتی رہتی ہے، —— لیکن ان خوش نصیبون
کی موت کا کیا پوچھنا! گناہون سے پاک صاف، تازہ حج کئے ہوئے، عرفات کی حاضری
اور دیدار کعبہ سے مشرف، غریب لوطنی کی موت، سمندر کی قبر، جنت کا راستہ سیدھا کھلا
ہوا، جی یہی آتا ہی، کہ آنسو بہانے کے بجائے، ان مرنے والون اور مرنے والیون کی
خوش قسمتی پر جی کھول کر رشک کیجئے، رحمت حق کا نزول ان پر بھی نہ ہوگا، تو اور کس
پر ہوگا!

---

۲۷ مئی (۸ ذی الحجہ) کو دوشنبہ کا دن تھا جب سہ پہر کے وقت جدہ سے
روانہ ہوئے تھے، ۳ جون کو ایک ہفتہ پورا ہو کر دوشنبہ آگیا، اور وطن کی آتش شوق
اب تیز سے تیز تر ہو گئی، دن کے گھنٹے اور رات کی گھڑیان اب کاٹے نہین کٹتی تھین
ایک ایک دن پہاڑ ہو رہا تھا، بھوک اور پیاس سے حال ابتر ہو رہا تھا، اس پر بھی
سہ شنبہ کا دن سامان کے رکھو رکھاؤ، ٹھیک ٹھاک مین بسر ہوا، زائد بستر بندھتے تھے
اور کھلتے تھے، اور پھر بندھتے تھے، بکس، صندوق، سوٹ کیس بیگ، ہینڈ بیگ،
بار بار بند ہوتے تھے، کھلتے تھے اور پھر بند ہوتے تھے، چہار شنبہ کو طوفانی حالت
تیز ہو گئی، سمندر مین تلاطم تو تھا ہی، بارش بھی اچھی خاصی ہو گئی، جہاز پر بارش کا منظر
خاصہ مہیب و دہشت انگیز ہوتا ہے، کمزور دل والے بادل کی گرج، بجلی کی کڑک
ہوا کے زور، بارش کے شور، اور فضا کے اندھیرے گھپ کو دیکھ دیکھ کر سہمے جاتے
تھے، اور جہاز اس فضائے تیرہ و تار مین دوسرے جہازون کو اپنے وجود سے مطلع

کرنے کے لئے بار بار بھیانک سیٹیان دے رہا تھا، کسی کا دل ناخدا سے، اور کسی کا خدا سے اٹکا ہوا، دلون مین ہول و اضطراب! اور زبانون پر دعا و استغفار، پورا طوفان تو نہ تھا، البتہ طوفان کا ایک ہلکا سا نمونہ ضرور دیکھنے مین آگیا، جہاز کے لاسلکی کے ذریعہ سے بمبئی، دفتر خلافت کمیٹی، کو اپنی آمد کا تار دیدیا، اور جی بے اختیار یہ چاہ رہا تھا کہ تار ہی مین ناشتہ کی خصوصاً تازہ پھلون کی بھی فرمائش کر دیجائے، چہارشنبہ کی شام کیسی خوش آیند شام تھی! جہازون کی شکلین اور دور دور کی عمارتین سہ پہر ہی سے نظر آنی شروع ہوگئی تھین غروب آفتاب کے بعد ساحل کی روشنیان صاف دکھائی دینے لگین، —— یہ روشنیان کوئی نئی اور انوکھی نہین بارہا کی دیکھی ہوئی ہین، لیکن آج کی سی کشش اور دل کشی ان مین کبھی پیشتر بھی محسوس ہوئی تھی؟ —— شب کے دس بجے ہون گے، کہ جہاز سمندر مین ساحل سے فاصلہ پر لنگر انداز ہوگیا، اب صبح کو گودی مین داخل ہوگا، اور کہین نو دس بجے تک اترنا ہوگا، اتنا انتظار کس سے ہوگا! اور یہ رات کیسے کاٹے کٹے گی!

بیت اللہ کے زائرون کے صبر و انتظار کا آخری لطیف مجاہدہ خدا خدا کرکے ختم ہوا ۶ رجون، پنجشنبہ کی صبح ہوئی، بندرگاہ کے افسرون اور ڈاکٹر وغیرہ کی آمد و رفت جہاز پر شروع ہوئی، دن نکلا اور کچھ دیر کے بعد جہاز نے آہستہ آہستہ گودی کی طرف کھسکنا شروع کیا، نیچے کے درجون کے مسافر، بیچارے اپنی گٹھری مٹری سنبھالے، اپنے کندھون اور سرون پر بوجھ لادے اوپر کے حصہ پر آگئے، اور

فرسٹ کلاس والے سب سے اوپر کے عرشہ پر آ کھڑے ہوئے، سب کی نگاہین شوق واشتیاق کی تصویر بنی ہوئی ساحل کی طرف جمی ہوئین لیجیے! اب پلیٹ فارم صاف نظر آنے لگا، اور استقبال کرنے والون کے چہرے دکھائی دینے لگے، ہلکا ترشح ہو رہا ہے، بہت سے سرون پر چھتریان لگی ہوئی ہین، اس وقت کی خوشی کا کیا ٹھکانا! کوئی اپنے کسی عزیز کو ڈھونڈھ رہا ہے، کوئی اپنے کسی دوست کو، اور جس کے کوئی دوست یا عزیز موجود نہین، اس کے لئے اس وقت، وطن کے غیر اور بیگانے بھی کسی دوست یا عزیز سے کم نہین! "بابا ے خلافت" (اس موزون و دلچسپ لقب کو لوگون نے خواہ مخواہ طنزیہ مفہوم مین لینا کیون شروع کر دیا ہے) جناب شوکت صاحب ماشاء اللہ اپنے اس تن و توش کے ساتھ بھلا کسی مجمع مین، کسی کے چھپائے چھپ سکتے ہین! اپنی رنگین چمکدار عبا، اور مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ، رومال ہلاتے ہوئے، سب سے پہلے نظر پڑے، مولانا عرفان، مولوی شفیع داؤدی، سیٹھ عبداللہ ہارون مولوی سید مرتضیٰ صاحب بہادر (مدراس) کہنا چاہیے کہ ساری کی ساری خلافت کمیٹی پلیٹ فارم پر موجود! حج کی تحقیقاتی کمیٹی کا اجلاس بمبئی مین شروع ہو رہا ہے اس کے سارے ارکان جمع ہین، باہم اشارے ہو رہے ہین، صاحب سلامت، مبارکباد، مزاج پرسی، سارے کام ہاتھون کی حرکت سے انجام پا رہے ہین، اور ظالم جہاز ہے، کہ ایک ایک انچ کی رفتار سے سرک رہا ہے!

آدھ گھنٹہ، پون گھنٹہ، خدا خدا کر کے انتظار کی گھڑیان ختم ہوئین، کوئی نو بجے ہون گے، کہ جہاز پلیٹ فارم پر آ کر رکا، سیڑھیان لگین، لیکن ابھی مسافرون کو اترنے

کی اجازت نہین، جہازی کمپنی کے اعلیٰ افسرون اور حج کمیٹی کے ممبرون نے جہاز پر
قدم رکھا، ٹرنر مارسین کے ایجنٹ بمبئی مسٹر براون سے ملاقات ہوئی، اور حالات سفر
پرمنٹ و دمنٹ کی گفتگو، شوکت صاحب، مولوی عرفان، مولوی شفیع داؤدی، سب
اس وقت عزیزون سے بڑھکر عزیز معلوم ہو رہے ہین، جہاز سے اترنے کا مرحلہ بھی جہاز
پر چڑھنے کے مرحلے سے کچھ کم نہین ہوتا، بھیڑ بھاڑ، دھکم دھکا، چقلش کے سارے لوازم موجود
مولانا شوکت علی کی مہربانی سے ساتھ کی بیویان فوراً اتر گئین، اور اُسی وقت موٹر پر
"دارالخلافہ" کی طرف روانہ بھی ہو گئین، کچھ دیر کے بعد ہم لوگ بھی اترے جہاز کے رکتے
ہی قلیون کی ایک پوری جماعت اوپر آجاتی ہی، یہ لوگ خوب سدھے ہوئے اور ہوشیار
ہوتے ہین، اور بڑی بات یہ کہ ایمان دار اور دیانت دار بھی ہوتے ہین، مزدوری
طے کر کے، جو چیز چاہیے، ان کے سپرد کر دیجیے، اترنے کے ساتھ ہی بمبئی کے مشہور خادم
حجاج حاجی یحیوٰ علی صاحب کی طرف سے ہر حاجی کی خدمت مین ایک ایک کلچہ نان
اور دو دو کیلے پیش ہوتے ہین، ٹھنڈے پانی اور پھلون کو مدت سے ترسے ہوئے
تھے، اس وقت کیلون کا یہ تحفہ بڑی ہی نعمت معلوم ہوا، اور ایسے محسن کے حق مین دل سے
دعا نکلی، جہاز سے اترنے کے بعد ایک بڑا مرحلہ یہ "چنگی خانہ" (کسٹم) کا ہوتا ہے، گھنٹون
لگ جاتے ہین، ایک ایک چیز کھول کر دکھانی پڑتی ہے، مین خود تو حسب معمول، بغیر
کسی دقت مین پڑے ہوئے موٹر پر اپنے معزز میزبانون کے ساتھ روانہ ہو گیا، اور سامان
کالانا اپنے رفیق و عزیز شیخ منیر الزمان صاحب کے جو بہترین رفیق سفر ثابت ہوئے، نیز
اپنے ہان کے خانہ زاد ملازم، حاجی محب علی کے، جس کی ذات سے سفر کی تقریباً ہر مشکل
آسان ہوتی رہی، سپرد کر آیا، چنانچہ کچھ دیر کے بعد سامان بخیریت پہونچ گیا،

دارالخلافہ پہونچتے پہونچتے ۱۱ اربچ چکے تھے، مدت کے بعد آج اطمینان و فراغت
سے اپنی مرضی کے موافق غسل کیا، اور جب کھانا سامنے آیا، تو گویا مربھوکون اور ندیدون
کی طرح کھایا، وطن کی قدر سفر کے بعد ہی ہوتی ہے، ہر ہر شئے مین ایک خاص لذت
محسوس ہو رہی ہے، خاص خاص دوستون اور عزیزون کے نام تار روانہ کر دیئے
بمبئی مین ڈیڑھ دن، باوجود شدید بارش کے مصروفیت ہی مین گذرا، سیٹھ عمر بھائی
چاند بھائی سے مل کر بقیہ امانت اُن سے واپس لینا، گنیون کو روپیہ مین تبدیل کرانا،
عزیزون دوستون کے لئے تحفہ تحائف خرید کرنا، سارا وقت اسی دوڑ دھوپ مین
بسر ہو گیا، اخبارات کو مدت سے ترسا ہوا تھا، دنیا کے انقلابات، ہندوستان کے
واقعات کی کچھ خبر نہ تھی، دفتر خلافت مین جلدی جلدی اخبارات کی فائلون پر ایک
نظر کر گیا، ۷ رجون کو شب کے وقت پیشاور اکسپرس سے لکھنؤ کے لئے روانہ ہوا، قافلہ
کے دوسرے اشخاص اپنی اپنی منزلون کے لئے متفرق ہو گئے، چودھری محمد علی ردولوی
کا ساتھ لکھنؤ تک رہا، بھوپال اسٹیشن پر حیات صاحب (پبلسٹی آفیسر) اور سید مرتضیٰ علی
صاحب جج ہائی کورٹ (جنھین آج مرحوم لکھتے ہوئے قلم کا کلیجہ شق ہوتا ہے) سید
الطاف احمد صاحب مع دوسرے احباب کے موجود تھے، ۹ رجون کو صبح ۹ بجے لکھنؤ
اسٹیشن پہونچا، اور احباب و مخلصین کی ایک پوری جماعت کو موجود پایا، گھر پہونچ کر
والدۂ ماجدہ کی قدمبوسی کی، بچیون کے سر پر ہاتھ پھیرا، عزیزون کی خوشی کا کیا پوچھنا
لیکن ماں کی مسرت کا رنگ ہی سب سے الگ ہے، ہر لفظ اور ہر عبارت اس کیفیت
کے اظہار سے قاصر ہے، قریب ایک ہفتہ کے لکھنؤ مین قیام رہا، اور سب سے ملنا جلنا ہوتا
رہا، ۱۳ رمارچ کو دریاباد سے روانہ ہوا تھا، اور ۱۶ رجون کو پورے تین مہینے تین دن

کے بعد، پھر وہین واپس پہونچا، پہلے حج کا سفر برسون کا کام تھا، چھ چھ مہینے تو ابھی
چند سال قبل تک لگ جاتے تھے، اب بحمد اللہ تین مہینے کے اندر، بہ اطمینان و فراغت
تمام یہ سارا سفر ممکن ہو گیا ہے، بلکہ اگر جہازون کا انتظار آمد و رفت مین کرنا نہ پڑے
اور مدینہ منورہ مین مختصر قیام پر اکتفا کیا جائے، تو چھ سات ہفتے بھی کافی ہو سکتے ہین۔

اللّٰهم لك حججتُ وبك آمنتُ وعليك توكّلتُ ولك أسلمتُ وإياك أردتُ فتقبّل
نسكي واغفر لي ذنوبي وكفّر عني سيآتي واستعملني في طاعتك أبداً ما أبقيتني واهدني
من الناس، اللّٰهم إني استودعتك ديني وأمانتي وخواتيم عملي فاحفظها عليّ وعلى
كلّ مؤمنٍ ومؤمنةٍ إنك سميع الدعاء، اللّٰهم لا تجعل هذا آخر العهد من بيتك
وارزقني العود إليه وأحسن ديني حتى تبلغني أجلي واكفني مؤنتي ومؤنة عيالي
وجميع خلقك آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق الله
وعده ونصر عبده وهزم الأحزاب وحده لا إله إلا الله وحده
لا شريك له۔

ضمیمہ (۱)

حکومت حجاز اور خدمت حجاج

حکومت حجاز کی اصلی اور نمایان حیثیت، دنیاے اسلام کی نظر مین خصوصًا حاجیون اور زائرون کی نظر مین خادم حرمین کی ہی، حجاز کا حاکم مکہ و مدینہ کا خادم ہوتا ہی، مناسک حج، آداب زیارت، حاجیون کی خدمت اور اُن کی ضروریات کے سلسلہ مین بہت سے کام اسی کے کرنے کے ہوتے ہین، ان خدمات کا ذکر روداد سفر کے ضمن مین اپنے اپنے موقع پر، جا بجا آچکا ہی، ذیل مین ان کی پوری فہرست مرتب کرکے یکجا پیش کیجاتی ہے، جن اردوخوان حضرات کو موجودہ حکومت حجاز مین رسوخ و تقرب حاصل ہی، اگر وہ ان معروضات کو سلطان تک پہونچادین، تو علاوہ خدمت حجاج کے اجر کے، یہ حکومت حجاز کے ساتھ بھی عین ہواخواہی ہوگی،

(۱) سرزمین حجاز، سالہا سال سے بدامنی کا مرکز بنی ہوئی تھی، حاجیون کا مال الگ رہا، جان تک ہر وقت خطرہ مین رہتی تھی، سعودی حکومت کی سب سے بڑی برکت و سعادت یہ ہے، کہ راستون مین امن و امان قایم ہوگیا، اور بدویون کی لوٹ مار کے واقعات، افسانے بن گئے، اس خدمت عظیم پر موجودہ حکومت کی جسقدر بھی شکرگذاری کیجائے، بجا و درست ہی،

(۲) اب حاجیون کو سب سے زیادہ تکلیف معلّمون کے ہاتھ سے پہونچتی ہے حاجی خصوصاً غریب و ناواقف حاجی، معلّم کے ہاتھ مین ایک بے جان آلہ کی طرح ہوتا ہے، معلّم اُس پر جو مظالم چاہے کرے، جس طرح چاہے اسے لوٹے، فریاد و دادرسی کا کوئی کھلا ہوا راستہ اُس کے علم مین نہین ہوتا، حکومت اگر حرم شریف کے مختلف دروازون پر، نیز عرفات اور منیٰ مین مختلف نمایان و مشہور مقامات مین اپنے عمّال کو متعین کر دیا کرے جنھین معلّمون، نیز شوفرون کی شکایات سننے کے اختیارات ہون، اور ان عارضی عدالتون کو خوب اچھی طرح مشتہر بھی کر دیا کرے، (یہ آخری شرط بہت ضروری ہے) تو حاجیون کو ایک بڑی حد تک، شدید تکلیفون سے نجات مل سکتی ہے،

(۳) حاجیون کی بہت سی تکلیفون کی جڑ اُن کی ناواقفیت و اجنبیت ہوتی ہے، ملک اجنبی، زبان اجنبی، ہر شے اُن کے لئے اجنبی ہوتی ہے، سواری والے اُن سے جو چاہین کرایہ وصول کر لین، ہر شخص انھین جس طرح چاہے، دھوکا دے لے، ان بیچارون کے پاس عموماً کوئی ذریعہ ان وقتون سے بچنے کا نہین ہوتا، حکومت اگر یہ کرے، کہ موسم حج مین، حاجیون کے لئے جدہ، مکہ، مدینہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ، وغیرہ کے متعلق ضروری معلومات کے مختصر ہدایت نامے (جنھین مشہور مقامات کے پتے، اہم مقامات کے درمیانی فاصلے، سواریون کے کرایے، اشیاء کے نرخنامے وغیرہ درج ہون) لاکھون کی تعداد مین، مختلف زبانون (یعنی عربی کے علاوہ فارسی، اردو، ترکی، بنگلہ، جاوی وغیرہ) مین چھپوا کر شایع کرے، تو حاجی صاحبان بہت سی زحمتون اور پریشانیون سے بچ جائین، یہ ہدایت نامے زیادہ تر ہینڈبل کی شکل مین ہون، اور جو سرزمین حجاز پر قدم رکھتے ہی حاجیون کے ہاتھ مین پہونچ جایا کرین، ان کے علاوہ کچھ بڑے بڑے

پوسٹرون کی صورت مین ہون، جو جدہ، مکہ، مدینہ، منیٰ وغیرہ نیز راستہ کی منزلون مین نمایان مقامات پر چسپان کردیئے جائین،

(۴) منیٰ مین ایک یا ڈیڑھ سڑک کا ہونا (جیسا اس وقت ہے) سرتاسر ناکافی ہے اور حاجیون کو خصوصًا واپسی کے وقت، بڑی ہی شدید زحمت اور کشمکش کا سامنا کرنا ہوتا ہے، تین یا چار راستون کا ہونا ضروری ہے، کم از کم دو راستون کا فوری انتظام ہونا تو از بس ضروری ہے، اس وقت تو حالت یہ ہے، کہ اونٹ، خچر، گھوڑے، موٹر، پیدل اور آنے والون اور جانے والون سب کے لئے کل ایک ہی راستہ ہے، ہجوم کے وقت وہ نفسی نفسی کا عالم ہوتا ہے، کہ میدان حشر کا نقشہ نظرون کے سامنے پھر جاتا ہے،

(۵) عرفات اور مزدلفہ مین مختلف ممالک کے لحاظ سے الگ الگ کیمپ قایم ہونے چاہئین، مثلاً ہندی کیمپ، مصری کیمپ، جاوی کیمپ وغیرہ، وقس علیٰ ہذا، ان مختلف محلون کے لئے الگ الگ عارضی سڑکین بھی ہونی چاہئین، شارع ہندیہ، شارع مصریہ وغیرہ تاکہ بھٹکے ہوئے حاجی باسانی اپنے اپنے کیمپ تک پہونچ سکین، ہر ہر معلم کیلئے کوئی خاص نمایان علامت یا نمبر ہونا چاہیئے، پھر اس کے ماتحت ہر ہر خیمہ کا نمبر ہونا چاہیئے، اس وقت خیمون کے جنگل مین بچھڑے ہوئے حاجیون پر جو مصیبت گذرتی ہے اس کا حال کوئی انھین کے دل سے پوچھے،

(۶) بھٹکے ہوؤن کی رہنمائی کے لئے عرفات اور مزدلفہ مین، حکومت کی چوکیان بھی جابجا، اور نمایان مقامات پر قایم ہونی چاہیئے، ان مین ایسے افسر رکھے جائین، جو مختلف زبانین جانتے ہون، اور شفقت، حلم، وہمدردی مین ممتاز ہون،

(۷) عرفات و مزدلفہ مین دوکانون کا موجودہ انتظام بھی اصلاح کا محتاج

ہے، بجاے اس کے کہ ایک جگہ بہت سی دوکانین لگا دیجائین، جن کے وجود کی خبر بھی دور افتادہ حاجیون کو نہین ہونے پاتی، بہتر یہ ہوگا، کہ ہر ہر کیمپ کے لئے الگ الگ بازار، اُس کیمپ کے مذاق کی مناسبت سے قایم کرا یا جائے،

(۸) انتظاماتِ حج کے لئے کوئی کمیٹی اس وقت بھی حکومت کے ماتحت یقیناً موجود ہوگی، اس کمیٹی کے حلقۂ خدمت کو وسیع تر اور اس کی خدمات کو مفید تر بنانے کے لئے ضروری ہے، کہ اس حج کمیٹی مین ہر سال، باہر سے آنیوالے حاجیون کے بھی کچھ نمایندے شریک کیے جائین، جو اپنے اپنے ملک کے حاجیون کی ضروریات کا حتی الامکان پورا انتظام کر سکین،

(۹) شفاخانون اور متعدد شفاخانون کے عارضی قیام کی ضرورت منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور ان کے علاوہ مکہ و مدینہ و جدہ کی درمیانی منزلون مین ہے، اس کی بھی شدید ضرورت ہے، کہ یہ شفاخانے اپنی جگہ اور اپنے رنگ وغیرہ کے لحاظ سے بہت نمایان ہون تا کہ ہر شخص بلا دشواری اور بہ آسانی اُن تک پہونچ سکے،

(۱۰) طواف و داخلۂ حرم شریف کے سلسلہ مین، سلطان معظم کو خود اپنے طرزِ عمل پر بھی غور و نظرِ ثانی کرنے کی ضرورت ہے، خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کا اسوہ اُن کے سامنے ہے، وہ حضرات جب حرم شریف کے اندر داخل ہوتے تھے، اور طواف کرتے تھے، تو نہ اُن کے ہمراہ مسلح غلامون یا سپاہیون کا غول ہوتا تھا، نہ اُن کے لئے مطاف خالی کرایا جاتا تھا، نہ اور کسی حیثیت سے وہ اپنے کو عام حاجیون سے ممتاز رکھتے تھے،

(۱۱) مدینہ منورہ کے والی کا طرزِ عمل جمعہ کے دن، مسجد نبویؐ مین اور بھی

زیادہ رنج دہ ہوتا ہی گھنٹوں قبل سے روضۂ شریفہ کا ایک بڑا حصہ (یعنی منبر نبویؐ اور محراب نبویؐ کا درمیانی حصہ) والی اور اُن کے رفقار کے لئے خالی کرا لیا جاتا ہو اور حکومت کے سپاہی، نماز پڑھنے والوں اور تلاوت کرنے والوں کو بجبر اٹھا دیتے ہین جب یہ سب ہو لیتا ہو، تو عین نماز کے وقت والی مدینہ، مسلح سپاہیوں اور بندوقچیوں کے غول کے ساتھ مسجد میں آتا ہو، سلطان، بدعات کے دشمن ہین، پھر خدا معلوم یہ سب سے زیادہ کھلی ہوئی "بدعت" اب تک کیونکر روا رکھی گئی ہو؟

(۱۲) مسجد نبویؐ کے موجودہ قالین، بوسیدہ وادنیٰ، اور موجودہ روشنی ناکافی اور بار بار بجھ جانے والی، ہرگز اس مسجد کے شایانِ شان نہین، اعلیٰ و بہتر فرش، اور بہتر روشنی کی فوری ضرورت ہے،

(۱۳) مسجد نبویؐ کے موجودہ وضو خانوں کے نل ایک تو تعداد مین بہت کم ہین اور پھر جتنے ہین، وہ بھی ناقص واز کار رفتہ، بعض اوقات نمازیوں کو وضو کے لئے سخت دقتوں کا سامنا ہوتا ہو،

(۱۴) مسجد نبویؐ کے اندر ستونوں کے پاس، یا صفوف کے درمیان، گندے، بدبودار اور نجاست آمیز جوتوں کو لا کر ڈھیر کر دینے کا نظارہ سخت تکلیف دہ ہو، اس کی قطعی ممانعت ہو جانا چاہیے،

(۱۵) مسجد نبویؐ کے اندر سائلوں پر کوئی روک ٹوک نہین، عین حالتِ نماز، تلاوت، ذکر و دعا مین اُن کے ہاتھوں، خصوصًا اُن کے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں، جو اذیتِ قلب اٹھانی پڑتی ہو، اس کا اندازہ تجربہ کے بعد ہی ممکن ہے، اور اس سے بھی بڑھکر مزدوروں کا شور و شغب، اور عین مقصورۂ شریفہ کے پہلو مین، یہ آوازِ بلند

لین دین کرنا تکلیف دہ ہوتا ہی، سائلون اور مزدورون، دونون کی یہ حرکتین، ہر مسجد کے ادب و احترام کے منافی ہین، چہ جائیکہ مسجد نبویؐ کے! خدا معلوم حکومت اب تک کیون اس باب مین رواداری و چشم پوشی سے کام لے رہی ہی؛

(۱۶) مسجد نبویؐ کے پانچ دروازون مین سے ایک دروازہ، باب النسار کے نام سے موسوم، عورتون کے لئے مخصوص کہا جاتا ہی، لیکن عموماً اس دروازہ پر بھی مردون کا برابر قبضہ رہتا ہی اگر مردون کی آمد ورفت اس دروازہ سے قطعاً روک دی جائے، تو عورتون، اور خصوصاً ہندوستان کی کمزور اور شرمیلی عورتون کو بڑی راحت و سہولت ہو جائے،

(۱۷) ارکانِ حج کے ادا کرنے مین، ہر اسلامی فرقہ اپنے اپنے طریق پر آزاد ہے اور یہی ہونا چاہئے تھا، لیکن ضرورت یہ ہے اس رواداری و فراخ مشربی کو زیارت مدینہ منورہ کے باب مین بھی وسیع کیا جائے، اور آدابِ زیارت مین بھی ہر فرقہ کو اسی کے طریق پر آزاد چھوڑ دیا جائے، تاوقتیکہ اُس کی آزادی، دوسرے فرقون کی دلآزاری کا سبب نہ بنجائے،

(۱۸) مسجد نبویؐ مین، اور مقصورۂ شریفہ سے متعلق جو سپاہی اور پہرہ دار مقرر رہتے ہین، ضرورت ہی کہ وہ خاص طور پر خوش خلق، متحمل، اور شیرین زبان ہون، خلق محمدیؐ کا نمونہ ہون، اور سب وشتم، بدزبانی، و درشت کلامی کو کسی حال مین بھی کام مین نہ لائین،

(۱۹) جنت البقیع اور جنت المعلیٰ دونون، مسلمانانِ عالم کے محترم ترین اور متبرک ترین قبرستان ہین، ان کی موجودہ حالت دیکھ کر مسلمانانِ عالم کے جذبات کو

سخت اور ناقابلِ برداشت ٹھیس لگتی ہی، یہ مقصود نہین، کہ ان پر از سرنو قبے تعمیر ہون لیکن ان کو غلاظت اور گندگی سے صاف رکھنا، اور ہر قسم کی توہین اور بے ادبیون سے بچانا بہرحال لازمی ہے، قبرین بالکل پست اور خام سہی لیکن یہ تو نہ ہو، کہ صحابۂ کرام وازواجِ مطہرات، اولیاء وصالحین کی قبور پر، معاذ اللہ، مزبلہ کا دھوکا ہونے لگے!

(۳۰) مکہ، مدینہ، اور جدہ، تینون مقامات پر کرایہ کی سواریون کا انتظام فوری توجہ کا محتاج ہے، موسمِ حج مین، شرحِ کرایہ کی گرانی کا مضائقہ نہین، لیکن اس کے بعد سواری تو خاصی آسایش وآرام کی ملنی چاہیے، یہ تو نہ ہو کہ راکب کو خود مرکب بنکر رہنا پڑے!
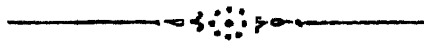
ضمیمہ (۲)

عام ہدایات

(۱) سفر خواہ چند ہی میل کا ہو، بہر حال سفر ہوتا ہے، پھر حج کا سفر تو ہزارون میل کا سفر ہے، ریل، جہاز، اونٹ، موٹر سب ہی سواریون سے سابقہ پڑتا ہے، ملک کی اجنبیت زبان کی ناواقفیت، آب و ہوا کا اختلاف، ہجوم کی چپقلش، اس کے علاوہ ہین، تھوڑی بہت تکلیف پیش آنی ناگزیر ہے، لیکن یہ تکلیف ہرگز ایسی نہین ہوتی، کہ کسی معنی مین بھی ناقابلِ برداشت کہی جاسکے، خیالی تکلیفون اور اندیشون کا بیشتر حصہ بالکل باطل ثابت ہوتا ہے، اور اسے اس سفرِ مبارک کی کرامت سمجھئے یا جو کچھ، کہ اکثر دقتین عین وقت پر ایک بالکل غیر متوقع طور پر حل ہو جاتی ہین، جن صاحبون پر حج فرض ہے، وہ صعوباتِ سفر کے اندیشہ سے ہرگز اپنی ہمت کو پست نہ ہونے دین،

(۲) بڑی چیز، جذبۂ شوق و ولولۂ عقیدت ہے، جو لوگ اپنے دلی شوق سے اور حج کی اہمیت کو سمجھ کر آتے ہین، انھین کوئی دقت، دقت محسوس ہی نہین ہوتی، سارا سفر ہنسی خوشی، صبر ہی کے ساتھ نہین، شکر کے ساتھ گذار دیتے ہین، بخلاف اس کے، جن کے دل اس سفر کی اہمیت سے خالی ہین، اور وہ محض کسی کے اصرار

یا خاطر سے اُس کے رفیقِ سفر بنکر آجاتے ہین، اُنھین کو سب سے زیادہ تکلیف محسوس کرتے اور بات بات پر پریشان ہوتے دیکھا، اللہ اس ابتلا سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے،

(۳) حجاز مین اب تقریبًا سب ہی چیزین ملنے لگی ہین، اس لئے گھر سے زائد سامان لانے کی ہرگز ضرورت نہین، بار برداری وغیرہ کے مصارف اتنے پڑجاتے ہین کہ کفایت کا پہلو بھی نہین نکلتا، ضروری سامان بمبئی مین خرید لیا جائے، جہاز پر اگر عملہ جہاز سے رسم پیدا کر لیا جائے، تو بہت سی مشکلین آسان ہوجاتی ہین، مکہ مین سب کچھ مل جاتا ہی اور مدینہ مین بھی ضرورت بھر کی چیزین، پہلے لوگ گھی کے پیپے ساتھ لیکر چلتے تھے، اب حجاز مین بہتر سے بہتر گھی ملنے لگا ہی، البتہ اگر کھانے کی خشک چیزین، جو عرصہ تک اچھی رہ سکتی ہون، گھر سے ہمراہ لے لیجائین، تو بہتر ہے، کھانا نہ ملنے کی صورت مین وقت بے وقت بہت کام دین گی،

(۴) بخار، قبض، بدہضمی وغیرہ کی چند دوائین، جو اپنے تجربہ مین آچکی ہون، ہمراہ رکھ لینا چاہیئے، میرٹھ کے مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب (دار الشفاء مصطفائی میرٹھ) نے شفاء الحجاج کے نام سے ایک چھوٹا سا بکس ایسی ہی مجرب وکارآمد دواؤن کا تیار کیا ہے، چند روپیون مین آجاتا ہی،

(۵) حاجیون کو جہاز کے اوپر، نمازِ باجماعت مین جو دقتین پیش آتی رہتی ہین، وہ تو اپنی جگہ پر ہین ہی، اُن کے علاوہ ایک بڑی دشواری سمت قبلہ سے متعلق پیش آتی رہتی ہی، قطب نما کا ساتھ رکھنا ضروری ہی، لیکن محض قطب نما سے بھی کام نہین چل سکتا، مدراس کے ایک صاحب نے (خدا انھین جزائے خیر دے) ایک مستقل "رسالہ دریافت سمت قبلہ" کے نام سے مرتب کرکے شائع کردیا ہی، جسمین بمبئی

اور کراچی سے لیکر عدن تک اور پھر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیانی راستہ کی تمام منزلون کے لئے سمت قبلہ کے درجے اور دقیقے درج کر دیئے ہین، رسالہ مذکور حسب ذیل مقامات سے غالباً بلا قیمت مل جائے :۔

(۱) مولوی محمد عبداللہ صاحب احقر، مکان نمبر ۴۲ کوچہ حسین الملک، پرانا باغ، ڈاکخانہ رو دلے پیٹ، مدراس،

(۲) مینجر صاحب مظفری کمپنی، مینار والی مسجد بمبئی،

(۶) ہر شخص کی آسائش اور ضرورتون کا معیار دوسرون سے جدا ہوتا ہی، اس لئے کوئی ایک تخمینہ و مصارف سب کے لئے نہین بتایا جا سکتا، تاہم عموماً و اوسطاً یہ کہنا غالباً غلط نہ ہو، کہ جہاز مین تیسرے درجہ کے ٹکٹ لینے والے اور حجاز مین اونٹ پر سفر کرنے والے، چھ سو روپیہ، اور جہاز مین اونچے درجون کے ٹکٹ لینے والے، اور حجاز مین موٹر پر سفر کرنے والے، ایک ہزار روپیہ فی کس کے حساب سے اپنے ہمراہ رکھین، تو بہتر ہوگا، ہم لوگون کا اوسط خرچ اس تخمینہ سے بہت کم پڑا، لیکن ہم لوگون کو خدا کے فضل سے بعض غیر معمولی سہولتین حاصل ہو گئی تھین، ہر شخص کو یہ کفایتین نہین حاصل ہو سکتین، بہت سے مصارف ناواقفیت کی بنا پر پڑ جاتے ہین، اگر انسان پہلے حج کر آیا ہی، یا حجاز مین اس کے شناسا موجود ہین تو خاصی کفایت ہو سکتی ہی، کئی شخص مل کر الگ سفر کرین، تو بھی کافی بچت ہو جاتی ہی،

(۷) ہمسفری کی برکتین ظاہر و واضح ہین، اور اگر کوئی واقف کار و تجربہ کار شخص بطور رفیق سفر مل جائے، تو مصارف مین بھی کمی رہتی ہی، اور صعوبات سفر سے بھی ایک حد تک نجات ہو جاتی ہی تاہم اس سفر کی رفاقت ہے بڑی نازک چیز

آسانی سے ہر شخص کو رفیق و شریک ہرگز نہ بنا لینا چاہیے، بڑی بڑی پرانی دوستیان اور عزیز داریان اس سفر مین ٹوٹتے دیکھین بھی، اور سنین بھی، محض خلوص اور دوستی کے بھروسہ پر ہرگز کام نہ چلیگا، انقیاد و بے نفسی کو رفاقت و شرکت سفر کا لازمی معیار رکھنا چاہیے، کھانے پینے کے انتظام مین جتنی علحدگی رہ سکے بہتر ہی،

(۸) حجاز مین، گنیان بہت کام آتی ہین، اس لئے بمبئی سے بجائے نوٹ اور روپیون کے گنیان ضرور ہمراہ لے لینی چاہیئے، اونٹ کا کرایہ معلم صاحب کے مطالبات، موٹر کا کرایہ ان سب مواقع پر گنی ہی کام آئین گی، البتہ جہاز کے مصارف کے لئے، روپیہ یا نوٹ بھی کچھ ضرور رکھ لینے چاہیے، اٹھنی، چونی، اکنی وغیرہ ریزگاری کی بھی ایک معقول تعداد ہر وقت موجود رہنی چاہیے، حجاز مین چاندی کی ریزگاری آسانی سے چل جاتی ہے، نکل کے سکون مین دقت ہوتی ہی،

(۹) بمبئی مین حاجی، عموماً مسافر خانون مین ٹھہرتے ہین، تین مسافر خانے مشہور ہین، ایک مسافر خانہ سیٹھ اسمٰعیل حبیب کا بھنڈی بازار مین ہی، بھنڈی بازار بڑا بازار ہی، جہان تمام چیزین بہ آسانی مل جاتی ہین، یہ مسافر خانہ عام ہی، حاجی اور غیر حاجی سب اسمین ٹھہر سکتے ہین، حاجیون کے لئے مخصوص ایک مسافر خانہ داڑی بندر مین ساحل سمندر کے قریب، سیٹھ قمو سلیمان کا ہی اور دوسرا مسافر خانہ حجاج حاجی صابو صدیق مرحوم کا کرناک روڈ پر ریلوے اسٹیشن کے قریب، اور کرافرڈ مارکٹ سے بالکل متصل ہی، مارکٹ مین دنیا بھر کی چیزین ملجاتی ہین، عظیم الشان چومنزلی عمارت ، ۱۸ کمرے ہین، ہر کمرہ وسیع و ہوادار، ۱۰۰۱ مسافرون کے قیام کی گنجایش، سب سے اوپر کا صحن ایک خوش منظر تفریح گاہ، ہر منزل مین آٹھ آٹھ

پاخانے، اور چار چار غسل خانے مع پانی کے نل اور بجلی کی روشنی کے موجود، دو دو بڑے باورچی خانے، ۱۹۲۹ء مین والد ماجد مرحوم جب حج کے لئے جا رہے تھے، اُن کے ہمراہ، اس مسافر خانہ مین کئی دن قیام کا اتفاق ہوا تھا، اب کی پھر گھوم پھر کر دیکھا، داروغۂ مسافر خانہ مولوی حضرت اللہ صاحب، ماشاء اللہ ایک پیکر نور، اور اُن کے نائب منشی عبد الستار صاحب، سراپا خدمت و ایثار،

(۱۰) حاجیون کے لئے جہازی کمپنیان تین ہین، ان تینون مین سب سے بڑی مغل لائن ہے، جو عملاً اب ٹرنر ماریسن کمپنی کے ہاتھ مین ہے، یورپ کے جانیوالے جہازون کے آرام و آسایش کا تو خیال ہی حاجیون کو چھوڑ دینا چاہیئے، بہ حالت موجودہ ٹرنر ماریسن کے انتظامات سب سے بہتر ہین، اور انھین کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اس کے جہاز رحمانی اور رضوانی حال کے بنے ہوئے، اور نسبتہً سب سے زیادہ آرام دہ ہین، ان سے اتر کر اکبر اور جہانگیر ہین،

(۱۱) مسافر زیادہ تر تکلیف، خود اپنی جلد بازی، گھبراہٹ اور بے صبری سے اٹھاتے ہین، اگر جہاز سے اترتے وقت، یا چڑھتے وقت ذرا صبر و سکون سے کام لیا جائے، اور اس کی کوشش نہ کیجائے، کہ خواہ مخواہ دھکّے کھاتے ہوئے، اور ہجوم کو چیرتے پھاڑتے ہوئے بہتر سے بہتر جگہ پر قبضہ ہو جائے، تو بالآخر جگہ سب کو مل ہی جاتی ہے، کوئی رہ نہین جاتا، ضرورت صرف تھوڑے سے صبر و تحمل کی ہے

(۱۲) اگر کفایت، آسایش، اور ہجوم کی کشمکش سے بچنا مد نظر ہے، تو لازمی ہے کہ سفر عین موسم حج مین نہین بلکہ اس سے کچھ قبل اختیار کیا جائے، اور واپسی فوراً نہین بلکہ کچھ ٹھہر کر ہو، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جدہ، سب کہین زیادہ دقتین اور

گرانیان عین اُسی وقت ہوتی ہین، جب ہجوم کا شباب ہوتا ہی،

(۱۴) معلّم سے سابقہ پڑنا ناگزیر ہی، حتی الامکان معلّم کو خوش رکھنا چاہیے، لیکن اُس پر بہت زیادہ اعتماد ہرگز نہ کرنا چاہیے، مسائلِ حج سے نیز عربی زبان سے جتنی زیادہ واقفیت ہوگی، اسی نسبت سے معلّم کی محتاجی سے بے نیازی رہیگی، مسائل حج و زیارت کی بہترین وجامع ترین رہنما، اردو مین، مولانا منور الدین صاحب دہلوی کی ضخیم ومفصل کتاب الحج والزیارت ہے، ضروری مسائل کے لئے، مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ کی مختصر اور جیبی زبدۃ المناسک بالکل کافی ہی، عربی مین بیسیون کتابین ہین،

ضمیمہ (۳)

منازل سفر از جدّہ تا مدینہ

جدّہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان موٹر جن جن منزلون پر ٹھہرتا ہے، ان مین سے چند کا ذکر سفرنامہ مین ضمناً آگیا ہے، بعض کے نامون مین کچھ غلطیان ہوگئی ہین، ذیل مین کل منزلون کے صحیح نام مع ان کے درمیانی مسافتون کے درج ہین، یہ فاصلہ بحساب کیلو میٹر ہین، ایک کیلو میٹر تقریباً ۵ فرلانگ کا ہوتا ہے:-

۵۳- کیلو میٹر	جدّہ- ذہبان
۳۴ "	ذہبان- تول
۸ "	تول - القضیمہ
۵۵ "	القضیمہ- رابغ
۱۴ "	رابغ - مستورہ
۶۸ "	مستورہ - بیار بن حصانی [illegible]
۳۵ "	بیار بن حصانی- شفیۃ
۳۲ "	شفیۃ - مسیجید

۸	کیلومیٹر	مسیجید - بئرالراحة
۲۸	"	بئرالراحة - قریش
۴۰	"	قریش - بیارعلی
۸	"	بیارعلی - المدینة

میزان ۴۲۰ کیلومیٹر یا تقریباً ۲۶۲ میل

———— ———

مصنف کی دوسری کتابیں

پیامِ امن

موسیو جرڈ پال ایک فرانسیسی مصنف کے خیالات دربارۂ امن عالم و اخوت انسانی و خونِ آشامی دول یورپ کی ترجمانی ہے، اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا تبصرہ ہے، جسمیں انھیں مسائل پر انجیل اور قرآن کی تعلیمات کی تفصیل ہے، اردو میں بالکل نئے خیالات ہیں، حجم ۱۰۱ صفحے، قیمت عہ

فیہ ما فیہ

یعنی ملفوظات مولنائے جلال الدین رومیؒ، بہ اضافۂ مقدمہ و حواشی و تذکرہ و تبصرہ ضخامت ۲۴۲ صفحے، قیمت ... عہ

تصوف اسلام

اسلامی تصوف کا عہد بعہد صوفیہ کے حالات اور انکی تصانیف پر تبصرہ لکھائی چھپائی عمدہ ضخامت [illegible] صفحے قیمت ... عہ

(پرنٹر محمد اویس وارثی)